نسیم ہدایت کے جھونکے

اسلام قبول کرنے والے نومسلم بھائیوں کی کہانی خود ان کی زبانی

افادات

داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہم

سرپرست ماہنامہ ارمغان وناظم جامعۃ الامام ولی اللہ الاسلامیہ پھلت، مظفرنگر، یوپی

پیش لفظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

۸

جلد ہشتم

مرتب

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

مہتمم دارالعلوم سونوری ضلع اکولہ مہاراشٹر

نام کتاب

نسیم ہدایت کے جھونکے (جلد ہشتم)

افادات: داعی اسلام حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب مدظلہ

مرتب : مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

کمپوزنگ : محمد ساجد شاہ سونوری

صفحات : ۲۵۱

سن اشاعت : ۲۰۱۶ء

پہلا ایڈیشن : ۵۰۰۰

قیمت : ۱۵۰ روپئے

﴿مرتب کتاب سے خط وکتابت کا پتہ﴾

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

مہتمم دارالعلوم سونوری نیشنل ہائیوے نمبر ۶

ضلع اکولہ مہاراشٹر، انڈیا

Mufti Mohd. Roshan Shah Qasmi

Mohtamim Darul Uloom Sonori

National Highway No. 6

Dist. Akola, Pin 444107

Maharashtr, INDIA

Mob: 09422162298

Email: darululoomsonori@gmail.com

Name of the Book

Nasim-e-Hidayat ke Jhonke (Part-8)

Ifadat

Daee Islam Hazrat Moulana Mohd. Kaleem Siddiqi Sahab

Compiled by

Mufti Mohd. Roshan Shah Qasmi

Pages: 251 Price: Rs. 150/- Size: 6/16

کتاب ملنے کے پتے

☆ مکتبہ دارالعلوم سونوری ضلع اکولہ مہاراشٹر، انڈیا 444107

☆ نعیمیہ بک ڈپو دیوبند ضلع سہارنپور یوپی (01336-223294)

☆ جمعیت شاہ ولی اللہ پھلت، ضلع مظفر نگر، یوپی، انڈیا

☆ مکتبہ شاہ ولی اللہ دہلی ☆ مکتبہ شاہ ولی اللہ دیوبند

Mo: 09420186856

فہرست

شمار	فہرست مضامین	صفحہ
☆	عرض مرتب	۵
☆	مقدمہ: داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہم	۷
☆	پیش لفظ: شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم	۱۱
☆	تقریظ: محدث العصر شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ مدینہ منورہ	۱۳
☆	تبصرہ: از حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہم	۱۸
☆	تبصرہ: از حضرت مولانا مفتی محمد شعیب صاحب مدظلہم مظاہر علوم سہارنپور	۲۱
☆	تبصرہ: حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی مدظلہم	۲۲
☆	تبصرہ: از حضرت مولانا احمد میرٹھی قاسمی صاحب مدظلہم	۲۴
☆	تبصرہ: از حضرت مولانا مفتی گلزار احمد صاحب مدظلہم	۲۷
☆	تبصرہ: از حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم	۲۸
☆	تقریظ: مولانا وصی سلیمان صاحب ندوی مدظلہ العالی	۳۲
☆	آیئے عہد وفا تازہ کریں	۳۵

۱	دعوتی شعور ارتداد کے مسئلہ کا حل ہے جناب سراج الدین بھائی سے ایک ملاقات	۳۷
۲	ہر نبی کا امتی اسلام کے خزانہ کا تاجر ہے جناب جمیل الدین بھائی سے ایک ملاقات	۴۷
۳	جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے جناب بھائی وسیم سے ایک ملاقات	۶۰
۴	اسلام کی حقانیت کا ایک چمکتا ستارہ جناب محمد مار ماڈ پکتھال سے ایک ملاقات	۷۵
۵	جسمانی ڈاکٹر رب کی مہربانی سے طبیب روحانی بن گیا جناب ڈاکٹر فیصل سے ایک ملاقات	۸۹
۶	اسلامی تہذیب کی کشش نفرتوں کے جالے صاف کردے گی جناب عبدالرحمٰن چوہان سے ایک ملاقات	۱۰۱
۷	علم و عقل کی ذہنیت کو صرف اسلام مطمئن کرسکتا ہے جناب محمد عمر ایڈوکیٹ سے ایک ملاقات	۱۱۱
۸	اللہ سے تعلق نہ ہو تو زندگی دوزخ سی لگتی ہے جناب شمس بھائی سے ایک ملاقات	۱۲۳
۹	پردہ کا حکم عورتوں پر اللہ کا انعام ہے بہن حفصہ سے ایک ملاقات	۱۳۷

۱۰	داعی نہیں بنیں گے تو مدعو بن جائیں گے داعی محمد عمر سے ایک ملاقات	۱۴۹
۱۱	مسافر کا اہتمام نماز اسلام کی طرف راغب کیا ماسٹر محمد اسعد سے ایک ملاقات	۱۵۹
۱۲	سچ کے متلاشی کو سچ بات پہنچائی جائے جناب محمد عمیس سے ایک ملاقات	۱۷۱
۱۳	طبیب کی ذمہ داری احتجاج نہیں بلکہ علاج ہے جناب عبدالرحمٰن سے ایک ملاقات	۱۸۵
۱۴	اللہ کی رضا پر ہر انسان کی منزل مراد ہونی چاہیے بھائی عبداللہ آدم شیخ سے ایک ملاقات	۱۹۹
۱۵	میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے جناب سلمان بھائی سے ایک ملاقات	۲۰۷
۱۶	دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے جناب محمد عاشق راٹھور سے ایک ملاقات	۲۱۹
۱۷	ہندوستانی قانون اور عوام کے مجبتی مزاج سے دعوتی فائدہ اٹھایئے جناب عبداللہ چودھری سے ایک ملاقات	۲۲۶
۱۸	شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن عزیزہ بشریٰ سے ایک ملاقات	۲۳۹

۲۷	ماہنامہ ارمغان کا مختصر تعارف	۴۵۱

عرض مرتب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کا نہایت فضل و احسان ہے کہ ”نسیم ہدایت کے جھونکے“ کی آٹھویں جلد آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اور دل مسرت و شکر کے جذبات سے لبریز ہے۔

نومسلموں کے پاکیزہ جذبات پر مشتمل یہ انٹرویوز بڑے ایمان افروز ہوتے ہیں اور پڑھنے والا سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کیا ہم واقعی مسلمان ہیں؟

ان کو پیش آنے والی مشکلات اور ان کی استقامت دونوں حیرت انگیز ہوتی ہیں، حق تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پانے والے ان خوش نصیبوں کے احساسات پڑھ کر یقین آتا ہے کہ اللہ سے سچی محبت کس طرح انسان کا باطن روشن کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پچھلی جلدوں کی طرح اس کے نفع کو بھی عام و تام فرمائے اور صاحب افادات داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہم کے سایہ کو صحت و عافیت کے

ساتھ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے آمین اور ہمارے دلوں میں دعوت کی کڑھن و تڑپ پیدا فرمائے۔

سہ

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

فقط والسلام

بندہ محمد روشن شاہ قاسمی غفرلہٗ

09422162298

۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ ۲۳؍جون ۲۰۱۷ء بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقدّمہ

منبعِ اخلاق، مشفقِ انسانیت، داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہم
خلیفہ ومجاز مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

خالق کائنات فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ، عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر، عَلِیْم وَخَبِیْر رب نے اپنے سچے کلام میں بانگ دہل یہ اعلان فرمایا: هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورہ التوبہ)

''وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے، گو مشرکین کیسے ہی ناخوش ہوں'' حجاز مقدس کی حد تک جناب رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں دین حق دوسرے تمام باطل مذاہب پر غالب آگیا تھا، مگر یہ عالمی دین سارے عالم میں غالب ہونا ہے، اللہ کے سچے نبی ﷺ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ہر کچے اور پکے گھر میں اسلام داخل ہو کر رہے گا، قرب قیامت کے اکثر آثار ظاہر ہو چکے ہیں، اسلام کا پیغام پوری انسانیت تک پہنچانے کی ذمہ داری ختم نبوت کے صدقے میں ہمیں عطا کی گئی تھی، اس فرض منصبی سے مجرمانہ غفلت کی وجہ سے دین حق اسلام (جو خیر محض ہے) کا تعارف لوگوں کو نہ ہو سکا اور پوری دنیا میں اس عدم واقفیت کی وجہ سے، یا غلط واقفیت کے نتیجہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ اپنے نقطہ عروج پر ہے، مگر اللہ کی شان ہادی اور اس کی ربوبیت کے قربان، کہ اسلام، قرآن اور مسلمانوں کے خلاف اس پروپیگنڈہ سے عام انسانوں میں اسلام کو جاننے کا تجسس بڑھ رہا ہے، ایک زمانہ تھا کہ لوگ اسلام کو، مسلمانوں کے کردار معاملات اور

اخلاق سے جانتے تھے، مگر اب جدید ذرائع ابلاغ کی کثرت خصوصاً انٹرنیٹ کی ایجاد نے حقیقی اسلام لوگوں کے بستروں تک پہنچادیا ہے، اس کی وجہ سے پورے عالم میں جوق در جوق لوگ اسلام قبول کرتے دکھائی دیتے ہیں اور حیرت ناک بات یہ ہے کہ قبول اسلام کے واقعات مغربی ملکوں میں زیادہ ہیں جہاں سے خاص طور پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ ہو رہا ہے، روحانیت، اہل محبت اور مذہب سے جنون کی حد تک تعلق رکھنے اور مسلمانوں کے بعد مذہب پر سب سے زیادہ قربانی دینے والوں کے ہمارے پیارے ملک ہندوستان میں بھی اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ پوری دنیا میں بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے والوں کے حالات پر غور کیا جائے تو تین باتیں خاص طور پر حیرت ناک ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ ان خوش قسمت ہدایت یاب ہونے والے نومسلموں کے قبول اسلام میں مسلمانوں کی دعوتی کوشش کا دخل بہت کم ہے، اسلام کی کسی چیز میں کشش محسوس کرکے، اسلام مخالف کسی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اسلام کو جاننے کا شوق پیدا ہوا، اسلام کا مطالعہ کیا اور مسلمان ہوگئے، یا اپنے مذہب کی کسی رسم سے انفعال کے نتیجہ میں مذاہب کا تقابلی مطالعہ ہدایت کا ذریعہ بنا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان خوش قسمت دسترخوان اسلام پر آئے ہوئے نومسلم مہمانوں کے ایمان، تعلق مع اللہ، دین کیلئے قربانی اور دعوت کے جذبہ کو دیکھ کر خیر القرون کے مسلمان یاد آجاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا حال اللہ کے اس فرمان کا کھلا مظہر ہے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ (سورہ محمد)

''اور اگر تم روگردانی کروگے تو اللہ تعالی دوسری قوم پیدا کردے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے'' اشاعت اسلام کے ان واقعات کی کثرت کے ساتھ جب ہم پوری دنیا کے حالات کے تناظر میں غور کرتے ہیں تو انتہائی خطرناک فکری بات سامنے آتی ہے کہ جس

تیزی کے ساتھ بلکہ جس طرح جوق در جوق نئے لوگ اسلام کے سایہ میں آتے دکھائی دیتے ہیں اسی کثرت سے مسلمانوں کے مرتد ہونے واقعات بھی دکھائی دیتے ہیں، بعض مرتبہ تو تعداد اور معیار کے لحاظ سے بالکل متوازی تبدیلی کا فیصلہ دکھائی دیتا ہے، کسی علاقہ میں جتنے نئے لوگ مسلمان ہوتے ہیں اتنے ہی مسلمان مرتد ہو جاتے ہیں یا جس معیار کا غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوا اسی معیار کا کوئی مسلمان مرتد ہو گیا۔

دستر خوان اسلام پر آنے والے ان نووارد خوش قسمت نومسلموں کی داستانیں، ہم رسمی اور خاندانی مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے والی اور جھنجھوڑنے والی ہوتی ہیں اور ان سے جہاں ایک طرف یاس میں آس دکھائی دیتی ہے، وہیں اپنے دعوتی فریضہ سے غفلت کی وجہ سے تبدیلی کی وارننگ بھی سنائی دیتی ہے، کسی نہ کسی طرح اشاعت اسلام کے یہ واقعات ایمانی حرارت پیدا کرنے اور غفلت و جمود توڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں، مسلمانوں میں ان خوش قسمت نومسلموں کے حالات پڑھ کر غیرت ایمانی پیدا ہو اور دعوت کا جذبہ رکھنے والوں کو حوصلہ ملے اور ان کی زندگی سے دعوتی تجربات سامنے آئیں، اس مقصد سے الحمد للہ ماہنامہ ارمغان نے چند سالوں سے ہر ماہ ایک نومسلم کی آپ بیتی کا سلسلہ بطور انٹرویو "نسیم ہدایت کے جھونکے" کے عنوان سے شروع کیا تھا، یہ اشاعت اپنے مقصد میں بہت کامیاب ہوئی، ملک کے مختلف رسائل، اخبارات نے ان کو شائع کیا، ان کے مجموعے شائع ہوئے اور اردو کے علاوہ ملک کی دوسری زبانوں میں ترجمے شائع ہونے لگے، اس سے الحمد للہ ملک بلکہ بیرون ملک میں مسلمانوں میں بڑا دعوتی جذبہ پیدا ہوا اور ایک طرح سے صدیوں کا جمود ٹوٹا۔

یہ انٹرویو اس حقیر کے فرزند میاں **احمد اواہ ندوی** اور ان کی بہنوں **اسماء ذات الفوزین امۃ اللہ اور مثنیٰ ذات الفیضین**

سدرہ نے لئے ہیں، ان آپ بیتیوں کے بعض مجموعے کتابی شکل میں پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں، مگر اب مکمل طور پر کام کرنے کے لئے ہمارے ایک بلند ہمت رفیق، داعی الی اللہ، خادم قرآن وسنت، محبّ ومکرم جناب مفتی روشن شاہ صاحب قاسمی زید لطفہٗ نے نئی ترتیب کے ساتھ شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے، مفتی صاحب کو اللہ تعالی نے بڑا حوصلہ اور بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے، انھوں نے لسان تبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری نور اللہ مرقدہٗ سے اپنے ذاتی اور طویل تعلق کی بنا پر خاص استفادہ کیا ہے اور ہمارے تبلیغی اکابرین کی تقریروں اور ملفوظات کی ترتیب واشاعت کا مبارک کام اللہ نے ان سے لیا ہے اور بہت کم وقت میں خود الحمد للہ علاقہ میں تعلیم ودعوت کے سلسلہ میں قابل رشک خدمات ان سے لی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی دعوتی خدمات کے لئے بھی بڑے جذبہ اور سلیقہ سے نوازا ہے، انھوں نے نومسلموں کی ان تمام آپ بیتیوں کو جو ارمغان میں شائع ہوئی ہیں ترتیب وار مرتب کر کے اشاعت کا پروگرام بنایا ہے، یقیناً ایک مبارک قدم ہے اور مفتی صاحب موصوف کی طرف سے ملت کے لئے ایک مبارک تحفہ ہے، جسے وہ "نسیم ہدایت کے جھونکے" کے نام سے ملت کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

میں مفتی صاحب موصوف کو اس اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، بہ دل وجان دعا ہے کہ یہ مجموعہ خیر امت کے افراد کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر پھر ماضی کی عزت اور خیر امت کے منصب پر لانے کا ذریعہ بنے اور مفتی موصوف کے لئے ذخیرۂ آخرت اور سعادت دارین کے حصول کا وسیلہ ثابت ہو۔

خاک پائے خدام دین

محمد کلیم صدیقی

جمعیت شاہ ولی اللہ، پھلت ضلع مظفر نگر، یوپی

۴ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

پیش لفظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَعَلٰى كُلِّ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ. امابعد

اللہ تبارک تعالیٰ نے جناب مولانا محمد کلیم صدیقی زید مجدہم کو غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت پھیلانے کے اس عظیم کام کے لئے موفق فرمایا ہے جو درحقیقت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت ہے اور اس کام کے لیے انھیں اس حکمت اور موعظہ حسنہ کا سلیقہ بھی بخشا ہے، جو دعوت انبیاء علیہم السلام کا طرہ امتیاز ہے، چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہندوستان (بیرون) کے غیر مسلموں میں ان کی دعوت نے نہ جانے کتنے انسانوں کو دین حق کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے، اور ایسے ایسے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں جو کبھی اس دین خداوندی کے پکے دشمن ہوا کرتے تھے۔

پچھلے سال جب میرے دورہ ہند کے دوران مدراس میں حضرت مولانا محمد کلیم صاحب سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے اپنے رفقاء میں سے ایک صاحب کا تعارف کرایا، جس کا حلیہ سر سے پاؤں تک سنت نبوی کے سانچہ میں ڈھلا ہوا تھا پھر ان سے مصافحہ ہوا تو مولانا نے بتایا کہ یہ وہ صاحب ہیں جنھوں نے بابری مسجد پر پہلی کدال چلائی تھی، اور آج بفضلہ تعالیٰ وہ اسلام کے پر جوش داعی بنے ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صدیوں تک اپنے ہم وطنوں کے ساتھ رہنے کے باوجود

انھیں دین حق کی امانت پہنچانے میں ہم نے بڑی کوتاہی کی ہے، اور اس کام کے لئے جس منظم جدو جہد کی ضرورت تھی حضرت مولانا محمد کلیم صاحب مدظلہ نے بطریق احسن پورا کرانے کی داغ بیل ڈالی ہے، جس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ہم سب کا ملی فریضہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

زیر نظر کتاب "نسیم ہدایت کے جھونکے" ان خوش نصیب بندوں کے انٹرویوز ہیں جنھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت عطا فرمائی انھوں نے اپنی اپنی آپ بیتی انتہائی ایمان افروز انداز میں بیان کی ہے، ان میں بہت سے وہ ہیں جنھوں نے اسلام کی خاطر اذیتیں اٹھانے اور جان و مال اور جذبات کی قربانی دینے میں عہد صحابہ کی یادیں تازہ کردی ہیں، ان کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان کی جو حلاوت ان حضرات کو حاصل ہوئی ہے اس کا وہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے جنھیں یہ نعمت گھر بیٹھے میسر آگئی ہے، اور وہ اس کی قدر و قیمت پہنچانے میں غفلتوں کے شکار ہیں۔

ضرورت ہے کہ یہ کتاب ہر طبقہ فکر میں پہچائی جائے، اس سے ایک طرف مسلمانوں کے لئے یہ ایک مہمیز کا کام انجام دے گی۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس کتاب کو نافع بنائیں اور اسے دین حق کی نشر و اشاعت اور اس کی دعوت کے کام کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بنائیں۔ آمین ثم آمین۔

۱۲؍ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بندہ محمد تقی عثمانی

دارالعلوم کراچی۔ ۱۴

تقریظ

فضیلۃ الشیخ محدث العصر

محمد عوامہ حفظہ اللہ

مدینہ منورہ سعودیہ عربیہ

(عربی نسیم ہدایت کے جھونکے کی تقریظ کا یہ ترجمہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ، وَالصَّلَوٰاتُ التَّامَّاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْمُبَارَکَاتُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ السَّادَاتِ، وَاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ ذَوِی الْمَقَامَاتِ الْعُلْیَا وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ وَاقْتَفَی اَثَرَھُمْ بِالدَّعْوَۃِ اِلٰی سَبِیْلِہٖ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ. اَمَّا بَعْدُ

عالم باعمل صاحب بصیرت اور دور اندیش داعی اسلام جناب حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم سے پہلے بھی کئی بار مدینہ منورہ میں شرف ملاقات کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی امان میں رکھے، اور آپ کی مخلصانہ مساعی جمیلہ سے مسلمانوں کو استفادہ کا موقع عنایت فرمائے، اللہ نے ہندوستان میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، احمد بن عبد الرحیم کے مولد و مسکن موضع پھلت میں

آپ کی ملاقات وزیارت کا شرف بخشا، اور پھلت کی اس جامعہ میں جس کے آپ بانی مبانی ہیں، اور جو حضرت شاہ ولی اللہ کے نام نامی سے منسوب ہے۔ جامعہ کے اساتذہ، طلباء سے مل کر آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور دل میں فرحت پیدا ہوئی، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ۔

موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ننہالی خاندان کے چشم و چراغ ہیں، جو خاندان ایک عظیم اور بابرکت خاندان ہے، پیدائشی طور پر آپ عجمی ہیں لیکن اپنی اصل اور خاندانی طور پر خالص عربی ہیں، جناب حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب علم و عمل اور دعوت الی اللہ کے میدان میں ایک ایسی مبارک درخت کی شاخ ہیں جو کہ افراط و تفریط سے پاک ہے، اور یہ درخت باصلاحیت صالح علماء اور دعاۃ کرام کے امام اور پیشوا شیخ ابوالحسن علی ندوی کی ذات گرامی قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت کے سایہ میں ڈھانپے، اور اپنی رضا عطا فرمائے۔ موصوف حضرت مولانا علی میاں ندوی کے مسترشدین میں سے بھی ہیں اور آپ کو ان جانب سے خلافت بھی حاصل ہے۔ شیخ ابو الحسن ہی کی ایما پر آپ نے دعوتی جدوجہد شروع فرمائی اور بحسن وخوبی اس کو انجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں، آپ اپنے اسلاف کے بہترین جانشین ہیں۔

علوم و معارف کے راستہ میں زبان و وطن کی اجنبیت اور دوری ایک بڑی رکاوٹ اور حجاب ہوا کرتی ہے، جو علوم سے استفادہ کیلئے مانع ہوتی ہے، اسی بناپر جناب مولانا کلیم صدیقی نے بفضلہٖ تعالیٰ عربی زبان میں ایک رسالہ ”الخیر“ اور اردو زبان میں ماہنامہ ”ارمغان“ کے نام سے دعوت اسلام اور تعلیمات اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے ، اور دسترخوان اسلام پر آنے والے ان نو وارد اور خوش قسمت حضرات کے انٹرویوز اور کارگذاریاں شائع کرنے کے لئے، جو موصوف محترم کی دعوت سے متاثر ہوکر جوق در

جوق حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں، جاری کئے ہیں۔ اللہ کے احسان اور اس کی توفیق کے نتیجہ میں شیخ کے دست حق پر اور آپ کے ذریعہ اسلام لانے والے خوش قسمت افراد کے ہاتھوں پر لاکھوں افراد مشرف باسلام ہو چکے ہیں، اور یہ خوش قسمت لوگ ہندوستان کے مختلف طبقات اور مختلف عمروں کے ہیں۔

بہت سے وہ افراد جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت یاب فرمایا ہے اور ان کے قلوب کو نور اسلام سے منور فرمایا ہے، ان کے عجیب و غریب اور عبرت آموز قصے تاریکیوں سے روشنی کی طرف آنے اور گمراہی سے ہدایت پانے کے موصوف نے دو جلدوں میں شائع فرمائے ہیں، پھر عربی زبان میں منتقل شدہ انٹرویوز کو آپ کے فیض یافتہ اور داماد جناب ڈاکٹر محمد اویس صاحب نے ایک کتاب میں یکجا کرنے کا کام شروع کیا ہے، جو کہ حجم کے اعتبار سے مختصر ہے لیکن اس کی زبان سلیس ہے اور ترجمہ بامحاورہ ہے، اللہ تعالیٰ ڈاکٹر محمد اویس صاحب کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور مزید ہمت اور توفیق بخشے۔ انھوں نے مجھے پہلی جلد ہدیہ کی ہے، جو ۲۷۰ صفحات پر مشتمل ہے، اور جس میں کل بیس خوش قسمت حضرات وخواتین کے انٹرویوز اور کارگذاریاں جمع کی گئی ہیں، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ برادرم محمد اویس صدیقی نانوتوی ایک جلیل القدر عالم دین، جناب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خاندان کے ایک فرد ہیں، مولانا قاسم نانوتویؒ اسلامی بیداری اور تعلیمات اسلام کے امام ہیں، اور آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں ہی ایک عظیم الشان دارالعلوم موضع دیوبند میں قائم ہوا، پھر اس دارالعلوم کا فیض اولاً ہندوستان میں اور ثانیاً عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں پہنچا۔ اہل علم کے نزدیک دارالعلوم ازہر ہند کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی خاندانی طور پر صدیقی ہیں، آپ کا سلسلہ

نسب حضرت ابوبکر صدیق سے جاملتا ہے، زیر نظر کتاب ''ہبات من نسیم الہدایہ'' میں جو ایک خاص قسم کی حلاوت اور شیرینی ہے وہ بغیر اس کے مطالعہ سمجھ میں آنی مشکل ہے۔اور اس کے تجرباتی مطالعہ کے لئے ایک لمبی مدت درکار ہے لیکن میں ذیل میں کچھ اہم اور قابل ذکر باتیں پیش کررہا ہوں۔

۱) اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے قلوب کی زمین بالکل ہموار ہے، اور دلوں میں ہدایت کی طلب اور پیاس موجود ہے، اور دعوت کے لئے میدان بہت کشادہ ہے، لہٰذا مخلصین حضرات اس کوچہ دعوت میں آئیں اور اپنے اپنے جوہر دکھائیں، بقول شاعر:

راستے بند ہیں سب کوچۂ دعوت کے سوا

۲) اس کتاب کے مطالعہ سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے، اور یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام بالکل فطری دین ہے، اس لئے اس کی دلیلیں بھی بالکل فطری ہیں، عقائد، عبادات اور اخلاق وغیرہ کے بیان میں اس کے لئے فلسفیانہ اور مناظرانہ انداز اور دلائل کی بالکل گنجائش نہیں ہے اور داعی اپنے مدعو کے دل کو دستک نہیں دے سکتا ہے، اور نہ اس کے قلب کے پردہ کو اٹھا سکتا ہے، مگر بالکل فطری انداز میں اور مسلسل لگن کے ساتھ۔ ایک عرصہ تک علماء اسلام اپنے ہمعصروں کے ساتھ اپنے فلسفیانہ اور مناظرانہ دلائل اور انداز کے ساتھ میدان دعوت میں مشغول ومصروف رہے۔

۳) کتاب پڑھ کر ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ داعی کے ساتھ ہمیشہ علم وحکمت کا توشہ رہنا چاہئے، تاکہ بوقت ضرورت داعی بحسن وخوبی میدان دعوت میں اس سے فائدہ اٹھاسکے۔

۴) داعی بلکہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا کردار اسلامی اخلاق کی روشنی میں آراستہ کرے تا کہ وہ دوسروں کے لئے ایک عمدہ نمونہ ثابت ہو سکے، اور صرف قول ہی سے نہیں بلکہ اپنے حال سے بہترین داعی ثابت ہو۔

۵) درج بالا فوائد کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی کتاب کے مطالعہ سے اخذ ہوتی ہے کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں کامیابی ایک God Gift (خدائی عطیہ ہے)، اور یہ بات فضیلۃ الشیخ مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتہم جیسے دعاۃ کی رہنمائی اور تجربہ سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

اخیر میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں ''ہبات من نسیم الہدایۃ'' کی دوسری جلد کا ابھی سے منتظر ہوں، اس کے اندر ہماری عقلوں کے لئے غذا اور روح کی تسکین کا سامان موجود ہے۔ بفضلہ تعالی یہ کتاب اسلام اور مسلمانوں کے لئے روشنی اور مستقبل کی بشارت دیتی ہے۔

محمد عوامہ

مدینہ منورہ

۶/رجب ۱۴۳۲ھ

تبصرہ: از حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہٗ
خلیفہ مجاز: حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ
داماد: حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ امیر جماعت تبلیغ
امین عام: جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہٗ ناظم جامعہ امام ولی اللہ پھلت، مظفر نگر، کو حق تعالیٰ شانہٗ نے دین کی دعوت اور اسلام کے عالم گیر پیغام اخوت کو برادران وطن تک پہنچانے کے لئے ایک خاص سلیقہ اور مخصوص جذبہ عطا فرمایا ہے، چنانچہ اسلامی تعلیمات سے متأثر ہو کر کثرت کے ساتھ ان کے ذریعہ قبول اسلام کا سلسلہ رواں دواں ہے، اور جس کے نتیجہ میں ہندوستان اور بیرون ہند میں تبلیغ اسلام کی ایک عظیم اور جدید تاریخ مرتب ہو رہی ہے، حق تعالیٰ شانہٗ مولانا موصوف کی حفاظت فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

پیش نظر کتاب ایسے ہی قبول اسلام کرنے والے نومسلم بھائیوں کی کہانی ہے جو خود انہی کی زبانی انٹرویو کے طور پر مرتب کی گئی ہے، مولانا مفتی محمد روشن شاہ قاسمی، اکولہ، مہاراشٹر، اس کتاب کے مرتب ہیں، کتاب اپنے مضامین کی اثر انگیزی اور دین کے خاطر جان و مال، عزت و آبرو کی قربانی دینے والوں کے عبرت انگیز حالات کی وجہ سے اس درجہ تاثیر اور کشش اپنے اندر رکھتی ہے، کہ مختصر سے مختصر عرصہ میں اس کے متعدد ایڈیشن (ہندوستان و بیرون ہند) سے شائع ہوئے، جب کہ حال ہی میں اس کا جدید ایڈیشن کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مبارک شاہ سہارنپور سے بھی شائع ہو کر آچکا ہے، کتاب چھ حصوں پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۰۸ ربرادران وطن کے قبولیت اسلام کی تاریخ اور حیرت انگیز داستان آگئی ہے، خدا کرے یہ سلسلہ دراز تر ہو اور اس مبارک جد وجہد کے ثمرات کی مزید تاریخ اور داستان امت مسلمہ کو پڑھنے بلکہ نصیحت اور اثر پذیری کے لئے ملتی رہے۔

(ماہنامہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور جون، جولائی ۲۰۱۰ء)

حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہٗ
چھٹی جلد پر دوسرا تبصرہ

اس کتاب کے ابتدائی متعدد حصوں پر ماہنامہ یادگار شیخ سہارنپور کی گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں مفصل تبصرہ شائع ہو چکا ہے، اب حال ہی میں کتاب کی جلد ششم مولانا مفتی محمد روشن شاہ قاسمی کی نظر عنایت اور توجہ سے ہمیں حاصل ہوئی۔

اس تازہ شائع شدہ جلد میں بھی اسلام قبول کرنے والے نومسلم بھائیوں کے دینی جذبات مجاہدات اور قربانیوں سے بھرپور کہانی خود انہی کی زبانی مرتب کی گئی ہے، اس میں اٹھارہ نومسلم بھائیوں اور بہنوں کے ایسے ایمان افروز حالات ہیں جوان کو کفر سے اسلام کی طرف اور ضلالت سے ہدایت کی طرف آنے میں پیش آئے، اور جس سے ان کے ایمان، اخلاق، اعمال اور کردار میں پختگی اور مضبوطی آئی

اس جلد کے آغاز میں شیخ اسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زادمجدہٗ کا تحریر فرمودہ پیش لفظ بھی ہے جس میں حضرت موصوف نے کتاب کے مضامین کو سراہتے ہوئے اس کو ہر طبقہ فکر میں پہنچانے کی نہ صرف ترغیب دی ہے بلکہ دین حق کی نشر و اشاعت اور اس کی دعات کے کام کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بنانے کی تحریک بھی فرمائی ہے۔

نیز اسلام کے جلیل القدر محدث فضیلۃ الشیخ محمد عوامہ مدینہ منورہ نے بھی کتاب کو اپنی تقریظ سے مزین کرتے ہوئے مسرت وخوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ مولانا محمد کلیم صدیقی کو اپنی دعاؤں سے نوازا ہے۔

کتاب کے صفحات ۲۴۰ ہیں اور سائز ۲۰×۲۶ ہے، مکتبہ دارالعلوم سونوری ضلع اکولہ مہاراشٹر سے کتاب کا پہلا ایڈیشن ۲۰۱۳ء میں اشاعت پذیر ہوا ہے، مولانا عبدالسلام صاحب پوتوی مظاہری اور مولانا محمد الیاس بندے الٰہی صاحب مظاہری ناظم دعوۃ الحق اون ضلع سورت کے قلم سے مختلف جہت سے ہونے والی خدمات نے کتاب کو مزید سہل اور آسان بنادیا ہے۔ اللہ جل شانہ اس خدمت کو قبول فرمائے، مثمر ثمرات وبرکات بنائے، آمین

ماخوذ از: ماہنامہ یادگار شیخ

نسیم ہدایت کے جھونکے پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے مفتی، حضرت مولانا مفتی محمد شعیب صاحب مدظلہ کا تبصرہ

مذکورہ کتاب کوئی مستقل تصنیف وتالیف تو نہیں مگر اپنی افادیت اور اثر آفرینی کی باعث مستقل تصنیف وتالیف سے بڑھ کر ہے در اصل یہ کتاب ان نومسلم بھائیوں کی داستان حیات ہے جنہوں نے کفر وشرک سے بیزار ہو کر بالواسطہ یا بلاواسطہ داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم کے دست حق پرست پر کفر وشرک سے توبہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے حالت کفر میں مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے ہراول دستے کی قیادت کی اور اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے اس میں جی جان سے لگے تا کہ ان کی آتما (روح) کو سکون وچین ملے مگر انہیں سکون کے بجائے بے سکونی، بے چینی، ڈر اور خوف ملا۔ اور بالآخر انہیں چین وسکون اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں نصیب ہوا اور پھر اسلام لانے کی پاداش میں ہر تکلیف کو برداشت کیا مگر کوئی تکلیف بھی ان کے پاؤں کو متزلزل نہیں کر سکی۔ در حقیقت ان نومسلم بھائیوں کی یہ داستان ایمان ہم جیسے خاندانی مسلمانوں کو خواب غفلت سے جھنجوڑتی اور ہماری حقیقت کو آئینہ دکھاتی ہے اور بلاشبہ بعض مرتبہ اپنے اوپر شک گذرنے لگتا ہے کہ ہم مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔

اس لئے کتاب کی خوبیوں کا اندازہ تو صرف پڑھنے ہی سے ہوگا کتاب ہر خاص وعام کے پڑھنے کی ہے خصوصاً دعوتی کام کرنے والوں کے لئے تو بہت ہی اہم ہے کیونکہ اس سے نیا عزم وحوصلہ ملے گا نئی راہیں کھلیں گی اور دعوتی کام میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کرنا آسان ہو جائے گا۔

(ماخوذ از ماہنامہ مظاہر علوم جنوری ۲۰۱۰ء ص ۴۷)

تبصرہ از: ماہنامہ اشرف الجرائد

مدیر: حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم

مبصر: حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی مدظلہ

استاذ ادارہ اشرف العلوم، حیدرآباد

انسان کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ دوسروں کو دیکھ کر کام کرتا ہے، جیسے کہ ہابیل وقابیل کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوّے کے ذریعے انسان کو دفنانا سکھلایا اس طرح نقل کر کے کام کرنا دینی اور دنیوی امور ہر دور میں جاری وساری ہے، اہل نظر سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عوام میں سے کچھ لوگ اپنا آئیڈیل فلمی ہیرو، کھلاڑی یا کسی اور کو بناتے ہیں اور عوام کی زندگی سے ان کے آئیڈیل کا طرز چھلکتا ہے اسی طرح بہت سے لوگ اپنا آئیڈیل اور راہ نما اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے کسی کو بناتے ہیں اور ان کی طرز زندگی کو اپنا مشعل راہ بناتے ہیں، جو لوگ اللہ والوں کو چھوڑ کر کسی اور اپنا راہ نما بناتے ہیں دیکھنے میں آیا ہے کہ ان کی دینی بیزاری بڑھتی چلی جاتی ہے اسی طرح جو لوگ اہل اللہ کو راہ نما بناتے ہیں ان کی دین داری اور دین سے قربت بڑھتی چلی جاتی ہے، کیونکہ ضابطہ ہے کہ ”المرء مع من احب“ (آدمی اپنے چاہنے والے کے ساتھ ہوتا ہے)۔

الغرض بہت سے غیر مسلم بھائی نیک لوگوں سے متاثر ہوجاتے ہیں، ان کے اعمال اور اخلاق سے قریب ہوتے ہیں نتیجۃً بمشیت ایزدی مسلمان بھی ہوجاتے ہیں خصوصاً جب کہ ان غیر مسلموں کا واسطہ کسی داعیٔ اسلام سے ہوجائے تو وہ بھی اسلام قبول کر کے داعیٔ اسلام اور مبلغ بن جاتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب اسلام قبول کرنے والے نومسلم بھائیوں کی کہانی خود ان کی زبانی (نسیم ہدایت کے جھونکے) جلد ششم ایسے ہی نومسلم بھائیوں کی سرگذشت ہے جو ایک اللہ والے (مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہٗ) سے متاثر ہو کر اسلام قبول کئے ہیں ان کے ایمان لانے کی داستان انٹرویو کی شکل میں ماہنامہ ارمغان سے چھپ کر قارئین کی نظر نواز ہوئی، اس کا افادہ کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد روشن شاہ صاحب قاسمی نے مکتبہ دارالعلوم سونوری سے بہترین کاغذ اور دیدہ زیب سرورق سے چھاپا ہے، جس میں حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب وقیع مقدمہ اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ کا پیش لفظ بھی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کی سابقہ پانچ جلدوں کی طرح اس ساتویں جلد کو بھی مقبول عام بنائے اور مرتب اور خود ان کے اہل ایمان کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے، آمین۔

ماخوذ از ماہنامہ اشرف الجرائد ماہ مارچ ۲۰۱۲ء

تبصرہ: از: ماہنامہ "یادگارِ اسلاف" اجراڑہ ضلع میرٹھ (یوپی)

زیر سرپرستی: حضرت مولانا حکیم عبداللہ صاحب مغیثی دامت برکاتہم

مبصر: حضرت مولانا احمد صاحب میرٹھی قاسمی مدظلہٗ

زیر نظر کتاب "نسیم ہدیت کے جھونکے" بارگاہِ ایزدی کے ان مقربین و منتخبین بندگان خدا کی سرگزشت و حالاتِ زندگی بیان کرتی ہے جو ماضی قریب ہی میں کفر و شرک کی آلائشوں سے تائب ہو کر اسلام کی ابدی ولازوال نعمت عظمیٰ سے سرفراز اور دین حق کی گھنی چھاؤں میں پناہ گزین ہوئے ہیں، اسلام قبول کرنے والے نو مسلم بھائی بہنوں کی کہانی بشکل انٹرویو خود انہیں کی زبانی اس کتاب میں نہایت سادہ و عام فہم بان میں بڑے سلیقہ سے بیان کی گئی ہے، بالخصوص ان حضرات کی آپ بیتی اس کتاب کا حصہ ہے جو محض اللہ کے فضل و عنایت اور داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی سعی و محنت کی بدولت عذابِ دائمی سے محفوظ اور نجات اخروی کے مستحق ہو سکے۔

مغربی اتر پردیش کے ممتاز علماء میں شمار حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب داعیٔ اسلام کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں، انہیں کے دست حق پرست پر ان کی دعوتِ دین کے نتیجہ میں اسلام قبول کرنے والے حضرات کی داستان پر مشتمل یہ کتاب "نسیم ہدایت کے جھونکے" دراصل (کوئی مستقل تصنیف نہ ہو کر) حضرت مولانا موصوف کی سربراہی میں نکلنے والے دینی علمی دعوتی ماہنامہ "ارمغان" کا مستقل کالم ہے، جس کو جمع کر کے کتابی شکل دیدی گئی ہے، دو خواتین سمیت مسلم معاشرہ کے ۱۸/ ہدایت یافتہ نو واردوں کے انٹرویوز پر مبنی یہ کتاب اس سلسلہ کی چھٹی جلد ہے، جس کی جمع و ترتیب میں دارالعلوم سونوری آکولہ مہاراشٹر کے مہتمم، ہوشمند و باذوق عالم دین مفتی محمد روشن شاہ قاسمی نے

نہایت اہتمام سے کام لیا ہے، مفتی صاحب موصوف اس سلسلہ میں نو آموز نہیں اس میدان کے پرانی کھلاڑی ہیں یہ وہی مفتی روشن قاسمی ہیں جو ازیں قبل اکابر جماعت تبلیغ کے ملفوظات وفرمودات کی جمع واشاعت کا کا حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے ہیں۔

آج جبکہ عالمی پیمانہ پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا اپنے عروج کی انتہاء پر ہے اور مسلمان عام طور سے دعوت دین کے بنیادی فریضہ سے پہلوتہی کے مرتکب ہورہے ہیں، ایسے میں اللہ نے جہاں کچھ باحوصلہ افراد کو اپنے گم کردہ راہ بندوں کی نجات کے لئے منتخب فرما دیا وہیں اس مخالفانہ شدومد کے نتیجہ میں بھی دیگر اقوام کے اندر تجسس کا جذبہ پیدا ہوا جو قبول اسلام کے واقعات میں اضافہ کا موجب بنا اور مخالفانہ رویہ چونکہ مغرب میں زیادہ ہے اس لئے قبول اسلام کا تناسب بھی وہیں زیادہ ہے، لوگ تلاش حق کے لئے کے لئے بیدار ہوئے ہیں اور کیوں نہ ہوں۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

قبول اسلام کے واقعات اگرچہ مغربی ممالک میں بکثرت وقوع پذیر ہورہے ہیں تاہم اپنی سرزمین سے جڑے واقعات سے جذباتی تعلق دوہرا ہوتا ہے چنانچہ اس کتاب میں مقامی نومسلم حضرات کے انٹرویوز ہی شامل کئے گئے ہیں جن کو پڑھ کر اسلامی خوبیوں اور خصوصیت پر روشنی پڑتی ہے جن سے متاثر ہوکر نہ صرف یہ کہ انہوں نے دامن اسلام میں پناہ لی بلکہ ان پر اسلام کی حقانیت اجاگر ہونے کے بعد دعوتی جذبہ بھی بیدار ہوا، انہوں دعوت اپنا میدان کار بنایا اور پھر چراغ سے چراغ جلنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ کتاب کے مطالعہ سے وہ غیر مرئی مسرت، اندرونی خوشی اور ناقابل بیان فرحت حاصل ہوتی ہے جس

کا تعلق صرف احساس سے ہے اور جس کی کیفیت کو مطالعہ کے بغیر محسوس نہیں کیا جا سکتا اس سے جہاں اسلام کے روشن مستقبل اور فطرت انسانی کے عین مطابق کو سمجھا جا سکتا ہے، فرزندان توحید کے اندر اسلام کی حقانیت و سر بلندی کا مزید احساس اور خود اعتمادی کا جذبہ بیدار ہوگا، انشاء اللہ ایسے واقعات ایمانی حرارت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، امید ہے کہ یہ کتاب بھی خاندانی مسلمانوں کے داعیانہ جذبات کی مہمیز کرنے کا ذریعہ بنے گی جو ہماری ملی و مذہبی فریضہ ہے اور جس میں ہم سے بڑی کوتاہی ہو رہی ہے اور محرومی ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے۔

کتاب میں شامل مفکر اسلام جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی اور محدث عصر شیخ عوامہ مدظلہما جیسے اکابر کی تحریرات اور توصیفی کلمات سند کا درجہ رکھتے ہیں، سادہ مگر دیدہ زیب چہار رنگ سرورق مناسب عمدہ طباعت اور کمپیوٹر کتابت سے آراستہ اس کتاب میں آسمان کو چھوتی گرانی کے باوجود کاغذ کے غیر معیاری ہونے کا احساس ہوتا ہے اور تصحیح کی غلطیاں جا بجا رہ گئی ہیں امید کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر لی جائیگی۔

ماخوذ از ماہنامہ "یادگار اسلاف" مارچ ۲۰۱۲ء

تبصرہ از: ''ماہنامہ المحمود'' میرٹھ (یوپی)

بانی و مدیر حضرت اقدس مولانا مفتی محمد فاروق صاحبؒ

مبصر حضرت مولانا مفتی گلزار احمد صاحب دامت برکاتہم

استاذ: جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

مرتب کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے، تصنیف و تالیف کی راہ سے دین کے مختلف میدانوں میں داد تحسین حاصل کر چکے ہیں، پیش نظر کتاب ان خوش نصیب بندوں کے انٹرویوز ہیں جو کفر شرک سے بیزار ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، یہ دلچسپ داستانیں گرچہ اس سے قبل ماہنامہ ''ارمغان'' میں شائع ہو چکی ہیں، تاہم موصوف نے اس کو کتابی شکل دے کر ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے، یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے جس میں ایک سو بائیس برادان وطن کی قبولیت اسلام کی تاریخ مرکوز ہے، کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قلوب کی زمین بالکل ہموار ہے، دلوں میں ہدایت کی طلب اور پیاس ہے، دعوت کے لئے میدان بہت کشادہ ہے اسلام ایک فطری دین ہے، دعوت الی اللہ کے میدان میں کامیابی ایک خدائی عطیہ ہے یہ کتاب اسلام اور مسلمانوں کے لئے روشنی اور مستقبل کی بشارت دیتی ہے، ضرورت ہے کہ یہ کتاب ہر طبقہ فکر میں پہونچائی جائے، یہ مسلمانوں کے لئے ایک مہمیز کا کام انجام دے گی خصوصاً دعوتی کام کرنے والوں کے لئے تو یہ ایک انمول تحفہ ہے، مکتبہ دار العلوم سونوری (مہاراشٹر) جمعیۃ شاہ ولی اللہ پھلت (یوپی) وارارقم بٹلہ ہاوس (دہلی) بستی حضرت نظام الدین دہلی سے کتاب کو حاصل کیا جا سکتا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب کو نافع بنائے دین حق کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنائے، آمین!

ماخوذ از: ماہنامہ ''المحمود'' فروری ۲۰۱۳

حقیقت یہ ہے کہ بعض نومسلموں کے حالات پڑھ کر میں اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ سکا

(شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

نوٹ: ماہنامہ ارمغان پھلت کے بیس سال مکمل ہونے پر حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اپنے ارسال کردہ پیغام میں نسیم ہدایت کے جھونکے کا بھی تذکرہ فرمایا ہے اسی مناسبت سے اس پیغام کو نسیم ہدایت کی اس آٹھویں جلد میں نقل کیا جارہا ہے۔ ازمرتب

یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ ماہنامہ ارمغان ولی اللہ اکیسویں سال میں قدم رکھ رہا ہے، اور یہ جان کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بیس سال تک پابندی کے ساتھ یہ ماہنامہ شائع ہوتا رہا ہے کبھی ناغہ نہیں ہوا، یہ بات ہی عجیب بات ہے، اس لئے کہ اردو رسالہ نکالنا ہاتھی پالنا ہے لوگوں کی رغبتیں اردو مجلات کی طرف بے حد سست ہیں، ایسے ماحول میں ارمغان کا بلا ناغہ اشاعت پذیر ہونا آپ کی اور آپ کے رفقا کی ہمت ہے، جس کی داد دیئے بغیر نہیں رہا جاسکتا، اب تو انشاء اللہ آپ حضرات گھاٹی سے نکل گئے ہیں اب انشاء اللہ کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبول فرمائے، اور اس کے فیوض کو عام و تام فرمائیں آمین

غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا اہم ترین فریضہ ہے اسلام کے ارکان خمسہ میں پہلا رکن توحید و رسالت محمدی کی گواہی دینا ہے اور گواہی منکر کے سامنے دی جاتی ہے اور اذان میں اگرچہ پانچ وقت یہ گواہی دی جاتی ہے، غیر مسلم سنتے بھی ہیں مگر اس کو سمجھتا کون ہے پس وہ دعوت ناکافی ہے، سورۂ ابراہیم میں ارشاد پاک ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ

یُشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تا کہ وہ ان کے سامنے دین کو کھول کر بیان کرے، پھر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں اور وہی غالب حکمت والے ہیں۔

اس آیت سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ ہر قوم کو اس کی زبان میں دعوت دی جاتی ہے، تبھی دعوت کا فائدہ سامنے آئے گا، آپ کا کام الحمدللہ عربی، اردو، ہندی تینوں زبانوں میں ہے، اور اس کا فائدہ دن بدن محسوس کیا جارہا ہے، اس وقت بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ اس فریضہ کی طرف سے عمومی غفلت پائی جاتی ہے، آپ جیسے چند باتوفیق حضرات اس فرض کفایہ کو انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں اور آپ کے ساتھیوں میں برکت فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ان بندوں کو جو جہنم کی طرف بگ ٹٹ دوڑ رہے ہیں، سمجھ بوجھ عطا فرمائیں اور ان کو راہ راست کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

حقیقت یہ کہ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، بہت سے لوگوں کو آپ کی کوششوں سے ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہے، **میں عرصہ سے ارمغان پڑھتا ہوں پھر اس کا کالم نسیم ہدایت کے جھونکے" جو کتابی شکل میں مرتب ہوا ہے اس کو بھی میں نے پڑھا ہے، حقیقت یہ ہے کہ بعض نومسلموں کے حالات پڑھ کر میں اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ سکا خاص طور پر حرا بہن کا واقعہ جو جل رہی تھی اور کہہ رہی تھی اے اللہ آپ اپنی حرا کو دیکھ رہے ہیں نا**، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے درجات کو بلند کریں کس قدر مضبوط ایمان تھا اس کا، کاش اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان میں بھی پختگی پیدا فرمادیں، آپ کا کام شب دیجور میں چراغ جلانے کا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے کام کو چودھویں رات کی روشنی عطا فرمائیں، اور اللہ ظلمت کدہ ہند میں قندیل ایمانی ثابت

آخر۔

پہلے میں آپ سے متعارف نہیں تھا، مگر جب کچھ حضرات نے آپ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا تو میں نے سوچا کہ میں پہلے آپ کا جائزہ لوں، آپ کو یاد ہو گا جب میں پہلی مرتبہ آپ کے یہاں پھلت آیا تو وہ آپ کا جائزہ لینے آیا تھا، میں نے آپ کے گھر میں قیام کیا، اور گرد و پیش کو بغور دیکھا آپ کے یہاں ایک کمرہ تو ڈھنگ کا تھا، اور ہونا ہی چاہئے تھا، کیونکہ آپ کے پاس طرح طرح کے مہمان آتے ہیں، مگر اس کے علاوہ آپ کا ماحول ایک غریب آدمی کا گھر نظر آیا، دوسرے گھروں اور آپ کے گھروں میں میں نے کوئی فرق محسوس نہیں کیا، اس وقت میرے ذہن نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ بندہ دنیا کا طالب نہیں ہے جو لوگ دنیا جمع کرتے ہیں اس کا سب سے پہلا اثر اس کی ذات اور اس کے رہن سہن پر پڑتا ہے، الحمدللہ میں نے آپ کے گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں پائی اور میں مطمئن ہو کر لوٹا۔

دوسرا پروپیگنڈہ آپ کے خلاف کیا جاتا تھا کہ آپ تبلیغی جماعت کے خلاف ہیں مگر جب میں نے نو مسلموں کے حالات پڑھے کہ ہر ایمان قبول کرنے والے کو آپ جماعت میں نکلنے کا مشورہ دیتے ہیں، تو میری یہ غلط فہمی بھی دور ہو گئی، جاننا چاہئے کہ دعوت و تبلیغ دو علاحدہ علاحدہ کام ہیں، غیر مسلموں کو دین کی طرف بلانا دعوت ہے "وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان میں سے ہوں، یعنی اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرے، اور اسلام کی تعلیمات کا نمونہ بنے تو اس سے دعوت میں اثر پیدا ہو گا۔

اور تبلیغ نام ہے مسلمانوں تک دین پہنچانے کا اللہ پاک کا ارشاد ہے "یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ" اے پیغمبر آپ پہنچا ئیں وہ دین جو آپ کی طرف اتارا گیا ہے، اور حدیث میں "بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً" میری طرف سے پہنچاؤ اگر تم نے ایک

آیت بھی یکھی ہے اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کا کام مسلمانوں کی حد تک ہے یہ الگ بات ہے کہ اس کے ضمن میں دوسرا کام بھی آتا ہے، تبلیغی جماعت کی محنت سے بعض غیر مسلموں کو ایمان ملا اور دعوت کی لائن سے جو مسلمان ہوتے ہیں ان کو دین سکھایا جاتا ہے، مگر اصالۃ یہ دونوں کام الگ الگ ہیں، آپ کا کام دعوت اسلام کا ہے اور تبلیغی جماعت کا کام مسلمانوں کو سنوارنے کا ہے، پس یہ ایک پرندہ کے دو پر ہیں، دونوں پر سلامت ہوں گے تو ہی پرندہ اڑے گا، پس آپ کے کام کو جماعت کے کام کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہئے، اللہ اس بات کو سمجھنے کی احباب کو توفیق عطا فرمائیں۔

آپ کے کام کے سلسلہ میں ایک شکایت مجھے یہ بھی پہنچی تھی کہ مولانا کلیم صاحب کے کام کی حقیقت کچھ نہیں محض پروپیگنڈہ ہے فلاں جگہ اتنے مسلمان ہو گئے جب کہ ایک شخص کے مسلمان ہونے سے ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے اور یہاں سیکڑوں مسلمان ہوتے ہیں اور کوئی بات پیدا نہیں ہوتی، میں نے اس کا بھی جائزہ لیا، ہندوستان کے مختلف حصوں میں دارالعلوم کے فضلاء ہیں، میں نے مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کیں تو میرے علم یہ بات آئی کہ یہ محض پروپیگنڈہ نہیں ہے واقعی ایمان کی روشنی پھیل رہی ہے، رہا مبالغہ تو ہر شخص کرتا ہے، مدرسہ والے بھی کرتے ہیں تبلیغ والے بھی کرتے ہیں، اگر آپ کے احباب کرتے ہیں تو اس میں کوئی استعجاب کی بات نہیں۔

پتہ نہیں میں کیا لکھوا رہا ہوں، مجھے تو پیغام دینا ہے، پس ضروری نہیں کہ میری یہ سب باتیں آپ شائع کریں، بیسویں سال کی تکمیل پر ارمغان کے سرپرست، مدیر اور دیگر کارکنان کی ثابت قدمی پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حضرات کی محنتوں کو قبول فرمائیں اور رسالہ کو دن دوگنی ترقیات سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین۔

املاہ

(حضرت اقدس مولانا مفتی) سعید احمد صاحب پالنپوری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

ماخوذ از ماہنامہ ارمغان جنوری ۲۰۱۳ء ص ۱۷

تقریظ

حضرت مولانا وصی سلیمان صاحب ندوی زید مجدہم

استاذ تفسیر و فقہ جامعۃ الامام شاہ ولی اللہ و ایڈیٹر ماہنامہ ارمغان، پھلت، مظفر نگر یوپی

دعوتِ دین مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داری ہے، اسی عمل سے ان کی سربلندی اور سرفرازی رہی۔ اور اس کو ترک کرنے کی وجہ سے وہ خدا و خلق کی نگاہ میں بے اعتبار اور بے حیثیت ہوتے گئے، مسلمانوں کو موجودہ زمانہ میں جتنے مسائل درپیش ہیں اور ان کی انفرادی اور اجتماعی حیثیت کے لئے جو چیلنج موجود ہیں ان سب کا حل اور مشترک علاج کارِ دعوت سے عملاً وابستگی ہے، اسپین کے مسلمان دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے کس چیز میں پیچھے تھے؟ مال و دولت کی ان کے پاس کمی نہیں تھی علم و فن فلسفہ و سائنس میں دنیا کی پیشوائی کر رہے تھے، لیکن داعیانہ صفت کے فقدان کے بعد کوئی دنیاوی اور علمی ترقی ان کے قومی اور مذہبی وجود کی ضامن نہیں بن سکی۔

اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ دنیا کے ہر خطہ میں اپنے مذہب و عقیدہ اور تہذیبی و ثقافتی شناخت کے ساتھ باعزت زندگی گزاریں اور انہیں آبرومندانہ پھلنے پھولنے کے مواقع حاصل ہوں تو انہیں سب سے پہلے اس کارِ منصبی کی طرف پوری توجہ کرنی ہی پڑے گی قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیتوں کے سیاق و سباق اسکے ظاہر و باطن اور بین السطور پر غور کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ:۶۷) اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دو، اگر تم نے یہ نہ کیا تو تم نے کارِ رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تم کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا، ماہنامہ ارمغان (پھلت ضلع مظفر نگر یوپی) جو ایک خالص دینی دعوتی رسالہ ہے اس کے مقاصد میں ابتداہی سے یہ جذبہ شامل ہے کہ خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے اور

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے کے لئے ملت اسلامیہ کو آمادہ کیا جائے اور انہیں ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے اس سلسلہ میں دینی دعوتی ذہن رکھنے والے اہل قلم خصوصاً داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کی مختلف موضوعات کی دعوتی تحریروں کے ساتھ ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' کے عنوان سے ہر ماہ اسلام قبول کرنے والی ایک خوش نصیب شخصیت کے انٹرویوز کا سلسلہ شروع کیا گیا الحمدللہ یہ سلسلہ توقع سے بڑھ کر کارآمد اور مفید ثابت ہوا اور اس نے ملک کی جامد فضا میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا، خصوصاً دعوت کی راہ کے مختلف مسائل کو سمجھنے اور اس سلسلہ کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی راہ ہموار ہوئی اور بڑے پیمانے پر دعوتی ذہن سازی کا کام انجام پایا، ایک ارب سے زائد آبادی کے اس ملک میں جہاں تقریباً ہر پانچواں فرد مسلمان ہے اور خیر امت ہونے کے سبب داعی الی اللہ کے منصب پر فائز ہے، اتنی بڑی تعداد تک یہ پیغام پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر صوبہ اور ہر شہر سے یہ آواز بلند ہو اور چراغ سے چراغ جلتے رہیں، مقام شکر ہے کہ ملک کے ایک ممتاز عالم و مصنف اور داعی دین مفتی محمد روشن شاہ قاسمی نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور ان انٹرویوز کو نئی ترتیب و تزئین کے ساتھ پیش کر دیا موجودہ زمانہ میں دعوت کے لئے ماحول بہت سازگار ہے، پوری دنیا میں قبول اسلام کی لہر چل رہی ہے اور لوگ از خود اسلام کی خیر کی طرف لپک رہے ہیں اس لئے اگر تھوڑی سی دردمندی اور انسانیت کو دوزخ سے بچانے کی تڑپ اور فکر کے ساتھ دعوت پیش کی جائے تو توقع سے بڑھ کر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں، ان تمام انٹرویوز کا یہی مشترکہ پیغام ہے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی اس دردمندانہ گفتگو پر یہ تحریر ختم کی جاتی ہے: کیا اسلام کے لئے اب بھی وقت نہیں آیا کہ وہ اقوام بھی دریوزہ گری چھوڑ کر اپنے روایتی استغناء اور غیرت مندی کی بنیادوں پر کھڑی ہوں اور اپنے اساسی مقصد (دعوت الی اللہ) کو سنبھالے جس سے اس کی حقیقی برتری کا جلوہ دنیا پھر ایک بار دیکھ لے جو صرف دعوت دین ہی کے راستے سے نمایاں ہو سکتا ہے۔''

(دینی دعوت کے قرآنی اصول، مؤلفہ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ ص:۱۶) **وصی سلیمان ندوی** ۸ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

آغازِ سخن

آیئے عہدِ وفا تازہ کریں

زمین و آسمان کے مالک جس نے اس پوری کائنات کو اپنے حکم سے پیدا فرمایا اس کو خوبصورتی عطا کی اور اپنی انگنت مخلوقات سے اس کو آباد کیا، اس نے اس پوری کائنات کو اپنے تعارف، پہچان اور شناخت کا ذریعہ بنا دیا، اسی نے اس کی حکمرانی، پاسبانی اور نگرانی کے لئے بطور انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس عالم میں اپنا نائب بنایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (ترجمہ: میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں) اور حضرت انسان کی رہنمائی اور رہبری اور رشد و ہدایت کی راہ پر لانے کے لئے نبیوں کا ایک طویل سلسلہ جاری فرمایا جو حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر آ کر ختم ہوتا کہ یہ انسان وہ عہد الست بھول نہ جائے جو اس نے عالم بالا میں اپنے پروردگار سے کیا تھا، اللہ کے یہ برگزیدہ بندے اپنے اپنے دور میں قوموں، قبیلوں اور خاندانوں میں بھیجے گئے اور دین کا، ایمان کا، اخلاق کا، انسانیت کا سبق بھٹکے ہوئے انسانوں کو دیتے رہے اور اخیر میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کارزار عالم میں اس سلسلہ کی آخری کڑی بن کر تشریف لائے اور دنیا کے باطل ایوانوں میں توحید خداوندی کی ایک پر اثر آواز سے لرزہ پیدا کر دیا اور انسان کو انسانیت کا وہ سبق جو اس نے بھلا دیا تھا پوری قوت، طاقت، ہمت اور قربانی کے ساتھ یاد دلایا آپ ﷺ کی یہ آواز کہ ''اے لوگو! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے'' مکہ کے ایک پتھر پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہوئی اور پورے عالم میں پھیل گئی آپ ﷺ اپنے ساتھ خدا کی طرف سے ایسا دستور العمل اور قانون و شریعت لیکر آئے جو انسانی

فطرت کا ہمراز اور دم ساز تھا زمین و آسمان نے کبھی اتنے موثر اور ہمہ گیر قانون کا تجربہ نہیں کیا تھا بالهذا باطل کے سارے نظام ان کے نظام کے سامنے فیل ہو گئے اور قرآنی تعلیمات، اس کی آیات اور نشانات کے ذریعے انسان نے انسانیت کا ایسا سویرا دیکھا جس میں ساری تاریکیاں کافور ہو گئیں۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ (سورہ الصف آیت:۹) ترجمہ: وہی ہے جس نے ہدایت اور سچا دین دیکر اپنے رسول ﷺ کو بھیجا تا کہ دین کے تمام بناوٹی شکلوں پر اس سچے دین کو غالب کر دے چاہے مشرک لوگ کتنا ہی برا مانتے رہ جائیں' یہ لازوال ابدی ہدایت کا سرچشمہ وہ قرآن مجید ہے جس کے بارے میں خود اس کے بھیجنے والے نے یہ کہا "یہ ایک پیغام ہے تمام انسانوں کے لئے اور یہ بھیجا گیا اس لئے کہ ان کو اس کے ذریعے خبردار کیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے۔"

محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صرف رہبر انسانیت ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ ان کو شرافت اور زندگی کے لئے صلاح وفلاح اور صفات حسنہ کا نمونہ بھی بنا کر بھیجا مزید یہ کہ انسانیت کو راہ راست اور معیار اعلیٰ پر لانے کے لئے ایسی کاوش کے ساتھ بھیجا جس سے انسانوں کو جانوروں جیسی بے مہار زندگی سے نکل کر خیر و کامیابی کی زندگی میں داخل ہونے کی راہ ملی، رب العالمین نے اسی بنیاد پر ان کو رحمت للعالمینی کی صفت عطا فرمائی ،وہ امت جس کی طرف آپ بھیجے گئے اس کو بھی دعوت الی اللہ اور کلمہ توحید کو عام کرنے کے لئے ایسے مکلف بنایا گیا کہ جس کے کرنے پر ہی اسکی خیر وفلاح اور کامیابی و کامرانی کو مقدر کیا گیا، کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ...الخ، لہٰذا تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ امت نے جب جب دعوت کی ذمہ داری کو پورا کیا وہ کامیاب رہی اور جب جب اس فریضہ سے

غافل ہوئی امت ذلت و رسوائی سے دو چار ہوئی ، انفرادی اعتبار سے ہو یا اجتماعی اعتبار سے جب جب پیاسی قوموں تک حق وصداقت کی بات اورکلمہ توحید کی دعوت پیش کی گئی ،ایمان واسلام کی بارشیں برسیں ،نسیم ہدایت کے جھونکے چلے اور اس کے دامن میں سلگتی، سسکتی، تڑپتی، کراہتی انسانیت نے راحت و آرام چین وسکون اور اطمینان کی سانس لی آج کے اس پُرآشوب دور میں بھی الحمدللہ جو لوگ اس فرض منصبی کو ادا کرنے میں سرفروشانہ جدوجہد کر رہے ہیں،خداوند عالم اپنے فضل اور ان کی محنتوں سے بھٹکتے انسانوں کو جادہ حق وصراط مستقیم سے ہم کنار کر رہا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی تڑپ کڑھن سوز و اضطراب اور انکا ورد لے کر پوری انسانیت کو مخلوق پرستی کی لعنت سے نکال کر خالق سے جوڑنے اور کفر اور شرک کی بھول بھلیوں سے نکال کر توحید کی شاہ راہ پر لانے کی کوشش کریں، اسی کے ساتھ یہ موازنہ بھی کریں کہ اس فرض منصبی کو ادا کرنے میں ہم کہاں تک اپنی ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں، اور جو واقعات آپ ﷺ کی زندگی میں پیش آئے ہمیں ان سے کہاں تک مناسبت ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے اس ذمہ داری کو پس پشت ڈال دیا کہیں ایسا تو نہیں کہ دھکے کھا کھا کر جس پیغام کو رسول اللہ ﷺ نے ہم تک پہنچایا تھا اسے ہم دھکے دے دے کر اپنے گھروں سے نکال رہے ہیں کیا کسی کو کفر وشرک کی حالت میں دیکھ کر ہمارا دل بے چین ہوتا ہے، کیا کسی کو کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے دیکھ کر ہماری آنکھیں نم ہوتی ہیں، کیا طائف کے واقعہ کی کوئی جھلک ہماری زندگی میں پیش آئی کیا خواب میں بھی دعوت کے لئے کسی گھاٹی میں نظر بندی کی سعادت ہمیں نصیب ہوئی ہے، پھر ہم کیسے آپ کے امتی ہیں امت کے کندھوں پر ڈالی گئی ان آفاقی ذمہ داریوں کا تقاضہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے فرض منصبی کو سمجھیں اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر

دعوت الی الایمان کے لئے متحرک ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو وفا کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں اور امت کی زبوں حالی پستی و ذلت کا علاج اسی نسخہ شفاء سے کریں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے ہر فرد کے ہاتھوں میں دیا تھا، اللہ ہم سب کو اپنا فرض منصبی ادا کرنے کی توفیق دے۔

محمد روشن شاہ قاسمی

(۱۴۴) دعوتی شعور ارتداد کے مسئلہ کا حل ہے

جناب سراج الدین بھائی سے ایک ملاقات

اقتباس

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جاہلی عرب شاعر کی اس بات کی تعریف کی ہے کہ اس نے کیسی سچی بات کہی، جس کا مفہوم یہ تھا: ہوشیار! اللہ کے علاوہ جن چیزوں کا ذکر اور اہمیت دی جاتی ہے وہ سب باطل ہیں، سچی بات یہ ہے کہ یہ ایمان ہی ہے یہی ساری کائنات اور ہر انسان کی سب سے بڑی ضرورت اور مسائل کا حل ہے، کہ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مرضی سے ہوتا ہے، اور اس کی مرضی اور منشا کے خلاف کسی سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

احمد اوّاہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سراج الدین: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: السلام علیکم

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

س: سراج الدین بھائی آپ آج کل کہاں رہ رہے ہیں اور کیا کررہے ہیں؟

ج: میں آج کل میوات میں رہ رہا ہوں، میں پتھر والوں کے یہاں منیم گیری کررہا ہوں۔

س: سنا ہے وہاں آپ نے مکان بھی بنالیا اور آپ کی شادی بھی ہوگئی ہے؟

ج: الحمدللہ وہاں پر میرے اللہ نے سر چھپانے کے لئے ایک گھر دے دیا ہے، اگرچہ وہ قرض سے بنا ہے اور ابھی پوری طرح مکمل بھی نہیں ہوا ہے مگر پھر بھی اپنا ہوگیا ہے اور قرض بھی اللہ تعالی نے کافی ادا کرادیا ہے، اور الحمدللہ شادی بھی حضرت نے گورکھپور کی ایک مہاجر اللہ والی سے کرادی تھی، جناب محمد زماں خاں کے یہاں سے نکاح ہوا اور زماں خاں صاحب اور ان کے گھر والوں نے اپنی بیٹی کی طرح ان کو رخصت کیا، واقعی دعوت کے لئے اس طرح ہر قربانی کے لئے تیار رہنے والے میں نے بہت کم لوگوں کو دیکھا ہے، آدھی رات کو خود جناب زماں خان اور ان سے زیادہ ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کے سب بچے ہر طرح تیار، ہمارے حضرت کو کچھ لوگ تو ایسے ملے ہیں اگر چند سو گھرانے ایسے مل جائیں تو پورے ملک میں انقلاب آجائے۔

س: وہاں میوات میں تم جماعت کے کام سے جڑے ہوئے ہو اور وہاں کام پر بھی جاتے ہو، تو صافہ وافہ باندھ کر اس حلیہ میں رہتے ہو کیا؟

ج: الحمدللہ، وہاں مجھے لوگ کام کا ذمہ دار ساتھی سمجھتے ہیں، اور میرے اللہ کا کرم ہے اپنے حضرت کی جوتیوں کی صدقہ میں میں نے صرف علاقہ کا ہی نہیں بلکہ میں پورے عالم میں دعوت کے کام کا اپنے کو ذمہ دار سمجھتا ہوں، الحمدللہ میں اپنی اصل ذمہ داری اور کام دعوت سمجھتا ہوں، جماعت کا کام ہو یا کسی غیر مسلم بھائی تک دعوت یا ان کے مسائل کے لئے آدھی رات کو میرے پاس کوئی بھی آئے، تو میں اسے سب سے پہلے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اور الحمدللہ میں جہاں رہتا ہوں اسی اسلامی حلیہ اور سنت کے یونیفارم میں رہتا ہوں، یہ بھی ہے کہ لوگ اس طرح صافے وغیرہ میں دیکھ

کہ ہر جگہ مجھے عالم سمجھتے ہیں اور بار بار اجنبی لوگ مجھے مولانا کہتے ہیں، میں مولانا نہیں ہوں، میں دینی لحاظ سے ایک جاہل آدمی ہوں، یہ کہتے ہوئے بہت شرم آنے لگی ہے، کب تک لوگوں کو منع کرتا رہوں گا، میں نے بہت دعا کی ہے اور ارادہ بھی کرلیا ہے کہ بار بار یہ کہنے کے بجائے کہ میں عالم نہیں ہوں یہ بہتر ہے کہ میں پڑھ کر عالم بن جاؤں، میں نے حضرت سے بار بار درخواست بھی کی کہ میں کام وغیرہ چھوڑ کر کسی مدرسہ میں داخلہ لیکر ایک عالم دین بن جاؤں، مجھے بہت شرم آتی ہے جب لوگ مجھے اس حلیہ میں دیکھ کر مولانا کہتے ہیں اور مجھے منع کرنا پڑتا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اب تم کاروبار کے ساتھ ہی پڑھ کر عالم دین بنو، الحمدللہ میں نے ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کردی ہیں۔

س: آپ اپنا خاندانی تعارف اور قبول اسلام کا حال بتائیے؟

ج: میرا پرانا نام راکیش کمار تھا، میں بھرت پور ضلع کے ایک قصبہ میں ۱۹۷۹ء میں پیدا ہوا، میرے پتاجی اون کا کاروبار کرتے تھے، میرا ایک بڑا بھائی اور ایک چھوٹا بھائی اور دو بہنیں ہیں، جو شادی شدہ دہلی میں ہیں، میں جس علاقہ کا رہنے والا ہوں وہاں پر ایک بڑی تعداد ملکانہ راجپوتوں کی ایسی ہے جہاں پوری پوری بستیاں شدھی سنگھٹن کی تحریک سے ہندو بن گئی تھیں۔

س: وہ لوگ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے وقت مرتد ہوئے یا بعد میں؟

ج: وہ لوگ ۱۹۲۹ء کے آس پاس ہندو ہوگئے تھے، اصل بات یہ ہے مولانا احمد صاحب، اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کی لمبی عمر کرے، مجھے تو روز روز کے تجربہ سے حضرت کی یہ بات بالکل دل میں جمتی جارہی ہے کہ مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ

ان کے مسائل کا حل خصوصاً ان کو دین پر باقی رکھنے اور ان کو مرتد ہونے سے روکنے کے لئے یہ بات ہرگز ہرگز کافی نہیں کہ وہ مسلمان رہیں بلکہ یہ مسئلہ صرف اور صرف جب حل ہوسکتا ہے جب مسلمانوں کو اس بات کے لئے باشعور کیا جائے کہ وہ داعی ہیں اور دوسروں کو دعوت دینا ان کی ذمہ داری ہے۔ اس چھوٹی سی اسلامی زندگی میں میرا تجربہ ہے کہ راستے آنے والے مہاجر مسلمانوں کو میں پہلے دن سے اس بات پر لگاتا ہوں کہ آپ کو دوسرے لوگوں پر کام کرنا ہے، جب تک آپ ساری انسانیت کی فکر نہیں کریں گے، اس وقت تک آپ نبی رحمت ﷺ کے امتی کہلانے کے حقدار نہیں، اللہ کا شکر ہے میں نے اب تک ۳۹ ؍ان لوگوں کو کلمہ پڑھوایا ہے جن کو میں نے شروع سے دعوت دی ہے اور از خود ان کو اسلام کے بارے میں نہ دلچسپی تھی نہ معلومات تھیں، یہ سب کے سب دعوت کا کام کررہے ہیں، الحمدللہ ان کی تربیت کے لئے اور ان کو اسلام پر باقی رکھنے کے لئے مجھے کچھ زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی، اس لئے مسلمانوں کے لئے اور ان کی نئی نسلوں کے لئے ارتداد کے مسئلہ کا حل صرف یہ ہے کہ ان میں دعوتی شعور بیدار ہو، آج کل یہ گھر واپسی کا معاملہ جس نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو بے چین کر رکھا ہے، اگر یہ مسلمان اپنے کو داعی سمجھتے تو لوگ کسی حال میں بھی ہمارے پاس دھرم پریورتن کی کوشش کے لئے آنے کی ہمت نہ کرتے۔

س: تو ہاں آپ اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بتارہے تھے؟

ج: جی تو میں یہ بتا رہا تھا کہ میں جس علاقہ میں پیدا ہوا، بڑا ہوا اور وہاں کے سینئر سیکنڈری اسکول سے انٹر کیا اور پھر بی اے کے جس کالج میں پڑھ رہا تھا، وہاں پر مجھ جیسے دھارمک پریوار کے ایک انسان کے لئے اسلام میں آنا بالکل ادبھت اور عجیب سی

بات ہے، مگر مردوں کو زندہ کرنے والے رب کے لئے تو یہ کام بالکل آسان ہے، میرا ایک ہندو دوست راج کمار تھا جس سے میری دانت کاٹی دوستی تھی، وہ کچھ عیبوں میں پھنسا ہوا تھا، گھر والوں سے اس کے ساتھ رہنے کے سلسلے میں اَن بن ہوتی رہتی تھی، وہ اس دوستی سے چڑھتے تھے، مگر وہ سارے عیبوں کے باوجود مجھ سے سچی دوستی رکھتا تھا، ایک بار میرے پتا جی نے مجھے بی اے میں پڑھنے کے دوران اس کے ساتھ رہنے کے لئے بہت برا بھلا کہا اور گالیاں سنائیں مگر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ایک دن میں گھر آیا رات کو بارہ بجے تھے، پتا جی غصہ میں بھرے ہوئے، سوئے نہیں تھے اور میرا جانوں اور گھوسوں سے سواگت کیا اور صاف صاف کہہ دیا اس کے ساتھ رہتے ہوئے ہمارے گھر کے دروازہ میں گھسنے کی اجازت نہیں، میری بھی جوانی تھی، میں رات ہی کو گھر سے نکل گیا، بس اڈہ گیا، رات کو ہی سامنے علی گڑھ کی ایک بس کھڑی ہوئی تھی اس میں بیٹھ گیا، علی گڑھ کے راستے میں ایک گاؤں میں پہنچ کر بس خراب ہوگئی، صبح تک اسی گاؤں میں وقت گزارا، سامنے ایک میواتی مسلمان کا گھر تھا، انہوں نے دیکھا کہ مسافر سردی میں سسک رہے ہیں تو گھر سے گرم گرم چائے، ابلے انڈے اور بسکٹ لے کر آئے اور ساری بس کے مسافروں کو پلائی، مجھے گھر کے باہر اس طرح ان کی خاطر نے بہت متاثر کیا اور میں نے ان میں سے ایک صاحب سے بات کی اور بتایا کہ میں گھر چھوڑ کر آیا ہوں، وہ دوسرے قصبہ املاس کے رہنے والے تھے، اس گاؤں میں اپنی بہن سے ملنے آئے تھے، انہوں نے پہلے تو مجھے سمجھایا کہ ماں باپ کی ڈانٹ تو محبت کی ہوتی ہے، تم واپس چلے جاؤ، مگر جب میں نے اپنا زندگی بھر گھر نہ لوٹنے کا فیصلہ ان سے بتایا تو انھوں نے اپنے گھر چلنے کے لئے کہا اور بتایا کہ ہمارے یہاں جے سی بی چلتی ہیں، ہم

تمہیں وہ چلانا سکھا دیں گے، اس کے ڈرائیور کو دس ہزار روپے تک مل جاتے ہیں، میں نے سوچا کہ نہ جانے کہاں ٹھکانہ ملے، میں ان کے ساتھ املاس چلا گیا سچی بات یہ ہے میرے رحمٰن رب کو مجھے ایمان دینا تھا، وہ کسی طرح مجھے اسلام کے قریب کرتے گئے، میں ان کے ساتھ ان کے گھر جا کر جے سی بی مشین چلانا سیکھنے لگا، ہم لوگ سوہنا کے علاقہ میں جے سی بی چلانا سیکھ رہے تھے، وہاں کھانا بھی خود بناتے تھے، ایک روز شہزاد بھائی جو مجھے ڈرائیورنگ سکھا رہے تھے انہوں نے مجھے کھانا بنانے کو کہا، کچھ مہمان آ رہے تھے، میں نے چار آدمیوں کے لئے کھیر، سبزی اور روٹی بنائی، چار پانچ مہمان اور آ گئے، میں نے شہزاد بھائی سے کہا کہ کھانا تو چار آدمیوں کا بنایا ہے یہ پانچ اور آ گئے، وہ بولے بسم اللہ پڑھ کر کھانا نکالنا، برکت ہو جائے گی، میں نے کہا کہ بسم اللہ سے کیا جادو ہو جائے گا؟ میں اور چاول جلدی بنا لیتا ہوں، انھوں نے کہا کہ تو بسم اللہ پڑھ، مالک کے نام سے سب کھا لیں گے، میں نے کھانا نکالا اور جب بھی کھانے میں چمچہ ڈالتا بسم اللہ کہتا رہا، دو مہمان کھانا کھاتے ہوئے اور آ گئے، شہزاد بھائی نے ان کو بھی کھانے پر بٹھا لیا، اتنے لوگوں نے کھانا کھایا اور خوب کھایا اور روٹی، سبزی اور کھیر بچ گئی، میں بہت تعجب میں تھا، شہزاد بھائی نے کہا کہ بسم اللہ میں کیا جادو ہے، انھوں نے بتایا کہ بسم اللہ کا مطلب ہے، جب مالک کے نام سے کوئی کام کیا جاتا ہے تو اس میں برکت ہوتی ہے، میرے دل میں بسم اللہ کا اعتماد جم گیا اور اللہ کی ذات سے بھی مجھے ایک خاص تعلق سا لگنے لگا ایک بات بچپن سے ہی میرے ساتھ بار بار ہوتی تھی، میں سوتا تھا تو خواب میں دیکھتا تھا جگمگاتے ستارے ہیں، روشنی ہے اور نورانی مکانات ہیں، میرا دل کہتا تھا کہ تو تو اس دنیا کا آدمی ہے اور دوسرے سنسار میں رہتا ہے، یہ خواب میں

مجھے بار بار دکھتے تھے، مولانا ناز لفی بٹلہ ہاؤس جامع مسجد کے امام اور ان کے ایک رشتہ دار ہمارے شہزاد بھائی کے گھر آئے، انھوں نے مجھے ہر کام کرتے وقت بسم اللہ کہتے سنا تو وہ مجھے سمجھانے لگے، وہ حضرت سے مرید تھے اور مجھے مسلمان ہونے کو کہا، میں نے صاف صاف منع کر دیا، انہوں نے جاتے وقت مجھے ہندی میں کلمہ لکھ کر دیا کہ تم اس کو پڑھتے رہنا، اور اپنے پرس میں حفاظت سے رکھنا، پھر کبھی جب مسلمان ہونے کو دل چاہے اس وقت اس کو پڑھ لینا، مجھے اچھا نہیں لگا، ان کے جاتے ہی میں نے اس پرچے کو پھینک دیا، اگلے روز صبح کو میں نے دیکھا کہ وہ پرچہ اسی جگہ پر پڑا ہوا ہے، میرے دل نے کہا، راکیش یہ اس اللہ کا نام ہے جس کے نام کی بسم اللہ کا چمتکار تو دیکھ چکا ہے، میں نے محبت سے اس پرچہ کو اٹھایا اور بہت ہی آہستہ اور محبت سے اسے کئی بار پڑھا، مولانا احمد میں اس اپنی حالت کو زبان سے بیان نہیں کر سکتا کہ اس محبت سے کلمہ پڑھنے سے میرے اندر کی حالت کیا ہو گئی، جیسے کسی اندھیری کال کوٹھری کو روشنی نے جگمگ جگمگ کر دیا ہو، میں محلہ کے امام صاحب کے پاس گیا اور میں نے مسلمان ہونے کو کہا کہ اس کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ امام صاحب نے کہا کلمہ پڑھنا پڑے گا، میں نے کہا کلمہ پڑھ لیا ہے، انھوں نے میرا نام سراج الدین رکھ دیا، میں امام صاحب کے پاس زیادہ رہنے لگا، ہر نماز میں آدھے گھنٹے پہلے ان کے پاس چلا جاتا اور پانچوں وقت نماز پڑھتا، نماز مجھے آتی نہیں تھی مگر بڑی عقیدت سے، جیسے جیسے جماعت میں لوگ کرتے دیکھا دیکھی کرتا رہتا، یہ مجھے بہت اچھا لگتا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار لگا رہتا، شہزاد بھائی کے والد نے مجھے چار مہینے کے لئے جماعت میں بھیج دیا، ایک چلہ میرا ایٹہ، جلیسر، دوسرا امراد نگر میں میرا وقت لگا، ایک چلہ بنگلور میں لگا، وہاں

ایک ساتھی جماعت سے بھاگ گئے تھے، امیر صاحب بہت پریشان تھے، میں نے کہا آپ فکر نہ کریں میں اپنے اللہ سے دعا کرتا ہوں، میں نے دو رکعت پڑھ کر اللہ سے دعا کی، وہ ساتھی ٹرین میں بیٹھ گیا تھا، ٹرین چلی اور تھوڑی دور جا کر رک گئی، دو ساتھی تلاش کرنے گئے تھے، وہ گاڑی میں چڑھے اور ان کو تلاش کر کے لے آئے، ایک مہینہ بعد وہ پھر میسور سے بھاگ گیا، امیر صاحب نے کہا سراج بھائی اب ہم اپنے لوگ نہیں بھیجیں گے تم اپنے اللہ میاں سے تلاش کروا کر منگواؤ، میں نے دو رکعت پڑھ کر اللہ سے دعا کی، میرے اللہ صبح فجر سے پہلے ہمارا ساتھی ہمارے پاس بھجوا دو، میں نے امیر صاحب سے کہا کہ صبح فجر سے پہلے انشاء اللہ ہمارے اللہ اسے بھجوا دیں گے، فجر سے آدھا گھنٹہ پہلے وہ ساتھی بنگلور پہنچ کر واپس آئے، معلوم کرنے پر اس نے بتایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں کیسے آیا، مجھے تو ایسا لگا کہ کوئی گرفتار کر کے مجھے میسور جماعت میں واپس چھوڑ گیا، اب میں چار مہینہ سے پہلے ہرگز ہرگز نہیں بھاگوں گا، یہ تو ۲۰۱۱ء کے چار مہینوں کی بات ہے، ۲۰۱۳ء میں، میں بہار کی میں جماعت میں تھا، ایک جوان ساتھی کو ٹائیفائڈ ہو گیا اور اس میں اس کو ہارٹ اٹیک ہو گیا، بڑے ڈاکٹر کو دکھایا، ڈاکٹر نے جواب دے دیا کہ پٹنہ بڑے ہسپتال میں داخل کر کے دیکھ لو، جماعت کے ساتھی سب رو رہے تھے، میں نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھ کر دو رکعت نفل کے بعد دعا کی، میرے اللہ آپ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ضرور کریں گے، اس وقت یہ آپ کے نبی ﷺ کے دین کے کام کا نہیں ہوگا، اب اگر آپ اس کو زندہ کر دیں گے تو یہ آپ کے دین کا کام کرے گا ، بہت دل سے دعا کی، پٹنہ لے جا رہے تھے، اس کو پیشاب کی ضرورت ہوئی، اس کو پیشاب کرایا گیا اور وہ کھڑا ہو گیا، اس نے پوچھا کہ

کہاں جارہے ہیں؟ امیر صاحب نے بتایا کہ پٹنہ اسپتال میں داخل کرنے، اس نے کہا ، مجھے کہیں لے جانے کی ضرورت نہیں، میں ٹھیک ہوں چلو جماعت میں واپس چلو، الحمد للہ اب وہ بالکل ٹھیک ہوگیا، سچے یقین کے ساتھ اس کو یاد کیا جائے تو وہ ضرور سنتے ہیں اور اس طرح یقین بھی بنتا ہے، یہ میرا زندگی کا بار بار کا تجربہ ہے۔

س: جماعت میں چار مہینے لگا کر آپ نے کیا کیا؟

ج: مولانا سراج صاحب کے ساتھ پھلت آیا، اور ایک سال تک قرآن شریف، اردو دینیات وغیرہ پڑھا، الحمد للہ پھر میری شادی ہوگئی، اور میوات میں بھی ایک اسکول میں پڑھایا، بعد میں بدر پور اور اسٹون کریشر والوں کے یہاں منیم گیری کرتا رہا

س: اور کوئی خاص بات اپنی زندگی کی بتایئے؟

ج: مجھے بڑی حسرت تھی کہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کی خواب میں زیارت ہو، میں بہت دعا کرتا تھا، ایک رات کو خواب دیکھا کہ اسکول کے کھوئے ہوئے ایک بچے کو ہم تلاش کر رہے ہیں، تلاش کرتے کرتے ہم ایک مسجد میں پہنچے، وہاں ایک بہت خوبصورت نورانی شکل کے مہمان آئے ، جماعت تیار تھی ، میں نے ان سے نماز پڑھانے کو کہا، انہوں نے نماز پڑھائی اور چلے گئے، میں نے لوگوں سے معلوم کیا، یہ میاں صاحب کون تھے؟ سب نے کہا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ تھے، میں نے لوگوں سے کہا، تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ میں تو کتنے دنوں سے ان کی زیارت کو تڑپ رہا ہوں، لوگوں نے کہا کہ زیارت ہو تو گئی، نماز بھی پڑھ لی، میری آنکھ کھل گئی، میں بہت خوش تھا، ایک بات یہ بھی دل میں بیٹھ گئی ہے جو میری چھوٹی سی اسلامی زندگی سے تجربہ میں آئی کہ دل چاہے نہ چاہے، شریعت اور سنت کو پوری طرح مان کر ہی آدمی اللہ سے

جڑ سکتا ہے، اسلام لانے کے بعد میں جب دیکھتا ہوں کہ بہت سے بھائی کچھ خاندانی مسلمانوں کی طرح ہیں، جن کو دیکھ کر پہچاننا بھی مشکل ہوتا ہے کہ مسلمان ہیں یا ہندو، اس حال میں اللہ سے تعلق نہیں ہوسکتا، دل چاہے نہ چاہے ظاہر و باطن ہر طرح سے اللہ کے نبی کی سنت پر عمل کرنا چاہیے، میں نے دو لفظ یاد کئے ہیں اور اپنے ہر بھائی کو یاد کراتا ہوں، میرے اللہ میں آپ سے راضی ہوں آپ مجھ سے راضی ہوجایئے، اسلام لانے کے بعد شک کی گنجائش نہیں، چاہے حکم سمجھ میں آئے یا نہ آئے، بس ماننا ہے اور پوری طرح ماننا ہے، اسلام لانے کے بعد بہت سے لوگوں نے مجھ پر کوشش کی کہ میں اسلام سے پھر جاؤں، مگر میں نے ان کو بہت جم کر دعوت دی، میں نے کہا اسلام کی حقانیت پر میرا یقین پکا ہے، جو میرے اللہ نے مجھے خود دیا ہے، ایک آر ایس ایس کے پرچارک مجھے ہفتوں تک سمجھاتے رہے، مسلمان ایسے ہوتے ہیں، پاکستان میں کیا ہو رہا ہے۔ میں نے ایک دن ان سے کہا کہ کسی کے پیٹ میں درد ہو رہا ہو اور آپ ساری دنیا کے ترک (دلائل) سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں بلکہ عقل کے مطابق ثابت کردیں کہ تیرے پیٹ میں درد نہیں ہو رہا ہے، تو کیا اس آدمی کو آپ کی بات پر ذرا بھی یقین آئے گا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ بس اسلام کی حقانیت اور مکتی اور موکش کا واحد راستہ ہونے پر مجھے اپنے پیٹ کے درد سے زیادہ یقین ہے، پھر میں نے کہا آپ اگر حق پسند ہیں اور سچائی پسند ہیں تو آپ کو میری بات پر یقین کرنا چاہئے کہ میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے، پھر میں ان سے ملتا رہا، ایک مہینہ میں اللہ کا شکر ہے انھوں نے خود کلمہ پڑھا اور اب خاندان میں کام کر رہے ہیں۔

س: آپ نے اپنے گھر والوں پر کام نہیں کیا؟

ج: اصل میں نے قسم کھائی تھی کہ گھر واپس نہیں جاؤں گا، اس لئے گھر جانے کی نہیں سوچتا تھا، مگر حضرت نے مجھے سمجھایا کہ جس طرح اچھی نذر اور قسم کو پورا کرنا ضروری ہے، اسی طرح کسی غلط بات کی قسم پر جمنا بھی برا ہے، والدین اور گھر والوں کا حق ہے اور وہ قسم آپ کی کفر کی حالت کی تھی، پھر قسم کا کفارہ بھی ہے، مگر گھر والوں کو دوزخ سے بچانے کی فکر کرنا بھی ضروری ہے، ایک بار میں ایک حافظ صاحب کو اپنے گھر لے کر گیا، مگر وہ حافظ صاحب دعوتی ذہن نہیں رکھتے تھے، وہ ڈر کر گھر پہنچنے سے پہلے ہی مجھے واپس لے آئے، اب انشاء اللہ حضرت سے وعدہ کیا ہے، جلدی گھر والوں کی فکر کروں گا، اپنے اللہ سے دعا تو خوب کر رہا ہوں۔

س: کوئی پیغام ارمغان پڑھنے والوں کیلئے دینا چاہیں گے؟

ج: ہمارے نبی کریم ﷺ نے کسی جاہلی عرب شاعر کی اس بات کی تعریف کی ہے کہ اس نے کیسی سچی بات کہی، جس کا مفہوم یہ تھا: ہوشیار! اللہ کے علاوہ جن چیزوں کا ذکر اور اہمیت دی جاتی ہے وہ سب باطل ہیں، سچی بات یہ ہے کہ یہ ایمان ہی ہے یہی ساری کائنات اور ہر انسان کی سب سے بڑی ضرورت اور مسائل کا حل ہے، کہ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مرضی سے ہوتا ہے، اور اس کی مرضی اور منشا کے خلاف کسی سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا تو پھر ہوش مندی یہ ہے کہ صرف اسی سے جڑیں، اور اس پر یقین رکھیں اس کو راضی کریں اور سب کو اس کی راہ پر لانے کی کوشش کریں۔

س: جزاکم اللہ فی امان اللہ السلام علیکم

ج: آپ کا بھی شکریہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ جنوری ۲۰۱۵ء

۱۴۴ ہر نبی کا امتی اسلام کے خزانہ کا تاجر ہے

جناب جمیل الدین بھائی سے ایک ملاقات

اقتباس

بس میری درخواست تو یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والا ہر مسلمان جو اپنے کو رحمۃ للعالمین نبی ﷺ کا امتی کہتا ہو اور سمجھتا ہو وہ اسلام کے خزانہ کا تاجر ہے اور اس کی زندگی کا مقصد اس کی مارکیٹنگ کرنا ہے، اگر پورے دن میں وہ ایک کسٹومر کو کنونس نہ کر سکا جو خود اس کسٹومر کے لئے دونوں جہاں کو بنانے والا حال ہے، تو پھر رات کو ضرور اسے رونا اور افسوس کرنا چاہئے، کہ آج پورے دن ایک پیسے کی بکری نہیں ہوئی۔

احمد اواہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جمال الدین : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: جمال الدین بھائی، ابی کہہ رہے تھے کہ اتنے زمانے سے آپ ہمارے ساتھ رہتے ہیں، اور آپ کی آپ بیتی ارمغان میں نہیں آئی، ان کا حکم ہے کہ اس بار آپ سے باتیں کی جائیں؟

ج: مجھے بھی احمد بھائی خیال آتا تھا کہ نسیم ہدایت کے جھونکے میں اس حقیر کا بھی

نام آجاتا تو شاید اس سلسلہ میں دعائیں کرنے والوں کی دعاؤں میں میرا بھی حصہ ہو جاتا۔

س: آپ اپنا تعارف کرائیں اور ذرا قبول اسلام کے بارے میں بتائیں؟

ج: میرا نام جمال الدین ہے، پہلے رنبیر سنگھ تھا، باپ کا نام بابو لال تھا، گاؤں میہپال پور نئی دہلی کا رہنے والا ہوں۔

میں بڈکھل گاؤں NIT فرید آباد میں اپنے تایا زاد بھائی کے پاس تھا، میں وہاں گھر والوں سے ناراض ہو کر گیا تھا گھر والوں نے بھائی سے کہہ دیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ رکھنا اس لئے بھائی نے مجھے بڈکھل میں ایک دوکان دلوادی تھی، اور میں بھائی کے ساتھ مل کر کام کرنے لگا، فرید آباد میں مرے والد صاحب کے دوست تھے جو مسلمان تھے، انھوں نے مجھ سے کہا آپ مجھے پچاس ہزار روپئے دے سکتے ہیں؟ میں نے کہا والد صاحب سے لے کر دے سکتا ہوں، انھوں نے کہا ٹھیک ہے، وہ جینسوں کا کاروبار کرتے تھے، وہ اسی دن فرید آباد میں جوا کھیلنے چلے گئے، وہاں انھوں نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپئے جیتے، پھر وہ بڈکھل کے پہاڑ میں انگ پور گاؤں میں گوجروں کے ساتھ جوا کھیلا، اور ایک لاکھ روپئے جیتے، وہاں ان کے ساتھ ایک حادثہ ہو گیا، جس میں انھیں پکڑ کر گاڑی میں لٹا کر مار دیا اور گاڑی کھائی میں گرادی، دوسرے دن گاؤں والوں کو پتہ چلا کہ تینوں مارے جا چکے ہیں، اس دن گاؤں میں چار موتیں اور ہوئیں، جن میں دو بچے اور دو بوڑھے تھے جو اپنی موت مرے تھے

جب گاؤں کے قبرستان میں سات میتوں کی جنازہ کی نماز کا اعلان کیا گیا تو میں بھی دوکان بند کر کے قبرستان پہنچا، میرے ساتھ میرے یار دوست بھی تھے، جنازہ کے

چبوترہ پر ایک مولانا تقریر کر رہے تھے وہ کہہ رہے تھے کوئی ہے مرنے والوں کے رشتہ داروں میں سے، بیوی، بیٹا، ماں، باپ جوان کی قبر میں ساتھ جا کر ان کی پریشانی میں شامل ہو، انھوں نے جو کمایا یہیں چھوڑ دیا، اور اپنے بچوں، بیوی اور ماں باپ کے لئے جو غلط کاروبار انھوں نے کیا اس کی سزا یہ بھگتیں گے، میں ان کی بات غور سے سن رہا تھا، میں نے ایک دوست سے پوچھا یار مرنے کا بعد کا کیا چکر ہے؟ کیا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے؟ اس دوست نے بتایا: سات قدم ہٹتے ہی فرشتے لینے آ جاتے ہیں، میں نے پوچھا کیسا حساب، اس نے مجھے صحیح جواب نہیں دیا، پھر ہم نے مٹی دی، مٹی دے کر میں مسجد میں مولانا کے پاس پہنچا، مولانا مستقیم دھوج کے رہنے والے تھے، انھوں نے مجھے سمجھایا، میں کچھ سمجھا کچھ نہیں سمجھا دوکان پر آ گیا، میرا ایک دوست ولی محمد تھا، میں نے اس سے کہا یار مجھے ایک کتاب دو، اس نے مجھے فضائل اعمال لا کر دی، میں نے وہ رکھ لی، پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد آیا، اور مجھ سے وہ کتاب لے گیا میں نے کہا لو بھائی، پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ کتاب لے کر آیا اور کہا بھائی یہ کتاب وضو کر کے پڑھنی ہے، میں نے پوچھا وضو کیا ہوتی ہے، اس نے وضو کرنا بتایا؟ میں شام کو سونے سے پہلے وہ کتاب یعنی فضائل اعمال پڑھتا اس میں کچھ تو میری سمجھ میں آتا میں سوچنے پر مجبور ہو گیا، آخر ہمارے مہا پرش بھی جنت میں گئے ہوں گے، ایسا کیسے ہو سکتا ہے، رام کرشن مہادیو، ان کی حقیقت کیا ہے؟ ایک شرابی مسلمان تھا، اس نے بتایا: لا الہ الا اللہ پڑھنے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور جو سو بار پڑھتا ہے اللہ کا عرش ہلنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ ستون سے پوچھتا ہے: کیوں ہل رہا ہے؟ ستون جواب دیتا ہے: الٰہی لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کی مغفرت نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے ستون تو قیامت کے دن گواہ رہنا کہ

میں نے اس کی مغفرت کردی، تب سے میں نے صبح شام جب بھی خالی ہوتا کلمہ کا ورد کرتا رہتا، اسی طرح مجھے تین مہینے ہوگئے، میں فلم دیکھنے کا شوقین تھا، دھیرے دھیرے فلم سے من ہٹنے لگا، مجھے کسی نے نہیں روکا کہ فلم نہیں دیکھنی چاہیے، میرے پاس ایک مولانا بیٹھنے لگے ان کا نام مفتی فاروق تھا، میں ان کو میاں سمجھتا تھا، وہ مجھے سمجھایا کرتے تھے، میں اس کتاب کو پڑھتے پڑھتے فضائل نماز پر پہنچا، اس میں تہجد کی فضیلت آئی، میں نے سوچا، تہجد کی نماز اللہ کو پسند ہے، تو میں تہجد پڑھا کروں گا، صبح میں نے مفتی صاحب سے پوچھا، انھوں نے بتایا تم سبحان اللہ پڑھ لیا کرو، آپ کی نماز ہوجائے گی، اور تھوڑی تھوڑی سیکھتے رہو، میں رات کو دو بجے اٹھا، اور نماز شروع کی، گھر والی ہنسنے لگی، یہ کیا کر رہے ہو، میں نے کہا تم پوجا کرو، میں نماز پڑھا کروں گا اسی طرح ایک ہفتہ گذر گیا، جمعہ کا دن آیا، میں نے یار دوستوں سے کہا آج میں بھی جمعہ پڑھوں گا، انھوں نے کہا ہمارے ساتھ پڑھنا، میں نماز پڑھنے گیا، جب میں واپس آیا تو پورے گاؤں میں یہ بات پھیل گئی کہ میں نے نماز پڑھی ہے، میری والدہ نے کہا، کیا تم نے نماز پڑھی، میں نے کہا ہاں میں نے نماز شروع کردی ہے۔

ماں نے مجھے سمجھایا بیٹا یہ کام مسلمانوں کا ہے، میں نے کہا ماں نماز پڑھنے میں برائی کیا ہے؟ میں نے فوراً خاندان والوں کو بتایا اور سارے خاندان والے مجھے سمجھانے لگے، میں نے ان سے کہہ دیا تم جو چاہے کہو میں تو نماز پڑھوں گا مجھے نماز میں مزا آتا ہے، گھر والے خاموش ہوگئے، اور میں نماز پڑھتا رہا، ایک دن مفتی صاحب سے بتایا کہ آپ اپنی بیوی کو استعمال نہیں کرسکتے، اگر وہ کلمہ نہیں پڑھتی، میں نے اپنی بیوی سے کہا کلمہ پڑھ لو، اس نے منع کردیا، میں نے بیوی کے پاس سونا چھوڑ دیا، اسی طرح بیس دن

گذر گئے، بیوی نے بڑی بھابھی کو بتایا، انھوں نے مجھ سے پوچھا، تم ایک کمرے میں لیٹتے ہو بیوی کے پاس کیوں نہیں سوتے، میں نے کہا اگر یہ کلمہ پڑھ لیتی ہے تو ٹھیک ہے، اگر نہیں پڑھتی ہے تو اس سے میرا تعلق نہیں، بھابھی بولی اس کا مطلب ہے یہ بھی مسلمان ہو جائے میں نے کہا، اس میں مسلمان ہونے کی کیا بات ہے، اگر یہ میری بات مانتی ہے تو یہ میری بیوی ہے، ورنہ نہیں۔ بھابھی بولی، یہ تو تیری بیوی رہے گی، میں نے کہا اگر یہ کلمہ پڑھتی ہے تو میری بیوی ہے ورنہ نہیں۔ بھابھی نے یہ بات بھائی کو بتائی اور بھائی نے پورے خاندان کو۔ خاندان والوں نے میٹنگ کی، انھوں نے مجھ سے پوچھا کیا یہ بات سچ ہے، میں نے کہا ہاں یہ سچ ہے، انھوں نے میری دوکان بند کرادی، اور گھر والی اور میرے بچوں کو لے کر وہ مہپال پور آگئے، آٹھ دن کے بعد ماں کو میرے پاس بھیجا، میں بڈھل گاؤں میں ہی تھا، ماں آئی اس نے سمجھایا، میں نے کہہ دیا: میں آپ کی ہر بات مانوں گا، لیکن نماز کے بارے میں آپ کی بات نہیں مانوں گا، تو میں مرنے کے لئے جا رہی ہوں، میرے پاس سے بھابھی کے پاس چلی آئی، اسی رات بھابھی میرے پاس آئی اور بتایا کہ ماں کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، اور پی کے ہوسپٹل میں ہے، رات کے دو بجے تھے، میں فوراً ان کے ساتھ چل دیا، گاؤں سے باہر نکل کر دس پندرہ آدمیوں نے مجھے پکڑ کر گاڑی میں ڈال کر دہلی لے آئے، پھر مجھے مارا پیٹا اور کمرہ میں بند کر دیا، صبح اٹھ کر تاؤ جی آئے، بیٹا میں جانتا ہوں، تو کسی لڑکی کے چکر میں مسلمان ہو رہا ہے، میں نے کہا اگر ایسی بات ہے تو اسی کو برقعہ پہنا دو، انھوں نے میری پٹائی شروع کر دی، پھر بھابھی نے مجھے بچایا، اور کہا میں سمجھا دوں گی، انھوں نے مجھ سے کہا دیکھو یہ آپ کو جان سے مار دیں گے، میں نے کہا کوئی بات نہیں، وہ بولی آپ کو مندر لے جانا پڑے گا، میں نے پوچھا

کیوں؟ بولی بابا تمھارا علاج کریں گے، میں نے پوچھا کون سا بابا ہے؟ وہ بولی موہن بابا کے پاس لے جائیں گے، اس کی بیس ہزار فیس ہے، میں نے کہا ٹھیک ہے میں مندر جاؤں گا اس شرط پر کہ آپ اسے بیس ہزار نہیں دیں گے، بھابھی بولی تم ضد چھوڑ دو، ہم کچھ نہیں کریں گے، میں نے کہا میرے پاس کوئی نہیں رہے گا، اس نے کہا ٹھیک ہے تم میرے کمرے میں رہنا، میں نے پلان بنایا، فجر کی نماز نہیں پڑھی تھی، پہلے میں نے غسل کیا اور لیٹ کر نماز پڑھی، دو دن تک میں ایسا ہی کرتا رہا، بھابھی نے سوچا اس نے میری بات مان لی ہے، اب یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے، میرا جب بھی وضو ٹوٹتا تو میں غسل کر لیتا، دو دن بعد میں نے بھابھی سے دس روپے مانگے، اس نے پوچھا کیا کرو گے؟ میں نے کہا میڈیکل اسٹور سے دوا لوں گا، چھوٹی بھابھی وہاں کھڑی تھی، انھوں نے دس روپے دے دیئے، اور کہا کل تو یہ مندر میں جائیں گے، میں دس روپے لے کر وہیں بیٹھ گیا، اور باتیں کرنے لگا، کچھ دیر کے بعد وہاں سے چل دیا، بھابھی نے ایک لڑکی کو بلا کر کہا تم اس کے ساتھ چلی جاؤ، وہ میری کلاس فیلو تھی، میں نے اس سے کہا مجھے نکال دے، اس نے کہا میں کیسے نکال سکتی ہوں؟ میں نے کہا میں بدر پور والی بس میں چڑھ جاتا ہوں تم کہہ دینا 712 ڈھولا کنواں والی بس میں چڑھ گیا، اس نے کہا ٹھیک ہے، میں بدر پوری والی بس میں چڑھ گیا، اور بیس منٹ بعد اس نے گھر والوں سے بتایا کہ وہ تو ڈھولا کنواں والی بس میں چلا گیا، گھر والوں نے کہا یہ جھوٹ بول رہی ہے، اور مجھے مہرولی میں پکڑ لیا گیا اور مارتے پیٹتے مجھے موہن بابا کے مندر میں لے گئے۔ بابا نے ایک تالا اور بھینسوں والی زنجیر منگوائی، اور مجھے باندھ دیا گیا، وہاں بھی میں نے وہی کیا، جب وضو ٹوٹتا تو غسل کر لیتا اور لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھ لیتا، بابا نے میری ڈیوٹی گھنٹہ بجانے کی

لگائی، اور مجھ سے آہوتی جلوائی، ۱۵ دن یہ کام کرنے کے بعد مجھ سے پوچھا گیا: تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کامیابی کس مذہب میں ہے؟ بابا بولا، جمعرات کو برت رکھو، بابا کی جیوت جلاؤ، میں نے پوچھا: بابا جب دنیا میں تھے تو کس کی پوجا کرتے تھے؟ اس نے کہا: شیو کی، میں نے کہا شیو جب دنیا میں تھے، وہ کسے پوجتے تھے؟ اس نے کہا برہما کو، میں نے پھر آپ برہما کی پوجا کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا جو ہم کہتے ہیں وہ کرو، میں نے کہا ٹھیک ہے، ۱۵ دن بعد میرے گھر والے مندر آئے تو انھوں نے کہا آپ کا لڑکا ٹھیک ہوگیا ہے، اسے گھر لے جاؤ، ماں، بھابھی آئی تھیں، ان کا بھائی گاڑی لے کر آیا تھا، میں چل پڑا، راستہ میں ٹھنڈا اور سگریٹ لینے کے بہانہ گاڑی رکوائی، میں سگریٹ لینے کے لئے تھوڑا آگے چلا گیا اور مارکیٹ میں گم ہوگیا، وہاں سے میں بڑکھل پہنچا، اور وہاں کے ایک دو ذمہ دار آدمیوں کو لے کر خورشید منتری کے پاس پہنچا، خورشید منتری سیکٹر اکیس میں رہتے تھے، اس نے اپنے وکیل کو بلایا اور میری بات سنی، وکیل بولا صبح کورٹ میں آجانا میں قانونی کارروائی کروا دوں گا، دوسرے دن میں ایک دوست کی بائک پر کورٹ گیا، وکیل سے ملاقات کی تو انھوں نے تین ہزار روپے کا خرچ بتایا، میں نے کہا سو دو سو روپے لینے ہوں تو بات کرو ورنہ میں جا رہا ہوں، میں چل دیا، وکیل نے مجھے پکڑا، ٹھنڈا پلایا اور کارروائی شروع کردی، کسی طرح میرے گھر والوں کو بھی پتہ چل گیا وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے کورٹ پہنچ گئے، جب وکیل مجھے لے کر جج کے پاس جانے لگا تو گھر والوں نے پوچھا: یہ کیا کر رہا ہے؟ میں جج کے پاس پہنچ گیا، گھر والوں نے ریڈر سے بات کی اور اسے کچھ لکھ کر دیا، ریڈر نے جج کو دے دیا، جج نے مجھ سے پوچھا تم مسلمان کیوں ہونا چاہتے ہو؟ میں نے کہا جناب ہندو دھرم میں ستر خداؤں کو پوجتے ہیں

اور مسلمان صرف ایک خدا کو پوجتے ہیں، اگر مرنے کے بعد سوال کیا گیا کہ تمھارا خدا کون ہے، تو ہم کس کو بتائیں گے؟ جج نے مجھے چپ کرادیا، اور کہا آپ کو بیوی سے بچوں سے پراپرٹی بے دخل کردیا جائے گا، میں نے کہا مجھے کچھ نہیں چاہئے، ایک پیپر میں مجھ سے سائن کرالئے اور وکیل مجھے لے کر اپنی سیٹ پر آگیا، اور کچھ دیر بعد مجھے قبول اسلام کی سند دے دی گئی، ماں نے کہا تو یہ ٹھیک نہیں کررہا ہے، بھائی مجھے مارنے دوڑے، وکیل نے اسے دھمکایا تو وہاں سے ہٹ گئے، میں اپنے دوست کے ساتھ بڈھل آگیا، دوسرے دن پنجاب کیسری، نوبھارت، دینک جاگرن میں میرے قبول اسلام کی خبر چھپ گئی، مجھے معلوم نہ تھا، میرے ہندو دوستوں نے مجھ سے پوچھا: تو نے یہ خبر کیوں چھپوادی، میں نے کہا میں نے کوئی خبر نہیں چھپوائی، وہ گالی دینے لگے تجھے مسلمان ہونا ہے تو ہوجا، لیکن یہ خبر کیوں چھپوائی، تمھارے لئے، جو مجھے پریشان کرے گا اس کے خلاف قانونی کاروائی کروں گا، پھر سب خاموش ہوگئے، علاقہ کے لوگ ایک ایک کرکے آنے لگے، میرے ساتھ سات لڑکے اور مسلمان ہوئے تھے، میں ان کو لے کر جماعت میں چلا گیا، جب چار مہینے لگا کر آیا تو مفتی رشید صاحب نے مجھے بلوایا اور بچوں کے بارے میں مشورہ کیا، بولے بچے لانے سے پریشانی بڑھے گی، اگر مقدر میں ہوں گے تو بڑے ہوکر آجائیں گے، ہم آپ کا نکاح کرادیتے ہیں، عید کے دن گوہ پور گاؤں میں حافظ خالد کی بہن سے میرا نکاح کرادیا، اور میں میوات میں رہنے لگا،

کچھ دنوں کے بعد میرے چچا زاد بھائی اور تایا زاد بھائی مجھ سے ملنے آئے، وہ میرے پاس دو دن رکے، ان سے باتیں ہوئیں، میں نے سمجھایا، میں نے کہا آپ صرف کلمہ پڑھتے رہو، ایک اللہ کے سوا کسی کے سامنے اپنا سوال مت رکھنا، وہ مل کر چلے

گئے، چھ مہینے کے بعد پھر وہ آئے، انھوں نے کہا بھائی ہمیں نماز سکھاؤ، میں نے پوچھا آپ کس ارادہ سے آئے ہیں، وہ بولے ہم ہمیشہ کے لئے گھر چھوڑ کر آئے ہیں، ان کی شادی نہیں ہوئی تھی، میں نے کہا آپ جماعت میں چلے جاؤ، انھوں نے پوچھا جماعت کیا ہوتی ہے؟ میں نے سمجھایا جماعت میں جا کر پوری نماز اور پورا دین سیکھ جاؤ گے، چار مہینے کی جماعت میں چلے جاؤ، میں نے دس ہزار روپے دے کر جماعت میں بھیج دیا، ۱۵؍دن کے بعد میری ماں مجھ سے ملنے آئی تو پوچھا کہ دھرم ویر اور وجیندر آئے تھے؟ میں نے کہا آئے تھے لیکن وہ چلے گئے، ماں گھر چلی گئی، گھر والے پولیس لے کر میرے پاس آئے، اور اتفاق سے میں گھر نہیں تھا، کسی نے مجھے بتایا کہ آپ کے گھر والے پولیس لے کر آئے ہیں، میں مفتی رشید صاحب کے پاس گیا اور ساری بات بتائی، مفتی صاحب نے حضرت مولانا کلیم صاحب کے نام خط لکھا، اور مجھے پھلت بھیج دیا، میں نے گھر پر کسی کو کچھ نہیں بتایا اور پھلت آ گیا، حضرت مولانا سے دو دن کے بعد ملاقات ہوئی، اور تین دن بعد ڈرائیوری کے لئے مجھے سونی پت بھیج دیا، اب پندرہ سال سے حضرت مولانا کی خدمت میں ہوں، اللہ کا شکر ہے حضرت کی سرپرستی میں امن سے رہ رہا ہوں۔

س: جمال الدین بھائی آپ کافی دنوں سے دعوت کا کام کر رہے ہیں، اب تک آپ کے ذریعے سے کتنے لوگوں نے کلمہ پڑھا؟

ج: الحمدللہ، جب صبح ہوتی ہے تو میں خوب اپنا مقصد زندگی یاد کرتا ہوں، کہ جمال الدین تجھے اللہ نے اپنے فضل سے نبی آخر الزماں کی امت کا ایک سپاہی بنایا ہے، تیرا وجود صرف اور صرف اللہ کے بندوں کو کفر و شرک سے نکالنے کے لئے ہے، مجھے اللہ

تعالیٰ نے اس کے لئے بھیجا ہے، اور کل حشر میں جب تجھ سے سوال ہوگا، کہ تیرا بلکہ زندگی کا کوئی لمحہ دعوت کی فکر کے بغیر تو نہیں گذرا؟ اگر آج دعوت کے لئے کچھ نہ کیا تو آج کے دن کا کس طرح حساب دے گا؟ میں جب سے حضرت کے پاس آیا ہوں، الحمد للہ میرا کوئی دن دعوتی فکر کے بغیر نہیں گذرا، مسلسل روزگار ڈرائیوری ہے، مگر کہیں گاڑی رکی اور مجھے وقت لگا تو میں اپنے دھندے یعنی دعوت کے کسٹومر ڈھونڈ لیتا ہوں، الحمد للہ سینکڑوں لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف مجھے ذریعہ بنا کر ہدایت دی ہے، پھر ان نومسلموں کے روزگار، ان کے رشتے، اور شادیوں کی تعداد بہت ہوگئی ہوگی جن کے لئے میرے اللہ نے مجھے ذریعہ بنایا، میرا ماننا ہے کہ ہمارے ذمہ کوشش کرنا ہے اور جب آدمی اخلاص سے کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ راستے کھول دیتے ہیں۔

س: آپ سلمان خورشید جو کانگریس کے لیڈر ہیں ان کے یہاں بھی تو ڈرائیوری کرتے تھے؟

ج: نہیں! میں ان کے والد خورشید عالم صاحب کے یہاں ڈرائیور تھا، میں ان سے دعوت کا کام کرنے کو کہتا تھا، وہ مجھے اپنے بیٹے سلمان خورشید اور ان کی مسز کو سمجھانے کو کہتے تھے، میں ان کو بہت بار ذاکر باغ کی مسجد میں نماز کے لئے لے گیا، میں الحمد للہ جہاں کوئی مسلمان ملتا ہے اس کو دعوت کے لئے، یا نو مسلموں کے مسائل میں نصرت کی ترغیب دیتا ہوں، الحمد للہ میرے جاننے والے بہت لوگ ہیں، جو دعوت سے جڑ گئے ہیں، میں گاڑی میں اپنے ساتھ دعوتی کتابیں ضرور رکھتا ہوں اور ڈرائیونگ صرف دعوت کا ذریعہ سمجھ کر کرتا ہوں، میرے اللہ نے مجھے ایسے زمانے میں ہدایت دی ہے جب ایمان جانے کا زمانہ ہے، میں اس ہدایت اور ایمان کا سب سے بڑا حق سمجھتا ہوں کہ اس

ہدایت اور دین کو سب کو ماننا چاہئے، ہمارے حضرت بھی کہتے ہیں کہ ان نومسلموں کی تربیت کے مسئلہ کا سب سے بڑا اور اچھا حل یہ ہے کہ کلمہ پڑھانے سے پہلے ہی ان کو گھر والوں اور ملنے جلنے والوں کو دعوت دینے کے لئے تیار کیا جائے اور میرا تجربہ یہ ہے کہ پہلے دن سے جس کے دل میں دعوت کی فکر بیٹھ گئی اس کے لئے زیادہ فکر نہیں کرنی پڑتی، ورنہ ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ واپس نہ چلا جائے۔

س: ارمغان کے قارئین کو کوئی پیغام دیجئے؟

ج: بس میری درخواست تو یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والا ہر مسلمان جو اپنے کو رحمۃ للعالمین نبی ﷺ کا امتی کہتا ہو اور سمجھتا ہو وہ اسلام کے خزانہ کا تاجر ہے اور اس کی زندگی کا مقصد اس کی مارکیٹنگ کرنا ہے، اگر پورے دن میں وہ ایک کسٹومر کو کنونس نہ کرسکا جو خود اس کسٹومر کے لئے دونوں جہاں کو بنانے والا حال ہے، تو پھر رات کو ضرور اسے رونا اور افسوس کرنا چاہئے، کہ آج پورے دن ایک پیسے کی بکری نہیں ہوئی، اس طرح کچھ روز ضائع چلے گئے تو چاہے کتنا ذکر کیا ہو اور نمازیں پڑھی ہوں اپنے کو دیوالیہ سمجھے، کہ بزنس مین اور تاجر کے کاروبار کا چلنا اس کی دوکان میں سامان ہونے پر منحصر نہیں بلکہ اس کی طرف سے کسٹومر کو کنونس کر کے بکری ہو جانے پر ہے۔

س: واقعی خوب بات آپ کے ذہن میں آئی اور بالکل سچی اور پتہ کی بات ہے؟ جزاک اللہ بہت بہت شکریہ

ج: آپ کا بھی شکریہ، میری بڑی دلی خواہش تھی کہ ارمغان کے اس سلسلہ میں میرا نام بھی آئے، حضرت سے خود کہتے ہوئے شرم آئی، آج اللہ نے حضرت کے دل میں خود ہی بات ڈال دی۔

س: بہت شکریہ، السلام علیکم

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ فروری ۲۰۱۵ء

(۱۴۴) جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

جناب بھائی وسیم سے ایک ملاقات

اقتباس

آج کی دنیا میں عقل اور علم کا زمانہ ہے، سائنس کا دور ہے، سائنٹفک ذہن رکھنے والی انسانیت کو اسلام ہی بھا سکتا ہے، بس ہمیں دھرم کے نام پر ادھرم کے ظلم میں دبے، اور مذہبی کاروبار میں قید انسانوں کو اسلام کا آئینہ دکھانا ہے، شرط یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کا اسلام ہو، اور توحید وسنت اس کی بنیاد ہو، ایسا ہو نہیں سکتا کہ آدمی اسلام کے سایہ میں نہ آئے، مگر ہم اپنی ذمہ داری ادا نہیں کر رہے ہیں اور دور دور سے ڈر رہے ہیں۔

احمد اواہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وسیم احمد : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: وسیم صاحب! آپ کہاں رہ رہے ہیں؟ اور اس وقت کہاں سے آئے ہیں؟

ج: اس وقت میں دہلی تبلیغی اجتماع سے آرہا ہوں، میں پرسوں آیا تھا، حضرت سے فون پر کانٹکٹ ہوا تھا، تو حضرت نے بتایا کہ میں احمد آباد آگیا ہوں، اب اچھا موقع ہے دہلی کا اجتماع ہو رہا ہے، آپ دو روز کے لئے وہاں چلے جائیں، آج دوپہر دعا ہوئی، تو واپس آیا، اس سے پہلے ایک بار بھوپال کے اجتماع میں گیا تھا، اس کے بعد کسی

اجتماع میں جانے کا موقع نہیں ملا تھا، بہت ہی اچھا لگا۔

س: آپ آج کل کہاں رہ رہے ہیں؟

ج: میں آج کل رائے پور چھتیس گڑھ میں رہ رہا ہوں ویسے میرا گھر بلاسپور میں ہے، اور ہمارا پورا پریوار (خاندان) بلاسپور میں ہی رہتا ہے میں اپنے بچوں کے ساتھ رائے پور رہ رہا ہوں، وہیں میرا کاروبار ہے۔

س: وہاں کیا کاروبار ہے؟

ج: اصل میں میں آئی ٹی انجینئر ہوں، اور میں نے ایک آئی ٹی کمپنی بنائی ہے، اس کا ایک آفس میں نے پونہ میں، ایک بنگلور میں، اور تین مہینہ پہلے ایک آفس دبئی میں بھی کھولا ہے، اور انشاء اللہ اس سال ہم کوالالمپور ملیشیا میں بھی اس کی ایک برانچ کھولنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔

س: یہ کمپنی آپ نے کب بنائی؟ ماشاء اللہ اس کی بہت سی برانچیں ہو گئی ہیں؟

ج: ابھی آٹھ سال ہوئے ہیں، میرے اللہ کا کرم ہے بہت جلدی ہمارا کام سیٹ ہو گیا، اور بہت سے لوگوں کو میرے ساتھ روزگار ملا ہوا ہے، ایک سو چھپن لوگ ہماری کمپنی میں ملازم ہیں، زیادہ تر آئی ٹی کے لوگ ہیں، ایک آدمی کے ذریعہ اگر اتنے خاندانوں کا روزگار مل جائے تو یہ انسانیت اور ملک کی بڑی خدمت ہے۔

س: آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ ہیں؟ وہ کہاں کی ہیں؟ وہ بھی ابھی مسلمان ہوئی ہیں کیا؟

ج: میری اہلیہ خاندانی مسلمان ہیں، اور وہ ناگپور کی رہنے والی ہیں، ان کے والد صاحب بلاسپور میں سروس کرتے تھے، ریلوے میں ملازم تھے، ریٹائرڈ ہو گئے ہیں، وہ

اصل میں بریلوی طبقہ سے جڑے ہوئے ہیں، اور ہماری سسرال والے لوگوں میں درگاہوں وغیرہ پر جانے اور تعزیہ نکالنے کو ہی زیادہ دین سمجھا جاتا ہے، اب اللہ کا شکر ہے میرے ذریعہ ان کے یہاں اصل دین کو سمجھنے اور ماننے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔

س: حیرت کی بات ہے، ظاہر ہے آپ اپنی اہلیہ کی وجہ سے ہی مسلمان ہوئے ہوں گے، تو پھر آپ کو ان ہی کے طریقہ کا مسلمان بننا چاہئے تھا، آپ کہہ رہے ہیں، آپ کے ذریعہ ان کے یہاں سے خرافات کم ہو رہی ہیں، ذرا بتائیے کیسے؟ اور اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بھی بتائیے؟

ج: اصل میں ہمارا پریوار بلاسپور کا راجپوت، زمین دار خاندان ہے، اور ہمارے دادا اس علاقہ کے راجہ کہلاتے تھے، میں نے بارہویں کلاس کے بعد آئی، اے، ایس کے مقابلہ میں شریک ہونے کا پروگرام بنایا، مگر اچانک میری صحت بگڑ گئی، میرا ٹائیفائڈ بگڑ گیا، اس کی وجہ سے میرا یہ خواب پورا نہ ہو سکا، اور میں نے ایک انجینئرنگ کالج ہی میں بی ٹیک میں داخلہ لیا، بی ٹیک اور ایم ٹیک کرنے کے بعد، ہماری بوا کے لڑکے جو امریکہ میں رہتے ہیں وہ ہندوستان آئے، انہوں نے مجھے اپنی آئی ٹی کمپنی کھول کر بزنس کا مشورہ دیا، میرے چاچا جی جو خود ایک اسکول بھی چلاتے تھے ان کو یہ بات پسند آگئی تو میں نے ناگ پور میں ایک جگہ کرایہ پر لے کر آئی ٹی کمپنی شروع کی، ایک لڑکی جو اَب میری بیوی ہے، رضوانہ نام کی، میرے کالج میں میرے ساتھ بلاسپور میں میری جونیئر تھی، جس نے بلاسپور سے ہی بی ٹیک کیا تھا، میں نے اس کو اور دو لڑکوں کو اپنی کمپنی میں ملازم رکھا، صفائی اور چائے وغیرہ کے لئے ایک مسلمان لڑکے کو جس کا نام بدر الدین تھا، لوگ اسے بدّو کہتے تھے، آفس بوائے رکھا، رضوانہ بہت خوبصورت ایک بے

حد ایکٹیو (Active) لڑکی تھی، ہر وقت ساتھ رہتے رہتے ہم ایک دوسرے کے قریب ہوگئے، ہمارے رشتوں کی لمبی داستان ہے، وہ آپ کے مطلب اور کام کی نہیں، اس لئے اسے چھوڑتا ہوں، وہ اب میرے لئے بھی ذرا ناپسند ہے، میں نے رضوانہ سے کہا تم اپنے گھر والوں کو شادی کے لئے تیار کرلو اس نے کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوسکی، بات بہت آگے بڑھ گئی تھی، ہم لوگوں کے لئے ایک دوسرے کے بنا رہنا مشکل تھا، اس لئے اب میں نے اپنے گھر والوں پر کوشش شروع کی، بہت زیادہ گھر میں اس پر دھمال مچا اور جب میں نے آخری بات کے طور پر گھر والوں سے کہہ دیا، کہ اگر اس لڑکی سے میری شادی نہ ہوئی تو میں ریل سے کٹ کر خودکشی کرلوں گا، تو میرے گھر والے کیوں کہ میں ان کا اکلوتا تھا، اس شرط پر تیار ہوگئے، کہ پہلے کورٹ میرج ہو، اور پھر وہ ہندو بن کر ہندوانی رواج کے مطابق شادی کرلے، رضوانہ کچھ زیادہ دین دار نہ تھی، بلکہ دین کیا ہے، اسے کچھ زیادہ نہیں پتہ تھا، وہ تو بس کیا بتلاؤں، مزاروں پر جانا اور تعزیہ، بس اس کو دین سمجھتی تھی، وہ اس کے لئے تیار ہوگئی، ہم لوگوں نے پہلے کورٹ میرج کی اور پھر میں نے ناگپور سے کمپنی بلاسپور شفٹ کرنے کا پروگرام بنایا، کمپنی ناگپور سے بند کی، اور ایک روز رضوانہ کو لے کر بلاسپور آگیا، ان کے گھر والوں نے میرے خلاف پولیس میں ایف آئی آر، مقدمہ وغیرہ کیا، مگر ہم نے ہائی کورٹ سے قانونی کارروائی پوری کرالی تھی، کچھ نہ ہوسکا، بلاسپور میں میری شادی باقاعدہ ہمارے ہندو راجپوت رواج کے مطابق ہوگئی۔

س: آپ پھر کیسے مسلمان ہوئے؟

ج: ہاں میں بتا رہا ہوں، ناگپور میں جو آفس بوائے یدو تھا، اس کے والد کا انتقال

ہو گیا تھا، اس کی پانچ بہنیں تھیں اور ماں کا وہ اکیلا بیٹا تھا، اور مجبوراً وہ پڑھائی بند کر کے میرے یہاں نوکری کرنے لگا تھا اور پرائیویٹ امتحان دے رہا تھا، ان کی ماں ایک ولی صفت عورت ہیں، انہوں نے اس لڑکے کو شروع سے دین پر چلایا وہ بہت پکا نمازی اور بارہ سال سے تہجد گذار تھا، ہماری کمپنی کا آفس ناگپور میں جہاں پر تھا، پاس میں کوئی مسجد نہ تھی، اس نے ملازمت طے کرتے وقت یہ بات مجھ سے کھل کر طے کی تھی کہ ڈیوٹی کے درمیان میں دوپہر اور شام کو دو وقت کی نماز پڑھوں گا، اس میں پندرہ منٹ اور دس منٹ مجھے لگا کریں گے، اور آفس میں ایک کونے میں نماز پڑھنے کی اجازت آپ کو چاہے کچن میں ہی ہو، دینی پڑے گی، وہ بہت ہی ایمان دار اور محنتی لڑکا تھا، اس نے میری کمپنی میں دو اور انجینئر لڑکوں فیروز اور شاہنواز دونوں کو نماز پڑھانا شروع کر دی، اور وہ تینوں بہت پابندی سے جماعت سے نماز پڑھتے تھے، کئی بار میں نے آخری درجہ میں غربت اور پریشان حالی کے باوجود اس کی ایمان داری دیکھی تھی، اور اس میں خدمت کا بھی بڑا جذبہ تھا، اس لئے مجھے اس لڑکے سے بہت ہی محبت ہو گئی تھی، اور رضوان سے تعلق کی وجہ سے بھی اب مجھے مسلمانوں سے دوری ختم ہو کر کچھ تعلق سا لگنے لگا تھا، ہدو کو جب معلوم ہوا کہ میں کمپنی بند کرنے جا رہا ہوں تو وہ بہت اداس ہو گیا، اور ایک بار آفس میں آکر اس نے مجھ سے بہت ضد کی کہ آپ کمپنی بند مت کرو، آپ کے بعد ہمیں ایسی نوکری نہیں ملے گی، میری ماں اور بہنوں کی پرورش کا سوال ہے، میں نے اس سے کہا کہ میں رائے پور تمہیں لے جاؤں گا، اس نے اپنی ماں سے مشورہ کیا، انہوں نے اجازت دے دی، میں نے رائے پور آفس میں اس کو رکھ لیا، اور وہ ہمارے گھر پر ہی ایک سرونٹ روم میں رہنے لگا، وہ جب نماز پڑھتا تو بڑا ڈوب کر پڑھتا

تھا، میں اس کی نماز سے بہت امپریس (متاثر) تھا، نماز میں کھڑے ہو کر اس کے چہرہ سے لگتا تھا کہ ایک غلام اپنے بڑے آقا کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے، اور رکوع میں جاتا تو ایسے لگتا جیسے اس نے واقعی اپنے وجود کو جھکا دیا ہے، اور جب وہ سجدہ میں جاتا تو جیسے اس نے اپنی پوری ہستی کو اللہ کے سامنے رکھ دیا ہو، اور رکوع اور سجدہ میں جاتے وقت میرے اندر یہ لگتا تھا جیسے وہ نیچے کو ہو رہا ہے، تو اس کا سر اور جسم نیچے کو جا رہا ہے، مگر مجھے لگتا کہ اس کی ہستی، اس کی آتما (روح) اوپر اٹھتی جا رہی ہے، مجھے اس کی نماز کا انتظار رہتا، کبھی کبھی مجھے اس کی نماز کو دیکھنے کی ایسی بے چینی ہوتی، کہ میں اس سے پوچھتا بدو! ''نماز کتنی دیر میں پڑھوگے'' نماز کے طریقے اور اس کے صرف ظاہری ڈھنگ نے مجھے اسلام کی طرف کھینچ لیا، رضوانہ کے ساتھ جس کا نام ہمارے خاندان والوں نے رجنی ٹھکر رکھ دیا تھا۔

س: یہ ٹھکر کیا ہے؟

ج: یہ اصل میں خاندان کا سر نیم (Sir name) ہے، میرا نام انل ٹھکر تھا، تو اس کا نام پتا جی نے رجنی رکھ دیا تھا، اور کورٹ میرج میں بھی یہی نام لکھوایا گیا تھا۔

س: جی! تو آگے بتائیے؟

ج: میری ماں کی خواہش تھی کہ میں رجنی کو لے کر ویشنو دیوی جاؤں یا ترو پتی مندر جاؤں، شادی کے بعد کسی تیرتھ یاترا کو جانا ہمارے خاندان میں بہت ضروری سمجھا جاتا تھا، ہم لوگوں نے اس خیال سے کہ ویشنو دیوی تل اسٹیشن بھی ہے،، پکنک بھی ہو جائے گی، اور ماتا پتا (ماں باپ) کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی، ویشنو دیوی جانا طے کیا، وہاں کے پورے سسٹم کو دیکھ کر میرا من ہندو مذہب سے چڑھ سا گیا، لیپ ٹاپ

ساتھ تھا میں نے اپنی تسلی کے لئے ''او مائی گاڈ'' موووی دیکھی، ماں سے بات ہوئی تو وہ پورنیما پر برت رکھنے کی ضد کرتی رہی، اور بار بار تقاضا کرتی رہی کہ میری طرف سے دیوی جی کو پرشاد چڑھانا۔ وہاں جانا اور پرشاد چڑھانے کی کٹھن پوجا میرے من اور بدھی کو کسی طرح نہ بھائی، ماں کا آرڈر سمجھ کر ہم دونوں نے برت رکھا، اور ہم کسی طرح کچھ پیدل اور جب تھک گئے تو گھوڑے پر سوار ہو کر پرشاد لے کر پوجا اور ماں کی طرف سے چڑھاوا چڑھانے کے لئے وہاں پہنچے، میں نے دیکھا ایک بالکل مریل بیمار کتا جس کے پورے شریر (جسم) پر کھجلی ہو رہی تھی بھیڑ میں اندر آیا اور لوگوں کے سامنے اس نے سارے پرشاد پر موت دیا، میں پرشاد پھینک کر واپس آیا اور برت توڑ دیا، رجنی نے مجھے سمجھایا کہ ایسے اناد رسے ماں کی آستھا کو چوٹ لگے گی۔ مگر میرا من نہیں مانا اور میں نے ہوٹل جا کر لیپ ٹاپ نکالا اور رجنی سے کہا یار ایک بار اور ''او مائی گاڈ'' موووی دیکھیں، اس موووی نے مجھے ہندو دھرم سے بالکل الرجک کر دیا، میں نے رجنی سے کہا جب ہم دونوں شادی کی بات کر رہے تھے تو تو نے ایک بار بھی مجھے مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہا، حالانکہ ہر آدمی دوسرے کو اپنی طرف جھکانے کی کوشش کرتا ہے، تمھارے دھرم میں تو یہ کچھ بھی نہیں ہے، بدو مسجد نہ ملے تو آفس میں بالکل آسانی سے نماز پڑھتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ اوپر والا اس کی نماز قبول کرنے کے لئے اس کے سامنے اتر آیا ہو، اس نے کہا اصل میں مجھے تم سے اتنا پیار تھا کہ میں تمھیں کھونا نہیں چاہتی تھی، تمھارے بغیر میرا رہنا ممکن نہیں تھا، مجھے ڈر لگا کہ اگر میں نے تم سے مسلمان ہونے کا مطالبہ رکھا تو تمھارے گھر والے قبول نہیں کریں گے اور پھر تم بھی گھر والوں کی مرضی کے خلاف نہیں کر سکتے میں نے کہا اگر تمھیں مجھ سے سچ مچ میں پیار تھا، تو اور

بھی مجھے مجبور کرنا چاہئے تھا، اس لئے کہ ہر آدمی اپنے دھرم کو سپیریر سمجھتا ہے، تو جس سے محبت ہو اس کو سپیریر (Superior) بنانے کی کوشش کرنی چاہئے، میں نے معلوم کیا کہ کیا تم اپنے دھرم اسلام کو ہندو دھرم سے اچھا نہیں سمجھتیں، اس نے کہا کہ سپیریر اور اچھا ہی نہیں بلکہ دھرم سے زیادہ تعلق نہ ہونے کے باوجود ہمارے گھر کا بچہ بھی صرف اسلام کو دھرم اور دین سمجھتا ہے، باقی دھرموں کو ہم لوگ دھرم ہی نہیں سمجھتے، آپ کے ساتھ ہندو بن گئی ہوں مگر میں ہندو دھرم یا اسلام کے علاوہ عیسائی، بدھ، سکھ ازم کو دھرم ہی نہیں سمجھتی بلکہ وہ تو دھرم سے وچلت بگڑے طریقے ہیں، میں نے کہا اصل میں رجنی مجھے مسلمانوں میں جو ۲۴۴ نمبر وہابی لوگ ہوتے ہیں، ان کا دھرم جینوئن اور پرچلت سا لگتا ہے، شیعوں اور بریلی والوں نے تو اصل میں ہندو دھرم سے دھرم کو پروفیشن بنایا اور اس کا کمرشیلائیزیشن کر کے چوں چوں کا مربہ بنا دیا ہے، رجنی اس پر ذرا چڑ گئی، ہم لوگ واپس بلاس پور پہنچے، میں نے جا کر گھر والوں سے بحث کرنا شروع کر دی میرے تاؤ بہت دھارمک تھے، ان سے بھی مورتی پوجا اور دھرم کے نام پر دھندا کرنے کے لئے خوب بحث کی انھوں نے کہا نہیں، ہندو دھرم ایک سمندر ہے جس میں ہزاروں ندیاں ملتی ہیں، جس کا من جس ندی سے ملے وہ وہاں کا پانی پئے، تمھارا من مورتی پوجا سے نہیں ملتا تو آریہ سماج میں جا ملو، اور انھوں نے اپنے ایک دوست سے میری بات کرائی، جو آریہ سماج مندر کے سنچالک تھے، میں ان کے یہاں گیا، چار پانچ مہینے انھوں نے مجھے آریہ سماج کا لٹریچر پڑھوایا، مگر مجھے ایسا لگا کہ ہندو دھرم سے بھاگنے والوں کے لئے بس ایک جال بنایا گیا ہے، اور میرے من کو ایسا لگا کہ یہ لوگ خود سیتقائی (مطمئن) نہیں ہیں، اس بیچ میں نے بدو سے اسلام پر لٹریچر لانے کو کہا، وہ ناگ پور سے مولانا

عبدالکریم پاریکھ صاحب کی کچھ پستکیں لے کر آیا اور اس نے مجھے نیٹ پر سرچ کرنے کو کہا، یہ بات میری بھی سمجھ میں آئی، میں نے مولانا طارق جمیل صاحب کی تقریریں سنیں، اس کے بعد پیس ٹی وی دیکھنا شروع کیا، اس بیچ میں نے بنگلور میں اپنی کمپنی کی ایک برانچ کھولی، ہمارے ایک کسٹومر حاجی رفیق صاحب نے اپنے داماد سے ملوایا، جو آئی ٹی انجینئر ہیں، اور ایک اور کمپنی کے بڑے افسر ہیں، وہ تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے پہلی میٹنگ میں مجھ سے کہا رلیجین (مذہب) کے بارے میں آپ کا یہ حال کہہ رہا ہے کہ اوپر والا آپ کو حق کی طرف بلا رہا ہے، اور جب وہ خود بلا رہا ہے تو پھر ادھر اُدھر بھاگنے سے کیا فائدہ؟ انھوں نے اپنے محلّہ سے فون کر کے ایک آٹو رکشہ والے سلیم میاں کو بلایا، سلیم نے مجھے سیدھے اسلام کی دعوت دی، اور آپ کے ابی کی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' نراشنس اور انتم رشی، اور کے ایس راما راؤ کی کتاب اسلام کے پیغمبر محمد صاحب ﷺ تین پمفلٹ دیئے، میں نے کہا یہ لٹریچر پڑھ لوں، پھر کل بات کرتے ہیں، سلیم میاں مجھے فورس کرتے رہے، کہ کل سے پہلے ہم دونوں مرگئے تو کیا ہوگا، میں نے کہا اگر مرگئے تو اوپر والا جانتا ہے کہ ہم کھوج تو کر رہے ہیں، ان پمفلٹ کو پڑھ کر پڑھ کر میرا ذہن بالکل صاف ہوگیا، کہ اصل دین اسلام ہے، اور یہ سب دھرم کے نام پر دکانیں چلانے والوں کی بگڑی شکلیں ہیں، اگلے روز دس بجے سلیم میاں آٹو لے کر آگئے، اور بولے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے آپ کو کلمہ پڑھا دیا ہے، اور آپ کا نام میں نے وسیم رکھا ہے، اور اپنے حضرت مولانا محمد کلیم صاحب سے ملوایا ہے وہ جو آپ کی امانت کے رائٹر ہیں، خواب دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کے کلمہ پڑھنے کا وقت آگیا ہے، اس کے بعد سلیم میاں نے مجھے کلمہ پڑھوایا اور

رات کو مرکز ہفتہ واری اجتماع میں جانے کا مشورہ دیا، مرکز میں انھوں نے مجھے اپنے بڑے ابا ڈاکٹر شکیل صاحب سے ملوایا جو پرانے جماعت کے لوگوں میں ہیں، انھوں نے بڑی محبت سے مجھے گلے لگایا، الگ کمرہ میں بٹھا کر چائے پلائی اور مجھے چار مہینے جماعت میں جانے کا مشورہ دیا، اور میری فوراً چالیس دن کی تشکیل کرلی، اگلے اتوار سے جماعت نکل رہی تھی، میں جماعت میں چلا گیا، جماعت علی گڑھ شہر میں گئی علی گڑھ جماعت میں میرا وقت بہت اچھا لگا اور وہاں کے جماعت کے ذمہ داروں سے میری ملاقات ہوئی، جس سے اسلام میرے لئے بالکل پیدائشی مذہب بن گیا، جماعت سے واپس آکر میں ایک مولانا عقیل صاحب کو جو آئی ٹی میں بی ٹیک بھی تھے، اسلام پڑھنے کے لئے بنگلور آفس سے رائے پور لے آیا، ان سے اردو عربی پڑھنا شروع کی، پہلے انھوں نے مجھے قرآن شریف پڑھایا۔

س: آپ کی بیوی کا کیا ہوا؟

ج: کلمہ پڑھ کر میں نے رضوانہ سے مسلمان ہونے کو کہا ان کے لئے اس سے بہتر کیا تھا، میں نے مسجد سے امام صاحب کو بلا کر ان کو کلمہ پڑھوایا، اور انھوں نے ہمارا نکاح بھی کرایا، اب ہم رضوانہ کی اپنی ماں سے فون پر کبھی کبھی بات کرنے لگے، اور وہ اپنے بیٹے کو لے کر رائے پور ہمارے گھر آئیں، ہم لوگوں نے ان کو بہت اچھی طرح رکھا، اور ان کی بہت خاطر کی، وہ میرے اخلاق سے بہت متأثر ہوئیں، سسرال والوں سے تعلق شروع ہوگئے، اور الحمدللہ میں نے پہلے اپنے چھوٹے سالے، شفیق میاں کی اور پھر بڑے سالے انیس بھائی کی چلہ کے لئے تشکیل کرلی، بعد میں ان کے والد نے پہلے تین دن لگائے، پھر چار مہینے لگائے، اور اللہ کا شکر ہے کہ ساری خرافات سے انھوں نے

توبہ کی۔

س: آپ کے گھر والوں کی طرف سے مخالفت نہیں ہوئی؟

ج: اللہ کا عجیب کرم ہوا، رائے پور کا ایک خاندان اپنی گاڑی سے دہلی مولانا سے ملنے ان کے گلوبل پیس سنٹر دہلی آیا، کسی مہاراشٹر کے مولانا نے ان کو یاہادی یارحیم ٹرین میں پڑھنے کے لئے بتایا تھا، یہ لوگ کافی دنوں سے وہ پڑھ رہے تھے، ان کی کتنی ہی مشکلیں اللہ نے حل کر دی تھیں، ان میں سے ایک صاحب ہمارے چاچا جی کے کارخانہ میں منیم تھے، یہ سب لوگ یہاں سے کلمہ پڑھ کر گئے، اور ہمارے چاچا جی سے وہاں کی بڑی تعریف کی، ہمارے چاچا جی نے ایک کے بعد ایک، چھ کارخانے لگائے، مگر ذرا کام چلتا اچانک کوئی ایکسیڈنٹ ہو جاتا، اور ایسا بڑا کوئی حادثہ ہوتا کہ کارخانہ بند کرنا پڑتا، ہمارے تاؤ جی نے ایک سیانے کو بلایا تو اس نے بتایا کہ کسی نے کاروبار پر کرنی کرا رکھی ہے، اس کے لئے ہمارے منیم جی جے پرکاش مشرا جن کا پہلا نام تھا، اب ان کا نام حضرت نے عبداللہ رکھا تھا، انھیں دہلی گلوبل پیس سنٹر جا کر مولانا صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا، چاچا جی نے پروگرام بنایا، وہاں پر مولانا دلشاد اور پادری بلال سے ان کی ملاقات ہوئی، ایک رات وہ وہاں رہے، اور صبح کو میرے اللہ کا کرم ہے انھوں نے کلمہ پڑھ لیا، حضرت سے ان کی ملاقات دوسرے روز تھوڑی دیر ہو سکی، کہ حضرت کو ایک سفر سے آ کر دوسرے سفر پر جانا تھا، حضرت نے میرے والد کو جماعت میں جانے کا مشورہ دیا، وہ بلاس پور پہنچے، میں ان سے ملنے گیا تو یہ معلوم ہو کر میرے سرپرائز کا کچھ ٹھکانہ نہ رہا کہ میرا سب سے اہم کام ہو گیا تھا، اگلے مہینہ بھوپال کا اجتماع تھا، رائے پور سے ایک جماعت اجتماع میں شرکت کے لئے جا رہی تھی، میں نے چاچا جی کو بلایا، اور ان کو اجتماع

میں لے گیا، وہاں سے چالیس دن کی جماعت میں وہ چلے گئے، مگر جماعت یوپی میں آ کر رہ گئی، جہاں کی سردی میں ان کا حال خراب ہوگیا اور وہ سخت بیمار ہوگئے، اور دس دن میں واپس آ گئے، بعد میں ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ جماعت سے درمیان سے آنے والوں کو زندگی بھر مشکل سہنی پڑتی ہے، اس لئے وہ دوبارہ مارچ میں جماعت میں گئے، الحمدللہ اس کے بعد میری چھوٹی بہن اور ماں بھی مسلمان ہوگئیں۔

س: ان لوگوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا؟

ج: میرے والد بہت بہادر اور نڈر آدمی ہیں انھوں نے دہلی سے آتے ہی اعلان کر دیا، ہمارے علاقہ میں دور دور تک کوئی مسلمان نہیں ہے، مگر وہ ذرا نہیں ڈرے، بلکہ انھوں نے اپنے گھر کے ایک ہال کمرہ کو خاص کر کے اس میں اذان اور نماز شروع کر دی، اور گوالیر سے ایک حافظ صاحب کو بلا کر امام بھی رکھ لیا، بعد میں، میں نے نسیم ہدایت کے جھونکے کتاب سنی، تو ان کو ہندی میں لا کر دی، اس کے بعد ان کو دعوت کی دھن لگ گئی، ڈیڑھ سال میں ان کی کوشش سے ۳۶ رلوگ مسلمان ہوئے، ان کو شوگر اور بلڈ پریشر ۱۵ رسال سے تھا، اچانک ایک دن ان کے سر میں درد ہوا، اور وہ بے ہوش ہو کر کوما میں چلے گئے، بلاس پور کے بڑے اسپتال میں ان کو دکھایا گیا، بعد میں رائے پور ریفر کیا گیا، مگر سر کی جانچ وغیرہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کی دماغ کی نس پھٹ گئی ہے، اور فوراً علاج نہ ہونے کی وجہ سے دماغ کا ایک حصہ خراب ہوگیا ہے، ایک ہفتہ اسپتال رہ کر ان کا انتقال ہوگیا۔

س: ان کی تدفین اسلامی طریقہ پر ہوئی؟

ج: خاندان کے کچھ لوگوں نے چاہا کہ ان کو جلایا جائے، مگر میری ممی نے ایس پی

کوفون کر دیا اور کہا کہ میرے پتی مسلمان ہو کر مرے ہیں، اگر ان کو جلایا گیا تو میں جل کر مر جاؤں گی ایس پی صاحب نے فوراً ایکشن لیا اور ان کی گاؤں میں ہی نماز اور تدفین ہوئی، الحمدللہ

س: آپ کے بچے نہیں ہوئے؟

ج: ہاں ہیں، دو بچے مریم اور عیسیٰ دونوں رضوانہ کے ساتھ اندر آپ کے گھر میں ہیں۔

س: ارمغان کے قارئین کو آپ کوئی پیغام دیں گے؟

ج: آج کی دنیا میں عقل اور علم کا زمانہ ہے، سائنس کا دور ہے، سائنٹفک ذہن رکھنے والی انسانیت کو اسلام ہی بھا سکتا ہے، بس ہمیں دھرم کے نام پر ادھرم کے ظلم میں دبے، اور مذہبی کاروبار میں قید انسانوں کو اسلام کا آئینہ دکھانا ہے، شرط یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کا اسلام ہو، اور توحید و سنت اس کی بنیاد ہو، ایسا ہو نہیں سکتا کہ آدمی اسلام کے سایہ میں نہ آئے، مگر ہم اپنی ذمہ داری ادا نہیں کر رہے ہیں اور دور دور سے ڈر رہے ہیں۔

س: بلاشبہ! آپ بالکل سچ کہتے ہیں، جرم ہمارا ہی ہے، بہت بہت شکریہ، جزاک اللہ، السلام علیکم

ج: وعلیکم السلام، شکریہ تو آپ کا آپ نے مجھے اپنی مبارک کڑی میں جوڑ لیا۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ مارچ ۲۰۱۵ء

۱۴۵ اسلام کی حقانیت کا ایک چمکتا ستارہ

جناب محمد مارماڈ یوک پکتھال سے ایک ملاقات

اقتباس

میں اپنے زور مطالعہ سے مسلمان ہوا ہوں، اور میرے دل میں اس کی بے حد قدر ہے، مسلمانوں کو اسلام ورثہ میں ملا ہے، اس لئے وہ اس کی قدر نہیں پہچانتے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام امن و عافیت کا گہوارہ ہے، اور اس نعمت پر میں خدائے بزرگ و برتر کا جس قدر شکر ادا کروں کم ہے۔

خاندانی نام: ولیم مارماڈیوک　　اسلامی نام: محمد

مترجم قرآن، مفکر اسلام، ادیب، محقق صحافی، اور مبلغ وخطیب محمد مار ماڈیوک پکتھال بلاشبہ ان شخصیات میں سے ہیں، جو صدیوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں اور صدیوں کو متاثر کرتی ہیں، وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل نابغۂ روزگار انسان تھے، ان پر قدرت خداوندی کا سب سے بڑا کرم یہ تھا کہ اگرچہ وہ کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں پیدا ہوئے، مگر ان کی عقل سلیم انہیں اسلام کی سیدھی اور روشن شاہراہ پہ لے آئی اور بہت سی دیگر تصانیف کے علاوہ انہوں نے خصوصاً ''ترجمۂ قرآن'' کی صورت میں انگریزی خواں طبقہ کو انمول تحفہ عطا کیا۔

ولادت:

مارماڈیوک ولیم پکتھال ۷/اپریل ۱۸۷۵ء کی صبح انگلستان میں سفک کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، انکے والد چارلس پکتھال مقامی گرجا گھر کے پادری تھے، چارلس کی بیوی سے دس بچے تھے، وہ وفات پاگئے تو انہوں نے دوسری شادی امیر ڈی، ایم، او برائن کی بیٹی میری سے کی، اس بیوی سے چارلس کے ہاں مارماڈیوک پکتھال پیدا ہوئے۔

ماضی کے حالات

موصوف چھ برس کے تھے کہ ان کے والد انتقال کر گئے، چنانچہ یہ خاندان گاؤں سے ترکِ مکان کر کے لندن کے محلہ کنگسٹن میں آگیا، اور ننھے مارماڈیوک کو نارفوک کے اسکول میں داخل کرایا گیا، جہاں شروع ہی میں انہوں نے اپنی ذہانت کا سکہ جمالیا، اور خصوصاً ریاضی میں انہوں نے اپنی قابلیت کا بھرپور مظاہرہ کیا، مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ سخت بیمار ہوگئے اور ڈاکٹر نے ایک سال کے لئے آرام تجویز کیا۔

مکمل صحت یابی کے بعد پکتھال کو "ہیرو" کے مشہور معروف پبلک اسکول میں داخلہ دلایا گیا، جہاں انہوں نے جغرافیہ اور لسانیات میں امتیاز حاصل کیا، زمانہ طالب علمی میں ونسٹن چرچل سے ان کی گہری دوستی تھی، جو اخیر وقت تک قائم رہی، چرچل نے آگے چل کر برطانوی سیاست میں غیر معمولی نام پیدا کیا، ثانوی تعلیم کے بعد مارماڈیوک پکتھال فرانس گئے جہاں انہوں نے فرانسیسی زبان سیکھی، اور پھر اٹلی کے شہر فلورنس سے اطالوی زبان میں دست گاہ حاصل کی، واپس لندن آکر جرمن اور ہسپانوی زبانوں میں عبور حاصل کیا، اس کے ساتھ ہی انہیں ادب و تاریخ سے بھی گہرا شغف

تھا، اور اس حوالہ سے انہوں نے مشرقی زندگی اور معاشرتی روایات سے بھی اچھی خاصی شناسائی حاصل کر لی، اور اس سے گہرے اثرات قبول کئے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۹ برس کی عمر میں مارماڈیوک پکتھال امور خارجہ کے امتحان میں شریک ہوئے، اگرچہ امتحان میں اول آئے مگر نامعلوم وجوہ کی بنا پر انہیں مطلوبہ ملازمت نہ دی گئی، جس سے وہ بہت بددل ہوئے اور اس زمانہ کے تأثرات وہ یوں قلم بند کرتے ہیں:

''میں نا امیدی اور افسردگی کا شکار ہو گیا، مجھے لندن کا ابر آلود، گھٹا گھٹا اور یک رنگ ماحول بالکل اچھا نہیں لگتا تھا، اور میری سوچ پر مشرقی ممالک کی وہ فضا چھائی رہتی جہاں سورج پورے آب و تاب سے چمکتا، اور جہاں کھجوروں کے نخلستان اور اونٹوں کی قطاریں دل و دماغ کو ایک نئی فرحت اور سکون سے آشنا کر دیتیں، اگرچہ میری عمر کچھ زیادہ نہ تھی اور خوشی کی بات یہ ہے کہ میری والدہ نے بھی مجھے خوابوں کی اس سرزمین میں جانے کی اجازت دیدی، حالانکہ ان کے عزیزوں کی طرف سے آکسفورڈ یونیورسٹی میں داخلہ لینے کی تجویز بھی تھی، مگر انہوں نے مشرقِ وسطیٰ کی سیاحت کو ترجیح دی اور وہ اپنے ایک دوست ڈولنگ کے ساتھ مصر پہنچ گئے''۔

مصر کا تعلیمی سفر

مصر پہنچ کر مارماڈیوک پکتھال نے یہاں کی تہذیب و ثقافت کا مطالعہ شروع کر دیا اور کچھ عرصہ قیام کے بعد شام چلے گئے، وہاں وہ ایک پادری سپنور سے ملے، جو آثار قدیمہ کا مطالعہ کر رہا تھا، مارماڈیوک پکتھال نے پادری سے گہرے تعلقات استوار کر لئے اور اس سے عربی سیکھنا شروع کر دی، پھر وہ ایک ترجمان اور گائڈ کو ساتھ لے

کر صحرا کو عبور کر کے شہر رملہ اور غزہ پہنچے، دوران سفر انہوں نے عرب کسانوں اور دیہاتیوں کی معاشرت اور مسائل سے بھی واقفیت حاصل کی اور عربی سیکھنے کی استعداد میں اضافہ کیا، دوسری جانب انہوں نے اونٹ پر سوار ہو کر کوہِ جودی تک سفر کیا، وہ مشرقِ وسطیٰ کی سادہ اور فطری زندگی سے بہت متأثر ہوئے، انہوں نے اپنا پہلا ناول "The fisherman said" (سعید ایک مچھیرا) لکھا، جسے یورپ کے بیشتر ناشروں نے چھاپنے سے انکار کر دیا اور پھر فرانسیسی، جرمن اور دیگر یورپی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔

انگلستان واپسی

مشرقِ وسطیٰ کی سیاحت کے بعد پکتھال، انگلستان واپس چلے گئے اور کئی سال لندن، سفک اور سوئزر لینڈ میں مقیم رہے، اس دوران پڑھنا اور غور و فکر کرنا ان کے محبوب مشاغل تھے، مگر ان کی بے اطمینانی بڑھتی جا رہی تھی اور یورپ کا ماحول انہیں سچا سکون اور اطمینان فراہم کرنے سے قاصر تھا، اس دوران برطانوی سفیر، لارڈ کرومر نے انہیں مصر بلوا بھیجا، تاکہ اہل مصر کی نفسیات کے سلسلے میں ان کی رہنمائی حاصل کرے، یہ وہ دور تھا جب مصر میں سخت بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی، اگرچہ برطانوی سامراج اپنے پورے عروج پر تھا، مگر مصر کے لوگ اس کے قاہرانہ سطوت کو خاطر میں لائے بغیر، بغاوتوں اور شورشوں میں مصروف رہتے تھے

دوبارہ مصر واپسی

۱۹۰۴ء میں پکتھال مصر پہنچے، تو بعض حلقوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ وہ برطانیہ کی خفیہ سروس سے تعلق رکھتے ہیں، حالانکہ اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا، پکتھال

نے مصر کے تعلیمی اداروں کے تفصیلی دورے کئے، جس سے اہل مصر کی معاشرت کے نئے گوشے ان پر ظاہر ہوئے اور عربی زبان کی استعداد میں بھی اضافہ ہوا، اپنے تجربات ومشاہدات پر مبنی انہوں نے دو کتابیں مرتب کرکے شائع کیں: Children of the Nile اور Vieled Aaoman۔

مصر سے پکتھال اپنی اہلیہ کے ساتھ بیروت گئے، وہاں سے شام پہنچے اور پھر بیت المقدس میں لمبا قیام کیا، اس سفر میں انہوں نے عربی کی تحصیل مکمل کی، اسلام کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کیا اور مشہور علماء سے طویل گفتگوئیں کیں، اس زمانے میں وہ اسلام سے اس قدر متاثر ہو چکے تھے کہ مسجد اقصیٰ میں شیخ الجامعہ سے عربی پڑھتے پڑھتے انہوں نے قبول اسلام کا ارادہ ظاہر کیا، شیخ معمر تھے اور جہاں دیدہ بھی، انہوں نے یہ دیکھ کر کہ ایک جوان آدمی کا یہ جذباتی فیصلہ نہ ہو، انہوں نے صلاح دی کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلیں اور خوب سوچ سمجھ بھی لیں، پکتھال لکھتے ہیں "اس مشورے نے میرے دل میں عجیب اثر کیا، میں عام یورپیوں کی طرح سمجھے بیٹھا تھا کہ مسلمان دوسرے مذہب کے لوگوں کو مسلمان کرنے پر تلے رہتے ہیں، مگر اس گفتگو نے میری رائے بدل دی اور میں یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا کہ مسلمان تو بڑے روادار اور حقیقت پسند ہیں ان پر متعصب ہونے کا خواہ مخواہ الزام لگایا جاتا ہے"۔

اسلام اور دیگر مذاہب کا مطالعہ

اسلام کے بارے میں پکتھال کا براہِ راست مطالعہ جاری رہا اور وہ شدت کے ساتھ اس کا اثر قبول کرتے رہے، مصر وشام کے علاوہ انہوں نے عراق اور ترکی کی بھی سیاحت کی، ترکی زبان بھی سیکھی اور ان ملکوں کے مسلم معاشروں کا انہوں نے قریب

سے اور خاص توجہ سے مشاہدہ کیا، اور ساری چیزوں نے مل کر ان کے دل ودماغ کا یوں احاطہ کیا کہ انہوں نے عربی لباس پہننا شروع کیا اور اسلام کی حقانیت ان کی روح میں اترتی چلی گئی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب خلافت عثمانیہ میں اندرونی خلفشار پیدا ہو رہا تھا اور یورپی طاقتیں خلافت کی قوت توڑنا چاہتی تھیں اور جنگ طرابلس اور جنگ بلقان میں خلافت عثمانیہ کو شکست ہو چکی تھی، مارماڈیوک کا خیال تھا کہ یورپی طاقتیں محض مذہبی تعصب اور اسلام دشمنی کے سبب خلافت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی ہیں ۱۹۱۲ء میں وہ مشرق وسطیٰ سے واپس انگلستان گئے اور ''اینگلو عثمانیہ سوسائٹی'' قائم کی، اس سوسائٹی کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہو رہی ہیں ان کا تدارک ہو مگر شدید مخالفانہ اور متعصبانہ فضا میں یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی اور غیر معمولی ذہنی دباؤ کے تحت پکتھال بیمار ہو گئے۔

بقول پکتھال '' پھر میں نے چند ماہ کے لئے ترکی جانے کا ارادہ کیا تا کہ اس فضا سے چھٹکارہ پا سکوں جس نے مجھے بیمار کر دیا تھا، بیسویں صدی کے ان ایام میں برطانوی اخبارات اور عوام ترکوں کے خلاف اس صلیبی جنگ کے نعروں کی پر جوش حمایت کر رہے تھے جو بعض عیار بلقانی حکمرانوں نے بلند کئے تھے، ایک مسلم طاقت کے خلاف عیسائیوں کی اس یکجہتی اور اتحاد کو بہت سے لوگوں نے سراہا لیکن اس سے ان انگریزوں کے دل ٹوٹ گئے جو مشرق سے پیار کرتے تھے، اس وقت مجھے یہ لگتا تھا کہ جیسے عیسائیت دو طرح کی ہے ایک وہ جس کی خیر اندیشیاں اور فیض رسانیاں صرف مسیحی اقوام تک محدود تھیں اور دوسری وہ جو ساری دنیا کو بلا لحاظ مذہب ونسل عدل وانصاف اور

سخاوت کا مستحق سمجھنے کے دعویدار تھے، مگر روس، انگلستان اور بلقانی ریاستوں میں پہلی قسم کی عیسائیت کا دور دورہ تھا، یہ مذہبی جنون اور تعصب اور تنگ نظری کی وہی کیفیت تھی جو اگر کم علم جاہل مسلمانوں میں نمودار ہوتی تو ہم اس کی مذمت کرتے نہیں تھکتے، مگر خود اس کا بار بار مظاہرہ کرتے ہیں''۔

پکتھال، ترکوں سے پہلے ہی متاثر تھے، مگر اب انہیں کئی ماہ تک یکسوئی کے ساتھ وہاں قیام کا موقع ملا تو ترکوں کی سماجی اور طبعی خوبیوں نے انہیں مکمل طور پر اپنا اسیر بنا لیا، چنانچہ غازی طلعت بک اور دوسرے ترک رہنماؤں کا ذکر وہ یوں کرتے ہیں ''ایک روز میں نے طلعت بک سے کہا کہ آپ یوں ہی غیر مسلح پھرتے ہیں، آپ کو اپنے ساتھ اسلحہ بردار محافظ رکھنے چاہیے، جواب میں انہوں نے فرمایا'' خدا سے بڑھ کر میرا کوئی محافظ نہیں، میرا اسی پر اعتماد ہے اور موت کا ایک وقت مقرر ہے، اسلام کی یہی تعلیم ہے''

پکتھال، غازی انور پاشا، شوکت پاشا اور غازی رؤوف بک اور دوسرے ترک رہنماؤں کا تذکرہ بھی بڑی عقیدت اور والہانہ محبت سے کیا کرتے، ان کا تاثر تھا کہ لوگ ناحق ترکوں پر آزاد خیالی اور لادینی کا الزام دھرتے ہیں، میں نے انہیں ہمیشہ خدا سے ڈرنے والا مسلمان پایا۔

اسلام قبول کر لیا

قیامِ ترکی کے دوران پکتھال نے قبول اسلام کا مصمم ارادہ کر لیا، چنانچہ انہوں نے غازی طلعت بک سے کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ قسطنطنیہ میں قبول اسلام کا اعلان نہ کیجئے، بہتر ہے کہ اس کا اعلان لندن سے ہو،

یورپ میں اس کے نتائج زبردست ہوں گے، اسی مشورہ کا نتیجہ تھا کہ پکتھال صاحب نے لندن جاکر دسمبر ۱۹۱۴ء میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا، جس سے وہاں کی علمی اور سیاسی دنیا میں ہلچل مچ گئی، عیسائی دنیا کا عمومی تبصرہ یہ تھا کہ جس مذہب کو پکتھال جیسا شخص قبول کرتا ہے، اس میں یقیناً بہت سی اچھائیاں ہوں گی

قبول اسلام کے موقع پر پکتھال کے تأثرات یہ تھے "میں اپنے زور مطالعہ سے مسلمان ہوا ہوں، اور میرے دل میں اس کی بے حد قدر ہے، مسلمانوں کو اسلام ورثہ میں ملا ہے، اس لئے وہ اس کی قدر نہیں پہچانتے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام امن وعافیت کا گہوارہ ہے، اور اس نعمت پر میں خدائے بزرگ وبرتر کا جس قدر شکر ادا کروں کم ہے"۔

جنگ عظیم شروع ہوئی تو انہوں نے پوری کوشش کی کہ انگریزوں اور ترکوں کے درمیان صلح ہو جائے، جنگ ختم ہونے پر انہوں نے خلافت کی بقا کی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا، مگر افسوس! انگریزوں کے تعصب اور غرور کے سامنے پکتھال کی ساری کوشش ناکام ثابت ہوئی، یوں ہی مصطفےٰ کمال پاشا نے خود ہی خلافت کا قلع قمع کر دیا، تو ترکی کے ساتھ پکتھال کی دلچسپیاں مدھم پڑگئیں، جنگ عظیم کے دوران پکتھال لندن میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے، وہ جمعہ کا خطبہ دیتے، امامت کراتے، عیدین پڑھاتے، اور نماز میں تراویح کے امام ہوتے، رسالہ "اسلامک ریویو" کی ترتیب اور تدوین بھی انہی کے سپرد تھی، اس دوران وہ ادارۂ معلومات اسلامی سے بھی منسلک رہے، اس زمانہ میں ترکی کے حق میں متعدد مضامین کے علاوہ ان کی تین کتابیں بھی شائع ہوئیں۔

بمبئی کا سفر

۱۹۲۰ء میں جناب عمر سبحانی کی دعوت پر پکتھال بمبئی آ گئے، وہاں کے مشہور اخبار ''بمبئی کرانیکل'' کی ادارت سنبھالی اور ۱۹۲۴ء تک اس کی ذمہ داری کو نبھاتے رہے، انہوں نے بے شمار اداریوں میں یہ بات کھل کر لکھی کہ ''خلافت عثمانیہ کی تباہی میں عیسائی دنیا کا کیا کردار تھا، اور یہ کہ عالم اسلامی کے خلاف انگریز کس انداز کی سازشوں میں مصروف ہیں'' غرض اس دوران انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں اور ترکوں کے مسائل میں گہری دلچسپی لی، ہندوستان کی مقامی سیاست میں جزوی طور پر حصہ لیا، اور ناگپور اور بھروچ میں کانگریس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی ہندستانی طرز معاشرت پر انہوں نے کہانیاں بھی لکھیں، اور ایک انسائیکلوپیڈیا کے لئے بمبئی اور گجرات کے بارے میں دو بھر پور مقالے بھی قلم بند کئے۔

۱۹۲۴ء میں انہوں نے ''بمبئی کرانیکل'' کی ادارت ترک کر دی، اور مغربی گھاٹ (دکن) میں کچھ دن آرام کرنے کے لئے چلے گئے، یہیں سے انہیں نظام حیدرآباد کی جانب سے دکن کے وزیراعظم سر اکبر حیدری اور ناظم تعلیمات سر راس مسعود کے خطوط ملے، جس میں اس خواہش کا اظہار کیا گیا تھا کہ پکتھال اپنی خدمات حیدرآباد دکن کے سپرد کر دیں، چنانچہ موصوف نے نظام کے حکم پر چادر گھاٹ کالج کی پرنسپلی قبول کر لی، اور یکم جنوری ۱۹۲۵ء کو نئی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

حیدرآباد کی معاشرت سے متاثر

پکتھال حیدرآباد دکن کی معاشرت سے بہت متاثر ہوئے، اپنے ایک دوست کو لکھتے ہیں ''حیدرآباد ایک شاندار جگہ ہے، ناقابل بیان حد تک خوبصورت، یہ آفتاب

مغلیہ کی ضوفشاں کرن ہے، تہذیب وثقافت میں اس کا مشرق میں کوئی جواب نہیں" دکن اور اس کی تہذیب سے پکتھال کا گہرا قلبی لگاؤ، اخیر وقت تک قائم رہا، انہوں نے چادر گھاٹ کالج کو ترقی دینے کے لئے خوب محنت کی، طلباء کی کردار سازی کے لئے خصوصی اقدامات کئے، اور بہت جلد اسے ایک مثالی ادارہ بنا دیا، ان کی خدمات کی قدر کرتے ہوئے حضور نظام نے انہیں ریاست کی سول سروس ہاؤس کا منتظم اعلیٰ بنا دیا، اس ادارہ میں حیدرآباد، سول سروس کے تمام اعلیٰ عہدے دار، تعلیم وتربیت حاصل کیا کرتے تھے۔

۱۹۲۷ء میں پکتھال نے "اسلامک کلچر" کے نام سے ایک سہ ماہی انگریزی رسالہ کا اجرا کیا، جس کے سرپرست اعلیٰ حیدرآباد کے وزیر اعظم سر اکبر حیدری تھے، اس رسالہ میں علمی اور تحقیقی نوعیت کے مضامین شائع ہوتے تھے، جس میں اسلامی تعلیمات کا اثبات، دلائل وبراہین کے ساتھ کیا جاتا تھا، انہوں نے اس رسالہ کو ہندوستان میں اپنی نوعیت کا منفرد جریدہ بنانے کیلئے سخت محنت کی، ایک ایسا علمی جریدہ جو ہر پہلو سے اسلامی ثقافت اور روایات کا آئینہ دار ہو، اپنے عہد ادارت میں انہوں نے متعدد مستشرقین کو اس رسالہ میں لکھنے پر آمادہ کیا، اور دنیا بھر کی یونیورسٹیاں اس کے خریداروں میں شامل ہوگئیں، اشاعت کے لئے آنے والے مضامین کو وہ اکثر دوبارہ لکھتے، اور رسالہ کے اعلیٰ معیار کو کسی صورت میں کمزور نہ ہونے دیتے، چونکہ پکتھال دنیا کی بہت سی زبانیں جانتے تھے، اس لئے وہ ان زبانوں کے علماء اور محققین کے مقالات کا آسانی سے ترجمہ کر لیتے، اور یوں انگریزی خواں طبقہ دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے چھپنے والی کتابوں سے باخبر ہو جاتا۔

پکتھال کا عظیم کارنامہ "ترجمۂ قرآن"

۱۹۲۷ء میں پکتھال نے مدراس میں مختلف اسلامی موضوعات پر متعدد لیکچر دیے، سالانہ لیکچروں کا یہ اہتمام، اسی شہر کے ایک دیندار اور عالم دوست تاجر جمال محمد کرتے اور اس میں مختلف مشاہیر اپنے رشحات فکر پیش کرتے تھے۔ان لیکچروں کے موضوعات میں اسلامی تہذیب وثقافت کے مختلف پہلو شامل تھے، جو بعد میں ''کلچرل سائڈ آف اسلام'' کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع ہوئے، تعلیم یافتہ، سنجیدہ طبقے میں یہ لیکچر بہت پسند کیے گئے، پکتھال کا سب سے بڑا رول اور عظیم کارنامہ ان کا ''ترجمۂ قرآن'' ہے، اس سے قبل انگریزی زبان میں قرآن مجید کے جتنے ترجمے ہوئے تھے، وہ غیر مسلم مستشرقین علماء نے کیے تھے، مختلف مواقع پر موصوف نے شدت سے محسوس کیا تھا کہ ان کے مترجمین کا رویہ اسلام اور قرآن کے بارے میں معاندانہ اور تعصب پر مبنی ہے، اس لئے وہ قرآن پاک کے مطالب سے انصاف نہیں کرسکتے، چنانچہ ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی راسخ العقیدہ ترجمہ کا فریضہ انجام دے، حیدرآباد میں انہوں نے اس مبارک کام کا ارادہ کیا، اور یہ خبر نظام تک پہنچی، تو انہوں نے اس منصوبہ پر خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ پوری تنخواہ کے ساتھ یہ کام مکمل ہو، جب ترجمہ مکمل ہوگیا تو نظام نے اپنے خرچ پر پکتھال کو مصر بھیجا، تاکہ علماء ازہر سے ضروری نکات پر مشورہ کیا جاسکے، چنانچہ موصوف نے قاہرہ میں کئی ماہ قیام کیا، اور جامعہ ازہر کے شیخ مصطفےٰ المراغی اور علامہ احمد الغمراری سے طویل ملاقاتیں اور مشورے کیے، اور بعض دیگر علماء وفضلاء سے بھی قرآن حکیم کے مشکل مقامات پر بحث ومباحثہ کیا، اور جہاں ضروری سمجھا ترجمہ پر نظر ثانی کی، بالآخر تین سال کی محنت شاقہ رنگ لائی، اور ۱۹۳۰ء میں یہ ترجمہ '' The Quran

"Glorious" کے نام سے بیک وقت لندن اور نیویارک سے شائع ہوا۔ یہ نسخہ دو جلدوں میں حیدرآباد دکن سے بھی شائع ہوا اور اس کے جملہ اخراجات حضور نظام نے برداشت کیے۔

محمد مارما ڈیوک پکتھال ترجمہ قرآن پاک کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ''اس ترجمہ کا مقصد انگریزی خواں طبقے کے سامنے یہ امر پیش کرنا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان، قرآن کے الفاظ سے کیا مفہوم لیتے ہیں؟ اس کا مقصد انگریزی بولنے والے مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنا ہے، یہ دعوی بڑی سنجیدگی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے کہ کسی الہامی کتاب کو ایک ایسا شخص عمدگی سے پیش نہیں کرسکتا جو اس کے الہامات اور پیغام پر ایمان نہ رکھتا ہو، یہ پہلا انگریزی ترجمہ ہے جو ایک ایسے انگریز نے کیا جو مسلمان ہے، جب کہ بعض تراجم میں ایسی تعبیریں کی گئی ہیں جو مسلمانوں کے لئے دل آزار ہیں، اور تقریباً سب میں زبان کا ایسا اسلوب اختیار کیا گیا ہے جسے مسلمان غیر موزوں سمجھتے ہیں، یہ قدیم علماء کا اور میرا عقیدہ ہے کہ قرآن کا ترجمہ نا ممکن ہے، میں نے اس کتاب کو علمی انداز میں پیش کیا ہے، اور اس کے لئے کوشش کی گئی ہے کہ موزوں زبان استعمال کی جائے، لیکن بہر حال یہ ترجمہ قرآن مجید نہیں ہوسکتا کہ قرآن تو بے مثل و بے عدیل ہے، قرآن میں تو اتنی اثر انگیزی ہے کہ لوگ اسے سنتے ہی رونے لگتے ہیں، اور وجد میں آجاتے ہیں، یہ قرآن کے مفہوم کو انگریزی میں پیش کرنے کی محض ایک کوشش ہے، اور اس کے سحر کی قدرے عکاسی کی گئی ہے یہ عربی قرآن کی جگہ نہیں لے سکتا، اور نہ میرا یہ مقصد ہے"۔

چنانچہ یہ پہلا انگریزی ترجمہ قرآن ہے جس میں بائبل کے سے ترجمہ کا لطف آتا

ہے ،اور نہ صرف صحت ،سلاست وفصاحت کے اعتبار سے مقبول ترین ہے، بلکہ یہ پرشکوہ اور بے پناہ اثر آفریں ہے۔محترمہ مریم جمیلہ نے اس ترجمہ کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:" مجھے اس کے مقابلہ کا کوئی انگریزی ترجمہ نہیں مل سکا کسی ترجمہ میں فصاحت وبلاغت اوردل نشیں انداز بیان نہیں ہے جواس میں موجود ہے "۔بہت سے دوسرے تراجم میں اللہ کے لئے " گاڈ" کا لفظ استعمال کرنے کی غلطی کی گئی ہے،لیکن پکتھال نے ہر جگہ اللہ ہی استعمال کیا ہے ،اس سے اسلام کے پیغام میں مغرب کے قاری کے لئے بڑی تاثیر پیدا ہوگئی ہے"۔بہرحال پکتھال صاحب کی اس عظیم دینی اور ملی خدمت کو پورے عالم اسلام میں سراہا گیا اور حضور نظام نے انہیں پہلی گول میز کانفرس میں سلطنت آصفیہ میں دکن کے وفد کا سکریٹری نامزد کیا۔

لندن واپسی

جنوری ۱۹۳۵ء میں مارماڈیوک حیدرآباد ایجوکیشن سروس سے مستعفی ہوگئے ،نظام نے تاحیات پنشن مقرر کردی ،اور پکتھال واپس لندن چلے گئے اور وہاں ہمہ تن خدمت دین میں مصروف ہوگئے ،اسلامک کلچر جو پہلے حیدرآباد سے چھپتا تھا اب لندن سے چھپنے لگا، "رائل سینٹرل ایشین سوسائٹی" لندن کی طرف سے ان کے سلسلہ وار مضامین "جدید دنیا میں مسلمانوں کا کردار" بھی شائع ہونے لگا۔

وفات

اس طرح بقیہ حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ،دین حق کی تبلیغ واشاعت میں صرف کرتے ہوئے یہ عظیم مسلمان ،بے مثل عالم اور مفکر ومبلغ ۱۹/مئی ۱۹۳۶ء کی صبح کو حرکت قلب بند ہونے سے وفات پاگئے ،۱۸/مئی کی رات سونے سے پہلے انہوں نے کاغذ پر

قرآن پاک کی یہ آیت اور اس کا ترجمہ تحریر کیا: بلی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (بقرۃ ۱۱۲) "حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے، اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لئے اس کے رب کے پاس اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لئے خوف ورنج کا کوئی موقع نہیں"۔

گویا اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں محمد مارماڈیوک پکتھال کو کامیابی وخوشنودی کا مژدہ سنادیا، یہ نصیب اللہ اکبر۔ انہیں لندن میں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا، اگرچہ ان کی دیرینہ تمنا تھی کہ موت اسپین میں آئے، اس لئے کہ اسپین کے اسلامی دور سے انہیں بے حد محبت تھی۔

پکتھال یوروپین ہونے کے باوجود مکمل طور پر اسلامی اخلاق سے آراستہ تھے، پنج گانہ نمازوں اور رمضان کے روزوں کو کبھی ناغہ نہ ہونے دیتے، قدم قدم پر اللہ اور رسول ﷺ کا ذکر فرماتے، اللہ پر ان کا ایمان بڑا مستحکم تھا، ہر کام اس کی رضا کے مطابق انجام دیتے، بے حد شریفانہ جذبات کے مالک تھے، حیدرآباد کے قیام کے دوران غریب اور نادار طلباء ایمان کی تازگی محسوس کرتے تھے، مشہور مصنف شیخ عطاء اللہ لکھتے ہیں "مجھے علی گڑھ میں ان کے چند شاگردوں سے ملاقات کا موقع میسر آیا، ان میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی، لیکن ہر ایک ان کے خلوص اور ان کی شفقت پدرانہ کا مداح تھا"۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالسلام: مئی ۲۰۰۰ء)

مستفاد از ماہنامہ "ارمغان" ماہ اپریل ۲۰۱۵ء

۱۴۶

جسمانی ڈاکٹر رب کی مہربانی سے طبیبِ روحانی بن گیا

جناب ڈاکٹر فیصل سے ایک ملاقات

اقتباس

بس میں تو یہ کہوں گا کہ اسلام کے علاوہ جو لوگ بھی مذہب یا دین سمجھ کر محنت کر رہے ہیں ان میں صرف آڈمبر یا دکھاوے کی چمک دمک ہے، اور اسلام بالکل جینوئن صاف اور جنلئی اور حقیقت سے بھرپور دین ہے، اور انسان کے دل و دماغ کو اللہ نے صلاحیت دی ہے کہ اگر ڈوپلیکیٹ اور مصنوعی چیز کے سامنے اصل اور حقیقی اور جنلئی چیز دیکھ لے تو فوراً سمجھ جاتا ہے، دنیا کے سامنے ڈپلی کیٹ مصنوعی مذاہب، عقیدے ما سکول آف تھاٹس ہیں۔

احمد اوّاہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ڈاکٹر فیصل : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: ڈاکٹر فیصل صاحب! آپ تو آج کل کسی عرب ملک میں رہ رہے ہیں، وہاں سے آپ کب آئے ہیں؟

ج: میں آج کل عمان میں رہ رہا ہوں، اور وہیں پر ایک سرکاری اسپتال میں

سرجری کا ذمہ دار ہوں، اصل میں میری اہلیہ کے بھائی کی غازی آباد میں شادی ہے، اسی سلسلہ میں بچوں کے ساتھ آیا ہوں، ایک ہفتہ کی چھٹی بہت مشکل سے ملی ہے، پرسوں رات کی فلائٹ ہے۔

س: وہاں پر آپ کب سے رہ رہے ہیں؟

ج: میں عمان میں پانچ سال سے رہ رہا ہوں اس سے پہلے تین سال ریاض میں رہ چکا ہوں، وہاں پر ذرا مصری ڈاکٹروں کا مزاج کچھ ایسا تھا کہ ہر وقت گھٹن سی محسوس ہوتی تھی، خصوصا میری اہلیہ جو بچوں کی ڈاکٹر ہیں ان کے لئے بہت مشکل تھا، اللہ کا شکر ہے کہ عمان میں لوگ قدر کرنے والے مل گئے ہیں، حرمین شریفین کی نعمت وہاں تھی مگر ہمارے لئے سعودیہ میں بھی ویزہ کی مشکل تھی، ریاض و مسقط سے جانا تقریبا برابر ہے، سال میں تین بار ہم یہاں سے بھی چلے جاتے ہیں، وہاں زیادہ سے زیادہ چار بار جاتے تھے۔

س: آپ کی ماشاء اللہ بہت اچھی اردو ہے اور تلفظ بھی ایسا اچھا ہے، ابھی آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی، میں نے سوچا آپ شاید ڈاکٹر فیصل نہیں ہیں، ابی نے مجھے بتایا تھا کہ بہت اچھے داعی نومسلم ڈاکٹر فیصل تیجے ہیں، تم دہلی میں ہو تو ذرا ارمغان کے تازہ شمارہ کے لئے انٹرویو لے لو، آپ نے سورہ الحمد اور سورہ اخلاص پڑھی، جیسے کوئی عربی قاری پڑھ رہا ہو، بڑی حیرت ہوئی آپ کو یہ تجوید اتنی جلدی کیسے آگئی؟

ج: اتنی جلدی کہاں، مولانا ہمیں اسلام قبول کئے نو سال سے زیادہ ہوگئے، حضرت نے ہمیں بتایا کہ لکھنؤ مدرسہ میں پانچ سال میں عالم بن جاتا ہے، ہمیں تو نو سال ہوگئے سیکھتے۔

س: اصل میں وہ تو سب کام سے فارغ ہو کر پڑھتے ہیں نا؟

ج: اصل بات انسان کے ذہن و دل پر لینے کی بات ہے، جس چیز کو آدمی اپنے ذہن پر First Priority (اولین ترجیح) بنالیتا ہے، تو پھر اس کے لئے سکنڈری چیزوں سے فارغ ہونا یا وقت فارغ کرنا آسان ہوتا ہے، ہم تو اس لائق نہیں کہ اسلام کو فرسٹ پرائرٹی (اولین ترجیح) بنائیں مگر اسلام نے ہمیں خود ہمیں اپنی اہمیت اور اولیت سمجھادی، یا یوں کہیں کہ اللہ کی رحمت نے ہمارے دماغ کے جالے دھو دیئے۔

س: ہم نے سنا ہے، اور حج وعمرہ پر جاتے وقت لوگوں کو دیکھا بھی ہے کہ وہاں کی زندگی کا سسٹم خصوصاً وہ لوگ جو باہر کے ہیں اور وہاں ملازمت کرتے ہیں ان کے لئے اتنی مصروفیت ہوتی ہے کہ باہر کی کسی ضرورت کے لئے وقت نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے، ایسے میں وہاں اسلام سیکھنے کے لئے وقت نکالنا بھی مشکل ہوتا ہوگا؟

ج: یہ سب نہ کرنے کے بہانے ہیں، جب آدمی کو لگ جاتی ہے اور دل میں کوئی بات گھر کر جاتی ہے تو پھانسی کی کال کوٹھری میں بھی آدمی وقت نکال لیتا ہے، الحمد للہ میں نے وہاں سعودی عرب میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھا ابتدائی عربی اور سوا پارہ اور بہت سی سورتیں حفظ کرلی ہیں اور اب آن لائن بلال فلپس یونیورسٹی سے ثانویہ کا نصاب پاس کرکے کلیہ (یعنی عالمیت) کے آخری سال کا کورس کر رہا ہوں۔

س: سبحان اللہ، ماشاء اللہ؟

ج: صرف میں ہی نہیں بلکہ ڈاکٹر سعدیہ جو میری اہلیہ ہیں اور میرے دو سال بعد مسلمان ہوئی ہیں مجھ سے اچھا قرآن مجید پڑھتی ہیں، ان کی آواز اور لہجہ مجھ سے بہت اچھا ہے۔

س: اچھا آپ کی اہلیہ محترمہ بھی نومسلم ہیں، میں سمجھ رہا تھا کہ دوران تعلیم آپ کے کسی مسلم لڑکی سے تعلقات رہے ہوں گے اور وہی آپ کی ہدایت کا ذریعہ بن گئی ہوں گی، ایسا اکثر ہوتا ہے، خاص طور پر بہت سے ڈاکٹرز اس طرح اسلام میں آئے ہیں۔

ج: جی نہیں! الحمدللہ میری اہلیہ کے اسلام کا ذریعہ اللہ نے مجھے بنایا ہے۔

س: ذرا اپنا خاندانی تعارف کرائیے اور اپنے قبول اسلام کی کہانی بتائیے؟

ج: میرا خاندانی نام انل کمار تھا، ہمارا خاندان پہلے سے بلند شہر کے ایک گاؤں کا زمین دار خاندان ہے، مگر غازی آباد کی اہم کالونی میں ہمارے والد صاحب نے مکان بنایا تھا اور نوئیڈا میں پراپرٹی ڈیلنگ کا کام کرتے تھے، شروع میں غازی آباد کے انگلش میڈیم اسکول میں داخل ہوا، بعد میں آٹھویں کلاس کے بعد دلی پبلک اسکول سے بارہویں کلاس پاس کی، اور پھر ایک سال میڈیکل امتحان کی تیاری کے لئے کوچنگ کر کے سی پی ایم ٹی کوالیفائی کیا اور کان پور سے ایم بی بی ایس کیا، اور پھر کان پور سے پلاسٹک سرجری میں پوسٹ گریجویشن یعنی ایم ایس کیا، شروع میں ہندوراؤ اسپتال میں ریزی ڈنٹ سرجن کی ملازمت کی، بعد میں مجھے آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ، AIMS میں ملازمت مل گئی، ایمس میں مجھے خود کو بنانے اور میڈیکل لائن سیکھنے کا بہت موقع ملا، میرے چاچا جی جناب سنیل کمار کشیپ غازی آباد میں ایک ڈگری کالج سے گریجویٹ تھے، ان کے کالج کے پرنسپل کسی زمانے میں نوکری وغیرہ چھوڑ کر رشی کیش ہریدوار وغیرہ رہے اور انھوں نے سنیاس اختیار کر لیا تھا، بعد میں میرٹھ ضلع میں آپ کے قریب سکوتی کے پاس ایک جگہ نگلی ہے وہاں آشرم بنا لیا تھا، ان کے آشرم کی وجہ سے

اس چھوٹے گاؤں کا نام شری ننگلی تیرتھ ہو گیا تھا، وہاں ہر سال دو میلے لگتے ہیں، ٹرین اور بسوں پر اس زمانہ میں بڑی بھیڑ رہتی ہے، وہ جن کو اب لوگ سری گیانند مہاراج کہتے ہیں ان کا نام پہلے روپیندر تھا، ان کے گرو نے ان کو یہ نام دیا تھا، انھوں نے وہاں اپنے آشرم کی ایک سنستھا (تنظیم) بنائی تھی، جس کے تحت وہ اسکول اور ایک بڑا اسپتال چلاتے تھے، مہاراج جی ہمارے یہاں غازی آباد بھی آتے تھے، جب وہ آتے تو ہمارے پتاجی ان کے لئے ہفتوں پہلے تیاری کرتے، پورے گھر کو دھونی دی جاتی اور نئے آسن اور قالین ڈالے جاتے، ایک ہفتہ پہلے لہسن پیاز گھر میں آنا بند ہو جاتا، ایک روز وہ ہمارے گھر آئے اور پتاجی سے آشرم کے لئے دان دینے کو کہا، پتاجی نے کہا آپ جو چاہیں: مہاراج نے کہا ڈاکٹر انل کو دے دو، میرے پتاجی ان سے بہت آستھا رکھتے تھے، انھوں نے ایک سیکنڈ کی دیر کئے بغیر مجھے فون کیا اور ڈیوٹی سے بلا لیا، میں نے پتاجی سے ضد بھی کی، مگر انھوں نے مجھے سمجھایا کہ ان کی کرپا سے ہمارے گھر کے جالے دور ہوئے ہیں، ان کو ناراض کر کے ہم برباد ہو جائیں گے، میں نے ایمس سے ریزائن (استعفاء) دیا اور ننگلی اسپتال چلا گیا، مہاراج جی مجھ سے بہت پریم کرتے تھے، اور میرے پتاجی کی اس قربانی کی وجہ سے بالکل اپنا بیٹا بنا کے رکھتے تھے، میں آشرم میں گیا تو اسپتال کو ایک اچھا اسپتال بنانے کی کوشش کی، اور بہت سے اچھے ڈاکٹر لا کر اور اپنی کوشش سے لوگوں سے ڈونیشن جمع کر کے اسپتال کو بہت بڑھایا، جیسے جیسے آشرم میں شردھالو بڑھنے لگے اور چڑھاوے آنے لگے، اور کام بڑھا تو مہاراج کے کچھ دوسرے نمبر کے چیلے اس آشرم پر قبضہ کرنے کی سوچنے لگے اور راستہ سے مہاراج کو ہٹانے کے لئے ان کو مارنے کا پروگرام بنانے لگے، اس دوران میرے پتاجی بہت بیمار

ہوئے، مجھے ان کے علاج کے لئے غازی آباد آنا پڑا، دہلی میں ان کا اچھے سے اچھا علاج کرایا گیا مگر ان کے گردے خراب ہو گئے تھے کوئی علاج کام نہ آیا، جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو گھر کے بڑوں میں مہاراج جی بھی ہمارے ساتھ تھے، انھوں نے بیڈ سے اتار کر زمین پر ڈالنے کو کہا، اور سب نے ان کو زمین پر ڈال دیا، پھر ان کا کریا کرم ہوا، تو میں بڑا بیٹا تھا، میں نے ہی ان کو آگ لگائی اور پھر ان کے جسم کو جلانے کے لئے لاٹھی چلائی، نہ جانے کیوں میرے دل کو یہ اچھا نہیں لگا، ہندو راؤ اسپتال میں میرے ساتھ ایک ڈاکٹر اشرف بھی ملازمت کرتے تھے، وہ فتح پور ہنسوہ کے رہنے والے تھے، ان کا خاندان ہندو راجپوت خاندان تھا الہ آباد کے کسی بزرگ کے ہاتھوں پر ان کے تیسرے دادا مسلمان ہوئے تھے، ان سے وہاں رہتے ہوئے میری دوستی ہو گئی، وہ دہلی میں رہتے تھے، ان کے والد کی طبیعت خراب ہوئی، حال چال پوچھنے کے لئے پہنچا تو ان کا آخری وقت تھا، گھر کے سب لوگوں نے ان کو نہلایا صاف کپڑے پہنائے، اور بستر کی چادر گدہ وغیرہ بدلا اور خوشبو لگائی، اور ڈاکٹر اشرف ان کو گود میں لے کر بیٹھ گئے، اور سب خاندان کے لوگ ان کے چاروں طرف قرآن مجید پڑھ رہے تھے، انتقال کے بعد ان کے بیڈ کا رخ بدلا گیا، میں نے ان کا نہلانا اور کفنانا دیکھا، کتنا احترام اور محبت کا معاملہ گھر والے کر رہے تھے، ڈاکٹر اشرف بار بار ان کی پیشانی کو چوم رہے تھے، پھر اوکھلا کے قبرستان میں دفنایا گیا، ذرا سی مٹی نہ گرنے دی، مجھے ان دونوں کی موت اور کفن دفن سے اپنے دھرم پر بے اعتمادی سی پیدا ہو گئی اور ایک طرح سے انفریئر کمپلیکس سا پیدا ہو گیا، تیسری کے بعد میں ننگل پہنچ گیا، پتا جی سے تعلق کی وجہ سے میں نے ارادہ کیا کہ پتا جی کی آتما کی خوشی کے لئے میں ننگل تیرتھ میں سیوا کروں گا، گیا نند

مہاراج آشرم کی سیاست اور چیلوں کی دشمنی سے بہت پریشان تھے، وہ بے چین رہنے لگے، راتوں کو نیند نہیں آتی تھی، اور نیند کی دوائیں لینی پڑتی تھیں، ان کو یہ بھی خیال ہو گیا تھا کہ ان پر کسی تانترک سے جادو کرا دیا گیا ہے، اس کے لئے وہ بہت سے تانترکوں کو بلاتے اور خود بھی جاتے، دوبارہ وہ بنگال میں کسی تانترک کے یہاں گئے، اس نے بتایا کہ ان پر کالا جادو کرایا گیا ہے، جادو جان لیوا ہے، ان کا کہنا تھا کہ دو بار ان کے کھانے اور دودھ میں زہر بھی ملایا گیا ہے، ان دشمنوں سے بچنے کے لئے جب تانترکوں اور پنڈتوں سے کام نہ چلا، تو مولانا اور عاملوں کے پاس جانے لگے، کھتولی میں ایک نوجوان حافظ صاحب تھے وہ ان کے پاس گئے انھوں نے مہاراج جی کو پھلت میں مولانا کلیم صدیقی صاحب سے ملنے کو کہا، کہا کہ وہ جھاڑ پھونک تو نہیں کرتے مگر دعا کریں گے، اور آپ کو مالک کا کوئی نام بتا دیں گے، وہ پھلت بار بار گئے مگر ملاقات نہیں ہوئی، پورے آشرم میں وہ سب سے زیادہ مجھے اپنا وفادار سمجھتے تھے، اس لئے مجھے علاج کے لئے ساتھ لے جاتے تھے، مجھے اسپتال میں مریضوں کو چھوڑنا اچھا نہیں لگتا تھا، مگر ان کی وجہ سے جانا پڑتا تھا، بار بار میں پھلت ان کے ساتھ گیا، پھلت میں معلوم ہوا کہ حضرت صرف پیر کے دن وہاں ملتے ہیں، دو دفعہ پیر کو بھی گئے، تو پتہ چلا کہ پہلے پیر کے دن رہتے تھے، اب پوری دنیا میں سفر کرنا ہوتا ہے پیر کے دن رہنا ممکن نہیں رہا، پوری دنیا کے سفر کی وجہ سے مہاراج جی کو اور بھی لگ گئی، کہ بس وہی میری سمسیا (مشکل) حل کر سکتے ہیں، حافظ صاحب نے کہا کہ اب میں لگا ہوں، جب حضرت ہوں گے تو آپ کو فون کر دوں گا، ایک روز دوپہر دو بجے حافظ صاحب کا فون آیا، حضرت ابھی آئے ہیں، وہ رات تک رکیں گے، ہم لوگ پہنچ گئے، ہم نے معلوم کیا

کہ حضرت کا کوئی ڈیرہ یا آشرم تو ہوگا، لوگوں نے کہا پورا سنسار ان کا آشرم ہے، ہم ان کے گھر پہنچے تو بیٹھک کے برآمدہ میں کچھ پلاسٹک کی سادی سی کرسیاں پڑی تھیں ان میں دو ایک ٹوٹی ہوئی تھیں، اندر خبر کرائی، ایک صاحب پانی لے کر آئے اور بولے، حضرت ابھی ملیں گے، میرے ذہن میں یہ تھا کہ پورے سنسار میں سفر کرنے والے حضرت جی کا نہ جانے کس شان کا ٹھکانہ ہوگا، یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ حضرت بڑے زمین دار ہیں، تھوڑی دیر میں ایک سادہ سے کرتے پاجامے میں بالکل عام آدمیوں کی طرح ایک صاحب آئے دو تین لوگ اور تھے وہ ان کے لئے کھڑے ہونے لگے حضرت نے ان کو سختی سے منع کیا اور ان کرسیوں میں سے ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئے، وہاں موجود لوگوں سے یہ معلوم کرکے حیرت ہوئی کہ یہی وہ حضرت ہیں جن سے ملنے کے لئے ہمارے مہاراج کو دسیوں بار آنا پڑا، نہ کوئی آسن، نہ کوئی پوشاک، نہ چیلے نہ چپاٹے، حافظ جی نے مہاراج جی کا تعارف کرایا، اور ان کی سمسیا (پریشانی) بتائی، حضرت نے معلوم کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ لوگ آپ پر جادو کرارہے ہیں، مہاراج جی نے کہا: سب تانترک یہی بتاتے ہیں، حضرت نے کہا یہ لوگ سب اپنی دوکان چلانے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں، مجھے نہیں لگتا کہ آپ سے کوئی دشمنی رکھتا ہے، جن لوگوں کے بارے میں آپ کو خیال ہے کہ وہ آپ کو مارنا چاہتے ہیں، آپ ان سے ملیں اور انھیں قسمیں دے کر معلوم کریں، میں نہ تو تانترک ہوں نہ عامل، مٹی کا آدمی ہوں اور مجھے اس دیوار کے پیچھے کیا ہے وہ بھی معلوم نہیں، تو میں کیا بتا سکتا ہوں کہ کس نے کیا کرایا؟ مجھے تو بس یہ معلوم ہے کہ میں نے اتنے پاپ کئے، اور ایسے کرپالو، دیالو مالک کی زمین میں رہ کر اس کا کھا کر اس کی نافرمانی کی، اب اس کے کسی بندہ کی بھلائی ہو جائے تو شاید اسے منھ

دکھانے کے لائق ہو جاؤں، اس فکر میں بھاگا بھاگا پھر رہا ہوں، حضرت نے کہا کہ اس سنسار میں جو کچھ ہوتا ہے اس اوپر والے اکیلے مالک کے حکم سے ہوتا ہے، ساری دنیا کے دل اس کی انگلیوں کے درمیان میں ہیں، وہ جس کو چاہے دشمن بنادے، اور جس دشمن کو چاہے دوست بنادے، جب یہ ہے تو پھر اس سے دل کو لگانا چاہئے، اس مالک کے دو نام ہیں: یا ہادی یا رحیم، آپ سب کچھ چھوڑ دیجئے، اور صبح اشنان کر کے آنکھ بند کر کے بس یہ جپ کیا کیجئے، اور روزانہ اپنے کو اس مالک کی شرن میں دے دیا کیجئے، میں جتنا جانتا ہوں وہ بتادیا، مہاراج جی کرسی سے اتر کر حضرت جی کے پیروں میں بیٹھ گئے، حضرت جی میں بہت دھکے کھا چکا ہوں، اور بہت دکھی ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں آپ مجھ پر کرپا کریں، حضرت نے انھیں اوپر اٹھایا اور کہا پنڈت جی مہاراج! اوپر والے مالک کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں جانتا اور آپ سے کہتا ہوں، آپ میری بات مانیں، اس چکر میں نہ پڑیں، حضرت نے مولوی عمر کو بلایا اور مدرسہ لے جا کر ذرا توجہ سے بات کرنے کو کہا، اور اپنی چھوٹی سی پستک 'آپ کی امانت، آپ کی سیوا میں' دینے کو کہا، نہ آسن، نہ آشرم، نہ چیلے نہ چپاٹے، ایک عام آدمی کی طرح کے حضرت کو دیکھ کر اور اس سے اپنے یہاں آشرم کے بالکل چھوٹی سے سطح کے لوگوں کے روپ رنگ دیکھ کر کمپیر کرنے کی وجہ سے میرے دل و دماغ کو اسلام کے اور قریب کر دیا، مہاراج جی نے یا ہادی یا رحیم کا جب شروع کیا تو ان پر یہ بات کھل گئی کہ ان کے کچھ خاص چیلے ان کے رشیوں کو دور کرنے کے لئے مہاراج جی سے جھوٹی باتیں لگاتے ہیں اور ان ساتھیوں نے جن سے پنڈت جی ڈرتے تھے خواب میں بھی مہاراج کے خلاف کوئی بات نہ سوچی تھی، میں نے بھی یا ہادی یا رحیم پڑھنا شروع کیا، دو مہینے کے بعد اچانک میرے

دل میں خیال آیا کہ پھلت سے جو پمفلٹ تحفہ آپ کی امانت کا ملا تھا مجھے اسے بھی تو دیکھنا چاہئے اس کتاب نے میرے اندر کے دل و دماغ کے دروازے اسلام کے لئے کھول دیئے، میں دو مرتبہ اور پھلت گیا، ایک بار مولانا عمر سے ملاقات ہوئی دوسرے بار وہ بھی نہیں مل سکے وہ دہرہ دون گئے ہوئے تھے، میں نے ادھر ادھر سے اسلام پڑھنا شروع کیا پھر لاوڑ میں ایک حکیم صاحب سے قرآن شریف ہندی اور انگریزی میں ملا، اور میں نے میرٹھ مفتی فاروق صاحب سے، جن کا مدرسہ نوگزہ پیر پہ ہے جا کر اسلام قبول کیا، اسلام کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے لئے میں نے نگلی چھوڑنے کی سوچی، اور سعودی عرب ریاض میں ایک جاب تلاش کر لی، ایک سال بعد میرا رشتہ میرے ماموں نے بجنوں کی ایک ایم ڈی ڈاکٹر سے میری ماں کے مشورہ سے طے کر دیا میں نے رشتہ کے بعد ڈاکٹر ششما سے میٹنگ کی اور صاف صاف بتادیا کہ میں مسلمان ہوں اور اسلام کی وجہ سے سعودیہ میں رہتا ہوں، اور اپنے اسلام قبول کرنے کی پوری داستان بتائی وہ میری باتوں سے متاثر ہوئیں میرے صاف صاف بتانے اور پہلے سے بات کلیر (صاف) کرنے سے وہ بہت متاثر ہوئیں اور اس کے لئے تیار ہوگئیں کہ اگر آپ شادی کریں گے تو میں آپ کے ساتھ مسلمان ہونے کو تیار ہوں، سن ۲۰۰۸ء جولائی میں میں نے شادی کی، اگلے سال میں نے اپنی اہلیہ کی بھی جاب ریاض میں تلاش کی، اور الحمدللہ میں نے ان کا نام سعدیہ رکھا، انھوں نے اسلام کو نیٹ پر پڑھا ہے اور وہ مجھ سے بہت اچھی مسلمان ہیں، اور ہمارے ایک بیٹا اور بیٹی ہوگئے ہیں، بیٹا قرآن مجید پڑھ رہا ہے اس کی والدہ اس کو دینیات خود پڑھا رہی ہیں اور ہم دونوں آن لائن اسلامی کورس، کلیہ یعنی عالمیت کا کر رہے ہیں۔

س: آپ نے ابی سے ملاقات کی پھر نہیں سوچی؟

ج: اصل میں چھٹیوں میں ہر سال ہم آتے رہے، دوبار ہم پھلت گئے تو ملاقات نہ ہوسکی تو ہم نے مایوس ہوکر امید چھوڑ دی۔

س: آپ دونوں نے اپنے خاندان پر کام شروع نہیں کیا؟

ج: ہم لوگ بس اپنے خاندان پر کام میں لگے ہوئے ہیں، ڈاکٹر سعدیہ مجھ سے بعد میں اسلام میں آئیں مگر الحمدللہ ان کے بھائی بہن اور ماں باپ سب اسلام میں آگئے ہیں، ایک خالہ زاد بہن اور چچا کے ایک بیٹے مسلمان ہوگئے ہیں، ابھی ان کے جن بھائی کی شادی ہوئی ہے وہ جماعت میں وقت لگا چکے ہیں، اور خاندانی مسلمان گھرانہ میں دہلی میں ان کی شادی ہوئی ہے، میرے گھر میں والدہ نے کلمہ پڑھ لیا ہے، وہ بہت معذور ہیں، اعمال پر تو نہیں آئی ہیں مگر پکی مسلمان ہیں، میری ایک بہن مسلمان ہوگئی ہیں بہنوئی پر کام چل رہا ہے، میرے ایک ساتھی جو ریڈ ہوسپٹل میں دل کے ڈاکٹر ہیں وہ بھی اپنی مسز کے ساتھ مسلمان ہوگئے ہیں۔ اللہ نے مجھے اس کا ذریعہ بنایا، ہاں یہ بات ٹھیک ہے جیسا ہمیں کرنا چاہئے تھا یا جیسا ہم کرسکتے تھے ویسا نہیں کیا، اور عمان میں تو الحمدللہ خوب کام ہو رہا ہے۔

س: سعودی عرب میں رہتے ہوئے آپ نے حج کرلیا ہوگا؟

ج: الحمدللہ سعودی عرب میں رہتے ہوئے ایک حج کیا اور دو حج بچوں کے ساتھ ہم نے عمان سے کئے ہیں، اس سال بھی سب کا ارادہ تھا مگر سنا ہے کہ اب بہت مشکل ہے، وہاں قانون سخت سے سخت کردیا گیا ہے۔

س: ماشاء اللہ! ہمارے یہاں سے ایک اردو میگزین ارمغان نکلتی ہے، اسی کے

لئے یہ انٹرویو لیا ہے، اس کے قارئین کے لئے آپ کوئی پیغام دیں گے؟

ج: جس میں نسیم ہدایت کے جھونکے چھپتے ہیں وہ کتاب ہم نے پڑھی ہے، بس میں تو یہ کہوں گا کہ اسلام کے علاوہ جو لوگ بھی مذہب یا دین سمجھ کر محنت کر رہے ہیں ان میں صرف آڈمبر یا دکھاوے کی چٹک مٹک ہے، اور اسلام بالکل جینون صاف اور سچائی اور حقیقت سے بھرپور دین ہے، اور انسان کے دل و دماغ کو اللہ نے صلاحیت دی ہے کہ اگر ڈپلیکیٹ اور مصنوعی چیز کے سامنے اصل اور حقیقی اور یجنل چیز دیکھ لے تو فوراً سمجھ جاتا ہے، دنیا کے سامنے ڈپلی کیٹ مصنوعی مذاہب، عقیدے، اسکول آف تھاٹس ہیں، اسلام کی حقیقت سے لوگ واقف نہیں، اگر ہم فطری اسلام ان کے سامنے اپنے قول سے یا عمل سے پیش کر دیں تو ان کو ان ڈھونگوں آڈمبروں کو چھوڑنا کوئی مشکل نہیں، ان آڈمبروں اور دین دھرم کے نام پر دھوکہ دینے والوں سے دکھی اور زخمی انسانیت کو صاف شفاف سادہ فطری اور جینیوئن دین اسلام دکھانے کی ضرورت ہے انسانیت خود اسلام کے دروازہ پر سر جھکانے کو بے چین ہے۔

س: بہت اچھی بات کہی آپ نے، شکریہ جزاک اللہ؟

ج: شکریہ تو آپ کا کہ آپ نے اس مبارک انجمن میں مجھے بھی شریک کیا۔

مستفاد از ماہنامہ ”ارمغان“ ماہ مئی ۲۰۱۵ء

۱۴۷

اسلامی تہذیب کی کشش نفرتوں کے جالے صاف کردے گی

جناب عبدالرحمٰن چوہان سے ایک ملاقات

اقتباس

اسلام کی ہر چیز میں انسانی نیچر کے لئے دل چسپی اور کشش ہے، شیطان دوری بنا کر اسے سمجھنے سے روکتا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہمارے عالم لوگ صرف اتنا کام کرلیں کہ اسلام سے نفرت رکھنے والے خاص خاص تنظیموں، ذمہ داروں اور ورکروں کو مدرسہ میں بلا کر مہمان رکھیں اور انھیں ان معصوم بچوں کی شرافت، ان کا کھانا پینا، ان کا رہنا سونا، دکھانے کی کوشش کریں، تو صرف مدرسہ کے بچوں کا رہن سہن، اور اسلامی تہذیب کی کشش ان کی آنکھوں اور دل و دماغ سے نفرتوں اور دوریوں کے جالے صاف کر کے رہے گی۔

احمد اوّاہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبد الرحمن چوھان: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

س: بھائی عبدالرحمٰن آپ آج کل کہاں رہ رہے ہیں؟

ج: میں آج کل راجستھان میں چتوڑگڑھ ضلع کے ایک قصبہ میں رہ رہا ہوں۔

س: آپ اصلاً بھی راجستھان کے ہیں نا؟

ج: جی میں جودھ پور ضلع کے ایک بڑے گاؤں، جواب ٹاؤن بن گیا ہے، کا رہنے والا ہوں۔

س: ابی بتا رہے تھے کہ آپ ایک مذہبی تنظیم کے ذمہ دار تھے اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام سے نوازا ہے۔ آپ کو اسلام میں آ کر کیسا لگ رہا ہے؟

ج: میں وشو ہندو پریشد کا سنچالک تھا، کچھ روز شیو سینا سے بھی جڑا رہا، مگر مجھے اب اسلام میں آ کر ایسا لگ رہا ہے کہ بڑوں کی یہ مثال صرف مجھ پر سچی لگتی ہے کہ صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آ جائے تو بھولا نہیں کہلاتا' سارے بچوں کے سردار نے بالکل سچی بات کہی ہے کہ ہر پیدا ہونے والا اسلامی نیچر پر پیدا ہوتا ہے، اس میں رائی کے دانے کے برابر بھی مجھے شک نہیں کہ انسان By Birth پیدائش سے مسلمان پیدا ہوتا ہے، میں جب گہرائی سے رات کو سوچتا ہوں تو مجھے صاف لگتا ہے کہ مسلمان سے مطلب قرآن وحدیث کے مطابق مسلمان ہیں، آج کل کے چلتے پھرتے مسلمان نہیں، اور ہمارے علاقہ راجستھان کے اکثر مسلمانوں کو دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ ان کو تو نئے سرے سے اسلام اور ایمان کی دعوت دینی چاہئے، میں بھی پیدائشی مسلمان ہوں، بلکہ جیسے میں اسلام کو جاننے کے لئے پیارے نبی ﷺ کی سنتوں کو جاننا چاہتا ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ میری اندر کی چاہت سنت سے ملتی ہے، ایک بات اور سنئے میری عادت یہ ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، اس وقت سے کھانا سامنے آتا ہے تو ایسا ہوتا ہے، جیسے ایک بہت بھوکا آدمی کھانے پر ٹوٹ پڑے، اور اندر سے یہ حالت رہتی ہے کہ یہ اوپر والے کا کرم ہے کہ اس نے یہ کھانا دیا، اور میں اس کی ہر کرپا وعنایت کا محتاج ہوں، اس

لئے میں ذرا جلدی جلدی کھانا کھاتا ہوں، میں سوچتا تھا کہ یہ عجیب عادت ہے، لوگ دیکھتے ہوں گے تو کیا سوچتے ہوں گے کہ اس کو پہلی بار کھانا ملا ہے، مگر اب میں کچھ دن سے ڈاکٹر عبدالحی صاحب کی کتاب ''اسوہ رسول اکرم'' پڑھ رہا ہوں، اس میں ہمارے نبی ﷺ کی عادت شریفہ کھانے کے بارے میں لکھی ہے، کہ آپ کھانا آنے کے بعد، جیسے بہت بھوکا محتاج کھانا کھاتا ہے اس طرح ذرا جلدی جلدی کھانا کھاتے تھے، میری عادت تو جوانی سے یہ ہے، میں نو سال تک شیو سینا سے جڑا رہا، اور دس سال وشو ہندو پریشد سے، مگر ایک طرح سے بچپن سے عادت ہے کہ اگر کسی آدمی نے مجھے کوئی کام کہا اور میں نہیں کر سکتا تو صاف جواب دینا میرے لئے بالکل مشکل ہوتا ہے، میں سوچتا تھا کہ کسی کو دھوکے میں رکھنا ٹھیک نہیں، اگر کام نہیں ہو سکتا تو صاف صاف کہہ دینا چاہئے، اور میں اسے اپنی بہت بڑی کمزوری سمجھتا تھا، مگر اپنے نبی ﷺ کے بارے میں میں نے پڑھا کہ آپ ایسے رحمت بھرے انسان تھے کہ اگر کوئی آدمی آپ سے کوئی سوال کرتا، اور آپ اس کے سوال کو پورا نہیں فرما سکتے تھے، تو بھی آپ اس کو صاف صاف ٹکا سا جواب نہیں دیتے تھے اور آئندہ اسے پورا کرنے کی امید پر منع نہیں کرتے تھے، یہ میں نے ایک دو مثالیں دیں، میں جیسے جیسے اپنے نبی ﷺ کے جیون اور آپ کی عادتوں کے بارے میں پڑھتا ہوں اور مجھے ان سے مناسبت معلوم ہوتی ہے، تو لگتا ہے کہ مجھے مالک نے پیدائشی مسلمان بنایا ہے۔

س: اچھا آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیں، اور اپنے اسلام قبول کرنے کی تفصیل بھی بتائیں؟

ج: جیسے میں نے بتایا کہ راجستھان کے جودھ پور ضلع کے ایک بڑے گاؤں میں،

جواب ناؤن بن گیا ہے؟ میری پیدائش ۱۸ ؍مئی ۱۹۷۸ء کو آج ہی کی تاریخ میں، ایک راجپوت گھرانہ میں ہوئی، پتاجی چھوٹے موٹے زمین دار تھے، ساتھ ہی ٹکڑی پتھر جو راجستھان میں مکان کی چھت اور تعمیر میں استعمال ہوتا ہے اس کا کاروبار کرتے تھے، میرے گھر والوں نے میرا نام درگا رام چوہان رکھا تھا، گاؤں کے اسکول سے آٹھویں کلاس کر کے جودھ پور میں داخلہ لیا، بارہویں کلاس کی ،اور پھر B.Com,M.Com کیا پھر نوکری کی تلاش میں دہلی میں ایک جگہ انٹرویو دینے گیا، میرے ایک دوست جو بلی کام ہیں، ان سلسلہ میں ان سے ملنے ساؤتھ ایکسٹنشن میں ایک مشہور سیلون (نائی کی دکان) پر گیا، حبیب اس دوکان کے مالک کا نام ہے، میرے دوست راجارام اس سیلون میں ملازم ہیں اور اکاؤنٹ مین ہیں، ان سے ملنے گیا تو انھوں نے اس سیلون کے بارے میں بتایا کہ یہ حبیب باہر ملک سے شاید امریکہ یا انگلینڈ سے بی اے ہیں، میں ان سے بہت متاثر ہوا، نوکری کی تلاش میں بہت دن ہو گئے تھے، اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنے علاقہ میں جا کر جودھ پور شہر میں ایک سیلون کھولوں گا، سسٹم کو جاننے اور سمجھنے کے لئے ایک دو گھنٹہ اس سیلون کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، اس نے مالک سے اجازت لے لی، میں نے دیکھا کہ ریسپشن پر جو دو لوگ تھے وہ بہت صاف کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بہت اچھی آپ جناب ،مرحبا، خوش آمدید، کے الفاظ میں اچھی اردو بول رہے تھے، میں نے محسوس کیا کہ ہر آنے والا ان الفاظ سے بہت ہی Impress متاثر ہوتا تھا، میں دو روز کے بعد گھر واپس لوٹا، انٹرویو میں میرا نام نہیں آیا، تو میں نے جودھ پور سیلون کھولنے کا ارادہ کر لیا، ہمارے گاؤں کے تین لڑکے جودھ پور میں نائی کا کام کرتے تھے، میں نے ان سے

بات کی اور ان کو کسی طرح بات کر کے حبیب کے سیلون میں ٹریننگ کے لئے اپنے خرچ پر بھیجا، جودھ پور میں مجھے دوکان نہ مل سکی، تو گاؤں میں جو بالکل ہائی وے پر تھا، اور جودھ پور کی نئی آبادی اس سے دو کلو میٹر دور تک آ گئی تھی، وہاں میں نے ایک سیلون کھول لیا، مگر وہاں لوگ دہلی کی طرح پیسے دینے کے عادی نہیں تھے، اس لئے گاہک زیادہ نہیں آتے تھے، اور خرچ زیادہ ہو رہا تھا، میں نے راجا رام سے مشورہ کیا، اس نے مجھے بہت سمجھایا کہ تم کچھ دن رکو، کچھ دنوں کے بعد لوگوں کو چسکہ لگ جائے گا، مگر میں صبر نہیں کر سکا اور سیلون بند کر دیا، اور میں نے لکڑی پتھر کی دکان کر لی۔

س: ابھی بھی آپ وہی کاروبار کرتے ہیں؟

ج: نہیں! اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مجھے گاؤں چھوڑنا پڑا تو کاروبار بھی (جو پتا جی کی دوکان اور جگہ میں تھا) چھوڑ دینا پڑا

س: جی تو آگے بتائیں، اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں؟

ج: اصل میں میرا اسلام اس سیلون سے جڑا ہوا ہے، اس لئے میں نے شروع سے بتانا چاہا، اصل میں ہمارے گاؤں میں ایک بڑی تعداد راجپوت کاٹھات مسلمانوں کی ہے، جو بالکل ہندوؤں کی طرح رہتے ہیں، ۱۹۲۹ء میں شدھی سنگٹھن سے متاثر ہو کر کسی کسی ضلع میں ان میں سے بہت سے لوگ بالکل ہندو ہو گئے تھے، ہمارے گاؤں کے یہ لوگ اپنے کو ہندو تو نہیں کہتے، مگر رہن سہن اور نام سب کچھ ہندوؤں جیسے ہیں، اس وقت بہت سی مسلم سنستھائیں ان میں دین پھیلانے کا کام کر رہی ہیں، ان میں ایک کام اور کوشش ایک سنستھا کی طرف سے ہوئی ہے، جس کا نام ''معینیہ سنستھا'' ہے، اس کا سنٹر اجمیر میں ایک بڑا ادارہ، جامعہ معین الدین چشتی ہے، اور اب بیاور

میں بھی ایک اچھا ادارہ بنایا گیا ہے،انھوں نے اس علاقہ میں اپنے اسکول بنائے ہیں، ان کے نام نانڈنا شکشا سدن، چانگ پبلک اسکول اس طرح کے رکھے ہیں، ان اسکولوں میں وہ لوگ جو اپنے کو بالکل ہندو کہتے ہیں،اور مسجد مکتب کے نام سے وہ چڑتے ہیں،وہ بھی اپنے بچوں کو بھیج دیتے ہیں،ان اسکولوں کا نظام بالکل دینی مدرسوں کا ہے، ہمارے گاؤں میں بھی ایک اسکول انھوں نے کھولا۔ مجھے حبیب کے یہاں سیلون میں آپ، جناب، مرحبا،خوش آمدید،نے بہت متأثر کیا تھا،تو میرا دل چاہتا تھا کہ میں یہ زبان اور سنسکرتی (تہذیب) سیکھوں،کم ازکم میرے بچے اسے ضرور جانیں،میں نے اپنی بڑی بچی کو جو چوتھی کلاس میں سرسوتی مندر میں جاتی تھی، اس اسکول میں جو مولوی لوگ چلا رہے ہیں داخلہ کی سوچی،میں اسکول میں گیا اور داخلہ وغیرہ کے بارے میں بات کی،تو پرنسپل نے کہا داخلہ تو ہو جائے گا مگر ہمارے یہاں اردو اور عربی بھی پڑھائی جاتی ہے،اور صبح کی دعا اور کلمہ وغیرہ بھی ہوتے ہیں، میں نے کہا اصل میں اردو عربی پڑھانے کی وجہ سے ہی میں اپنی بچی کو داخل کرانا چاہتا ہوں،اس لئے میں نے اس کا داخلہ کرا دیا،وہاں مولانا صاحب ان بچوں کو اسلامی آداب بتاتے،صبح کو جلدی اٹھو، وضو کرو، ماں باپ کو سلام کرو، رات کو سونے کے آداب،کھانے کے آداب،اور سنتیں یاد کراتے،وہ بچی ان پر عمل کرتی، مجھے لگا کہ وہ بچی چھ مہینے میں اتنی چھوٹی عمر کے باوجود بڑوں سے زیادہ اچھی زندگی گذارنے لگی،مولانا صاحب کو گاؤں کے مسلمانوں نے کہا کہ درگا رام وشواہندو پریشد کا سچا لک ہے، یہ کسی سازش کی وجہ سے یہاں بچی کو پڑھا رہا ہے،مولانا صاحب نے حضرت سے مشورہ کیا، حضرت نے کہا:ایسے لوگوں کو اپنے اداروں میں تو اور بلانا چاہئے،تاکہ یہ حقیقت سے

واقف ہوں، وہ بچی گھر میں اس کی رٹ لگا کر رکھتی، صبح اٹھتی تو اٹھنے کی دعا، رات کو سوتی تو سونے کی دعا، کھانا کھاتی تو کھانے کی دعا پڑھتی تھی، مجھے لگا کہ میرا فیصلہ بہت صحیح ہے، میں نے اگلے سال اپنے دونوں بیٹوں کو اسکول میں داخل کرادیا، میں نے دیکھا کہ مدرسہ میں رہ کر وہ آوارہ اور آزاد ہونے کے بجائے بھارتی سنسکرتی، ہندوستانی تہذیب، شرم وحیا، اور بڑوں کا ادب جیسی چیزوں میں بہت آگے بڑھ گئے، ان بچوں کو دیکھا کہ اذان ہوتی تو یہ بچے سر ڈھک لیتے، اور کبھی مجھے اور میری بیوی، یعنی اپنی ماں کا بھی سر ڈھک دیتے، کہتے: ماں! مالک کا نام لیا جارہا ہے سر ڈھک لو، ایک دو دفعہ میرے اوپر بھی رجنی نے جو میری بیٹی ہے اذان کے وقت کپڑا ڈھک دیا، نہ جانے کیوں مجھے بھی لگتا کہ اذان میں مالک کا نام ہے، سر ڈھک کر سننے سے دل میں عجیب سا آنند (مزا) آتا، میں نے بھی اب معمول بنالیا کہ اذان ہوتی تو چاہے جیب سے رومال نکال کر ڈھکنا ہو، سر ڈھک لیتا، میں اسکول کے پروگراموں میں جاتا، کبھی کبھی صبح کو دعا کے وقت جاکر بچوں کے ساتھ دعا، کلمے اور نماز کے الفاظ دہراتا، بس اس اسلامی تہذیب اور دین کی تعلیم نے میری اسلام سے دوری ختم کردی، اور مدرسہ کے ذمہ داروں نے مجھے ایک بار مولانا عالم صاحب سے ملوایا جو پیاور میں رہتے ہیں، اور کبھی دیکھ بھال کرنے یا انسپکشن کرنے آتے ہیں، انھوں نے مجھے اسلام کے بارے میں خوب بتایا، اور حضرت کی کتاب ''آپ کی امانت'' دی، اس کے بعد میں نے اور کتابیں منگوائیں، اسلام کیا ہے؟ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ آدرش شاشک، آدرش جیون، بھی پڑھیں۔ ۲۰۰۳ء میں پیاور میں کچھ پترکاروں اور بیوپاریوں (صحافیوں اور تاجروں) نے آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' نام کی ایک سمیتی بنا کر ایک پروگرام کیا، جس میں

حضرت (مولانا کلیم صاحب) اور سید عبداللہ طارق کو بلایا، اور بیاور اور علاقہ کے سارے ہندو سنستھاؤں کے ذمہ داروں اور بڑے بیوپاریوں کو بلایا، حضرت نے بہت پریم بھری بات کی، اور سید عبداللہ طارق نے بھی بہت اچھی بات کی، اور اسلام کو بھارتیہ دھرم ثابت کیا، بعد میں سوال جواب بھی ہوئے، میں نے ہوٹل میں ملنے کا وقت لیا اور رات میں دس بجے ہوٹل میں ہی میں نے اسلام قبول کیا۔

س: اسلام قبول کر کے آپ نے گھر والوں کو فوراً بتا دیا؟

ج: اصل میں میرے بچے تو پوری طرح مسلمان ہو ہی گئے تھے، میری پتنی بھی میرے ساتھ ایک ایک قدم بڑھ رہی تھی، میں نے گھر جا کر بچوں اور بیوی کو کلمہ پڑھایا، میرے اسکول کے بچپن کے ساتھی سلیم خاں تھے، وہ چتوڑ گڑھ ضلع میں بلڈنگ کنسٹرکشن کا کام کرتے ہیں وہ ایک بار جودھ پور آئے تو انھوں نے مجھے چتوڑ گڑھ شفٹ ہونے کا مشورہ دیا، اور کہا بلڈنگ میٹریل صرف میں ہی اتنا خریدتا ہوں کہ آپ کا کام چلتا رہے گا، ایک سال تک وہ مجھے زور دیتے رہے، مجھے اپنے گاؤں میں کھل کر اسلام کا اعلان کر کے نماز روزہ پڑھنا ذرا مشکل ہو رہا تھا، حضرت سے مشورہ کیا، حضرت نے بھی مشورہ دیا، اور الحمدللہ ہم لوگ بچوں کے ساتھ وہاں چلے گئے، اللہ کا شکر ہے اب میں کھل کر اسلامی طریقہ پر زندگی گذار رہا ہوں۔

س: آپ کے والد، والدہ نے مخالفت نہیں کی؟

ج: شروع میں جب ان کو معلوم ہوا تو وہ بہت گرم ہوئے، وہ سمجھانے اور زور دینے ہمارے گھر آئے، میں نے ان کو ایک ہفتے روک لیا اور بہت خدمت کی، اور محبت سے اسلام کے بارے میں سمجھایا، اللہ کا شکر ہے زیادہ مشکل نہیں ہوئی، اس سفر میں ان

کی اسلام سے بیگانگی دور ہوئی، پھر میں نے بیوی کی بیماری کی خبر دے کر ماں کو بلایا، اس کو چھوڑنے پتاجی آگئے، دونوں کی خوشامد کر کے ان کو ایک مہینے رکھا، میرے تینوں بچوں نے ان کے پاؤں دبا دبا کر اور سر میں تیل لگا کر ان کے دل و دماغ میں اسلام ملا دیا، ایک دن میں دوکان میں تھا، میری بڑی بچی رجنی جس کا نام اب رضیہ ہے، کا فون آیا، پاپا! مبارک ہو، دادا، دادی کو ہم نے کلمہ پڑھا دیا ہے۔

س: ماشاء اللہ آپ کا مسئلہ تو آسانی سے حل ہوگیا؟

ج: جی بالکل میرے اللہ کا کرم ہے، کہ مجھے حبیب کے سیلون کی آپ جناب نے اپنی جانب کھینچ لیا۔

س: اچھا ارمغان میگزین کے پڑھنے والوں کو کوئی پیغام (میسیج) دیجئے؟

ج: اسلام کی ہر چیز میں انسانی نیچر کے لئے دل چسپی اور کشش ہے، شیطان دوری بنا کر اسے سمجھنے سے روکتا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہمارے عالم لوگ صرف اتنا کام کرلیں کہ اسلام سے نفرت رکھنے والے خاص خاص تنظیموں، ذمہ داروں اور ورکروں کو مدرسہ میں بلا کر مہمان رکھیں اور انھیں ان معصوم بچوں کی شرافت، ان کا کھانا پینا، ان کا رہنا سونا، دکھانے کی کوشش کریں، تو صرف مدرسہ کے بچوں کا رہن سہن، اور اسلامی تہذیب کی کشش ان کی آنکھوں اور دل و دماغ سے نفرتوں اور دوریوں کے جالے صاف کر کے رہے گی، مجھے تو بے حد افسوس ہے اور یہ مجھے اپنے ملک اور ملک کے رہنے والوں کی بدقسمتی اور شیطان کی بڑی چال لگتی ہے کہ ان مدرسوں کی، جہاں صرف انسانیت، شرافت، محبت، سکھائی جاتی ہے، وہاں کی ہر چیز سے محبت پھوٹتی ہے، ان کو دہشت گردی اور نفرت کے اڈوں کی طرح تعارف کرایا جاتا ہے، میں بالکل سچ

کہتا ہوں کہ میں اسلام اور مسلمانوں سے آخری درجہ میں نفرت، دوری رکھنے والا انسان تھا، مگر مدرسہ کی حقیقت سے ذرا واقفیت اور میری بیٹی رجنی کے ذریعہ اس کی عملی تصویر نے مجھے اسلام کے دشمن سے اس کا داعی بنا دیا۔

س: جزاک اللہ، واقعی آپ نے بہت اچھی بات کہی، بہت بہت شکریہ؟

ج: آپ کا بھی بہت شکریہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

س: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ جون ۲۰۱۵ء

۱۴۸

علم وعقل کی ذہنیت کو صرف اسلام مطمئن کرسکتا ہے

جناب محمد عمر ایڈوکیٹ سے ایک ملاقات

اقتباس

یہ دور علم اور عقل کا دور ہے، اور سائنس نے ترقی کے ہر اصول کو تجربہ اور پریکٹیکل پر پرکھنے کا مزاج بنادیا ہے، اس علم اور عقل کی ذہنیت کو صرف اور صرف اسلام ہی مطمئن کرسکتا ہے، بس ضرورت ہے اسلام لوگوں تک پہنچ جائے، قرآن اور حضرت محمد ﷺ کا یہ تعارف لوگوں کو بالکل نہیں ہے، کہ وہ ساری انسانیت کے لئے ہیں، وہ تو قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کو صرف ایک قوم کا گرنتھ اور رسول سمجھتے ہیں جس کو بدقسمتی سے حالات اور میڈیا نے ایک ظالم اور خونخوار قوم سمجھا دیا ہے۔

احمد اوّاہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد عمر : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: وکیل صاحب! آپ کلکتہ سے کب آئے؟ کیا آپ کا دہلی آنا جانا رہتا ہے؟

ج: اصل میں ہمارا پرانا گھر دہلی گریٹر کیلاش میں ہے، وہاں پر میرا ایک بیٹا رہتا ہے اور کچھ مقدمات سپریم کورٹ میں بھی کرتا ہوں، اس لئے ایک دو بار تو دہلی آہی جاتا

ہوں۔

س: آپ رہنے والے تو ادھر راجستھان کے ہیں، پھر کلکتہ ہائی کورٹ میں پریکٹس کرنے کی کیا وجہ ہے؟

ج: اصل میں تو آدمی کا دانہ پانی انسان کو کھینچتا ہے، جہاں کا آب و دانہ ہوتا ہے، آدمی کو وہاں جانا ہی پڑتا ہے، میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، اصل میں میں نے دہلی میں ایل ایل بی کیا تو تیس ہزاری کورٹ میں پریکٹس شروع کی، اور پریکٹس کے دوران ایل ایل ایم کرتا رہا، پھر میں نے پی سی ایس جے کوالی فائی کیا، اور وردھمان بنگال میں بنگال کیڈر کی وجہ سے میرا تقرر ہوا، بعد میں چھ سال میں میرے سات ٹرانسفر ہوئے، تو مجھے خیال ہوا کہ اس طرح تو سوشل سلطنت زندگی کا ہونے کا تو سوال ہی نہیں ہوتا، اور انسان سماجی حیوان ہے، اسے ایک سماج کا حصہ بن کر جینا اس کی فطری مجبوری اور ضرورت ہے، مگر اس طرح تو زندگی بالکل بے کار ہو جائے گی، اس لئے میں نے جج سے استعفا دے کر کلکتہ میں پریکٹس شروع کردی، ضلعی عدالت کے ساتھ ہائی کورٹ میں بھی پریکٹس شروع کی، بس پھر وہیں رہ گیا، سپریم کورٹ میں بھی کچھ مقدمات رہتے ہیں، اب دہلی بھی آنا جانا ہوتا ہے، شاید اب دانہ پانی ادھر بلا رہا ہے۔

س: وکیل صاحب آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیں؟

ج: راجستھان کے ایک گوجر خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، میرے پتاجی ایک سیدھے سادے انسان ہیں، بس مالک نے ان کو بغیر کمائے کھانے کو دینے کا فیصلہ کیا، پریوار اور خاندان والے کماتے ہیں اور ان کے بچوں کو پالتے ہیں، ہمارے بڑے چاچا بی جے پی کے بہت مشہور لیڈر رہیں، کئی بار ایم ایل اے اور دو بار ایم پی بھی رہے

ہیں، کئی بار منسٹری بھی رہ چکے ہیں، اسٹیٹ گورنمنٹ میں منسٹر ہیں، اصل میں ہمارے سارے بہن بھائیوں کو انھوں نے پالا ہے، پڑھایا ہے، ان کے کوئی اولاد نہیں ہے، یہ بھی مالک کا انتظام ہے کہ ہماری اچھی پرورش کے لئے مالک نے ان کو اولاد نہیں دی۔

س: آپ کتنے بھائی بہن ہیں؟

ج: میں سب سے بڑا ہوں، میرے تین چھوٹے بھائی اور دو بہنیں ہیں، میں وکیل ہوں، دو بھائی انجینئر ہیں، ایک روڑکی آئی آئی ٹی میں پروفیسر ہیں، ایک ڈی ڈی ایس میں ملازم ہیں، اور بھائی جے این یو میں پروفیسر ہیں، میرے ایک بہنوئی یوپی میں ڈی ایم ہیں، اور ایک بہنوئی رشی کیش ایمس میں ڈاکٹر ہیں، میری شادی بھی ایک بڑے زمین دار رئیس گھرانہ میں ہوئی ہے، دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے، ایک بیٹی نے یوکرین سے ایم ڈی کیا تھا، اس کو ہم لوگوں نے ڈیڈ ڈکلیر کردیا تھا، ایک چھوٹی بیٹی نے ایم ٹیک اور پی ایچ ڈی کمپیوٹر سائنس میں کیا ہے، بیٹا چھوٹا ہے، اس نے ایل ایل بی کیا ہے، وہ آئی ایس کی تیاری کررہا ہے، اس کی شادی ہمارے چاچا جی نے بی ایس سی کے بعد ہی کرادی تھی اس کے دو بچے بھی ہیں۔

س: اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بتایئے؟

ج: میری بڑی بیٹی جس کو چاچا جی نے یوکرین ایم ڈی کرنے کے لئے بھیجا تھا ،اس کے ایک کشمیری لڑکے سے تعلقات ہوگئے تھے، دونوں نے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا، لڑکے کو معلوم تھا کہ اس کا تعلق بی جے پی کے ایک لیڈر کے گھرانہ سے ہے، لڑکے نے کورٹ میرج کا فیصلہ کیا، کہ دونوں اپنے اپنے دھرم پر رہ کر شادی کرلیں گے، مگر لڑکے کے تایازاد بھائی نے ہماری بیٹی کو سمجھایا کہ انسان سوشل سماجی حیوان ہے، اپنی

زندگی گذارنے کے لئے ایک سماجی ماحول کی ضرورت ہے، اگر تم نے ہندو رہ کر اس سے شادی کی تو آپ کا خاندان تو آپ کو قبول کرے گا نہیں، اور ہمارا خاندان بھی ہم کو ہرگز ہرگز قبول نہیں کرے گا، اور آپ دونوں خاندانوں سے کٹی پتنگ کی طرح برباد ہو جاؤ گی، اگر تم نے مسلمان ہو کر اسلامی طریقہ پر شادی کی تو پھر ہم ڈاکٹر یوسف (لڑکی کا شوہر) کے گھر والوں کو راضی کریں گے کہ وہ تمہیں قبول کرلیں، بات بہت ٹھیک تھی، اس لئے اس کی سمجھ میں آگئی، لڑکا ہماری بیٹی کو مسلمان کر کے اسلامی طریقہ پر نکاح کرنے کو خوف کی وجہ سے منع کرتا رہا مگر لڑکی لڑکے پر اصرار کرتی رہی اور اس نے اس شرط پر رضامندی کا اظہار کیا کہ اسلامی طریقہ پر شادی کی جائے۔

س: ایسا ایک واقعہ ڈاکٹر اسماء علی کا ارمغان میں بھی چھپا تھا جو جموں کشمیر میں بڑا دعوت کا کام کرتی ہیں؟

ج: جی مولانا احمد صاحب، ڈاکٹر اسماء ہی میری وہ بیٹی ہیں جن کو ہم نے سماج کے ڈر کی وجہ سے یوکرین میں ڈیڈ، ڈکلیر کر دیا تھا۔

س: اچھا اچھا آپ چودھری صاحب کے صاحب زادے ہیں؟

ج: میں ان کا بیٹا تو نہیں ہوں، وہ ہمارے چاچا ہیں، مگر ہمیں انھوں نے بالکل بیٹوں کی طرح پالا ہے۔

س: سبحان اللہ! اُس انٹرویو میں ڈاکٹر اسماء نے آپ کی بہت ہی تعریف کی ہے، اور اپنے دادا جی چودھری صاحب کی بھی، کہ وہ بی جے پی میں ہیں مگر آخری درجہ میں رحم دل اور انسانوں کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے انسان ہیں، ابی بتاتے ہیں کہ وہ بار بار فون پر آپ کے ایمان کے لئے روئیں، آپ ان کا فون رسیو نہیں کرتے اور خطوط کے

جواب بھی نہیں دیتے؟

ج: جی جی! وہ سب ہمارے خاندان کی باتیں ہیں، میں بتا رہا تھا کہ مجبوراً ڈاکٹر یوسف ڈرتے ڈرتے تیار ہو گئے اور میری بیٹی نے کلمہ پڑھ کر انڈیا میں ڈاکٹر یوسف سے نکاح کر لیا، ہم لوگوں کو کسی طرح معلوم ہوا تو ہم نے سماج کی شرم میں یہ مشہور کیا کہ ہماری بیٹی یوکرین میں ایک ایکسیڈنٹ میں مر گئی ہے، اور اس وقت یقیناً ہمارے پورے خاندان میں اس کی شادی کا حادثہ، ایکسیڈنٹ میں موت سے کم نہیں تھا، میں اس حادثہ سے بہت ٹوٹ گیا۔

میں ہندو سماج میں پیدا ہوا مگر مورتی پوجا میں مجھے بچپن سے اعتقاد نہیں تھا، ہمارے دادا ایک اردو میڈیم اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے، وہ اردو کے شاعر بھی تھے، اس کی وجہ سے ہمارے چاچا اور والد صاحب اور ہم سب بھائی بہنوں میں اردو کا خاص ذوق تھا، اور ہمارے گھرانہ میں اردو بولنے کا رواج تھا، شاید اردو تہذیب کی وجہ سے بھی ہمارے سارے خاندان میں مورتی پوجا سے مناسبت نہیں تھی، اس لئے میرا خاندان آریہ سماج کی طرف جڑا تھا، میری بڑی بچی کے اس وقت اس طرح ادھرم قبول کرنے کی وجہ سے (میرے لئے اس وقت اسلام ادھرم ہی تھا) میں بہت ٹوٹ گیا، میری بیوی اس حادثہ سے بہت بیمار رہنے لگی، آدمی کا دل ٹوٹتا ہے تو وہ دنیا سے مایوس ہو کر روحانیت اور دھرم کی طرف بڑھتا ہے، میں نے بھی تلاش شروع کی، تو پھر ہندو نظریات میں مجھے گائتری پریوار سے بہت مناسبت ہوئی، اور میں نے پنڈت شری رام شرما اور شانتی کنج ہریدوار سے رابطہ شروع کیا، چھ سات سال پہلے ان کا ایک پروگرام دیش بھر کے ذمہ داروں کا رام پور میں ہوا تھا، اس میں ذمہ داروں نے سید عبداللہ طارق جو رام پور کے

ہیں، اوران کو آپ کے والد مولانا کلیم صدیقی کو بلایا، مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں پنڈت شری رام شرما کا ذکر بڑی محبت سے، ایک پکے مسلمان کی طرح کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے اپنے مسلمان ہونے سے زیادہ پنڈت شری رام شرما کے مسلمان ہونے کا یقین ہے، بار بار قرآن اور حضرت محمد ﷺ کو پیشوا بتا کر انھوں نے قرآن اور حضرت محمد ﷺ کے تعارف کی اس غلط فہمی کو بہت زور دے کر ہٹانے کی کوشش کی کہ قرآن صرف مسلمانوں کا دھارمک گرنتھ ہے اور حضرت محمد ﷺ صرف مسلمانوں کے رسول ہیں۔ جب کہ قرآن مجید کا صحیح تعارف یہ ہے کہ وہ سمست مانو جگت کے لئے ہمارے اپنے مالک کی طرف سے بھیجا گیا مکمل زندگی گذارنے کا طریقہ اوراس کی طرف سے بھیجے گئے قانون، انتم ستودھان کانسٹی ٹیوشن کا آخری، فائنل، مکمل اوراپ ڈیٹ ایڈیشن ہے۔ جس کا ماننا جس طرح ایک عالم دین کے لئے ضروری ہے، اسی طرح کسی پنڈت جی کے لئے بھی ضروری ہے، اسی طرح حضرت محمد ﷺ ہم سب کے سچے مالک کی طرف سے، سارے مانو جگت کے لئے بھیجے گئے انتم سندیشٹا اور آخری رسول ہیں، مسلمان ڈے آف ججمنٹ (نیائے دوس) میں پھنسیں گے کہ انھوں نے اس کو پہنچانے کی ذمہ داری جوان کو سونپی گئی تھی صحیح تعارف کے ساتھ ان تک کیوں نہیں پہنچائی، لیکن کوئی دوسرے مذہب سے جڑا آدمی بچ نہیں سکتا کہ ہمیں تو معلوم نہیں تھا، اس لئے کہ ساری دنیا کے قانون کی کتابوں میں ایک جملہ بین الاقوامی قانون کے طور پر لکھا رہتا ہے ’’قانون کا نہ جاننا سب سے بڑا قانونی جرم ہے‘‘ کسی جج یا پولیس والے کو یہ کہہ کر آپ واپس نہیں کر سکتے کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ چوری کرنا جرم ہے، آپ پر دو جرم لگیں گے ایک قانون کو نہ جاننے کا اور دوسرا قانون کو نہ ماننے کا۔ مولانا نے کہا اس لئے

آخرت میں اپنی گردن چھڑوانے کے لئے میں موقع کا فائدہ اٹھاکر آپ سے درخواست کررہا ہوں کہ قرآن مجید کو اپنے مالک کی طرف سے فائنل ایڈیشن سمجھ کرضرور پڑھیں۔

س: یہ تقریر تو ابھی بھی یوٹیوب پر پڑی ہوئی ہے، جس میں بہت سارے مرد عورت پیلے کپڑے پہنے ہوئے شریک ہیں اور اپ ایک اونچے اسٹیج پر کئی پنڈتوں کے ساتھ بیٹھے ہیں؟

ج: جی جی اس پروگرام میں، میں موجود تھا۔

س: آگے بتایئے؟

ج: مولانا کی تقریر سن کر میرا دماغ گھوم گیا، میں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا پھر انٹرنیٹ پر مولانا کی تقریریں سنیں، ایک جگہ مولانا کا نام کلک کیا تو مولانا طارق جمیل کی تقریر بھی تھی، جس میں مولانا طارق جمیل نے آپ کے والد مولانا کلیم کا بڑی محبت سے ذکر کیا ہے، میں نے مولانا طارق جمیل کی تقریریں بھی سنیں، پھر نسیم ہدایت کے جھونکے اور آپ کی امانت بھی منگائی، اور ساتھ ساتھ قرآن مجید بھی پڑھتا گیا، بہت سی چیزیں میری سمجھ میں نہیں آئیں، وکالت میری بہت اچھی چلتی ہے، وقت بھی کم ملتا تھا، میری بیٹی اسماء کا مولانا سے رابطہ ہوتا، تو مکہ مدینہ میں مولانا سے ملتی اور مجھے دعوت دینے کو کہتی، ایک بار شاملی ضلع کے ایک حافظ صاحب کو مولانا نے مجھے دہلی میں تلاش کرنے اور مجھے دعوت دینے کے لئے ذمہ داری دی، اصل میں میری بیٹی ڈاکٹر اسماء کو یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کلکتہ میں پریکٹس کررہا ہوں، حافظ صاحب بہت مجنون آدمی ہیں انھوں نے میرا فون تلاش کیا اور پھر دہلی مجھ سے ملاقات کرکے مجھے مولانا کی کتاب

دی اور دعوت دی، میں نے بتایا کہ میں سالوں سے مولانا کلیم صدیقی اور طارق جمیل صاحب کو سن رہا ہوں اور پڑھ رہا ہوں، پچھلے سال مولانا کلیم صاحب نے فون پر مجھ سے بات کی اور ملاقات کے لئے کہا، میں نے ان سے کہا میں آپ سے بہت قریب پہنچ گیا ہوں، بس دو تین پردے ہیں ان کو ہٹانے کی کوشش کر رہا ہوں، مجھے خود آپ سے ملنے کا بہت شوق ہے، مگر مجھے معلوم ہے کہ آپ مجھے کلمہ پڑھنے کو کہیں گے، اور میں ابھی اس حال تک نہیں پہنچا ہوں، مجھے تھوڑا وقت چاہئے۔

س: پھر اسلام آپ نے کب قبول کیا؟

ج: اسلام میری پہلی پسند تین سال پہلے بن گیا تھا، میں نے پنڈت شری رام شرما کا پورا لٹریچر اور قرآن مجید کو جتنا پڑھا تو مجھے لگا ان کا پورا لٹریچر ایک سچے مسافر کا اسلام کی تلاش میں سفر ہے، جس پر اللہ کو رحم کرنا ہی تھا، مگر دو چیزیں میرے لئے ذرا جھجک بنی ہوئی تھیں، ایک تو بی جے پی سے جڑے ایک مشہور خاندان سے تعلق، دوسرے پوری دنیا میں اسلام کے نام پر انسانوں پر ظلم، مگر میرے مالک نے خود ہی پردے ہٹا دیئے، اور میں نے اسلام قبول کرنے کے لئے دہلی کا سفر کیا، دہلی آ کر مولانا صاحب کو فون کیا، مولانا مہاراشٹر کے سفر پر تھے، میں تین دن کے لئے دہلی اور پھلت کی نیت سے آیا تھا، فون ملاتا رہا مگر مل نہ سکا، حافظ صاحب کا فون نمبر میں محفوظ نہیں کر سکا تھا، کافی روز بعد فون لگا تو مولانا صاحب ساؤتھ کے سفر پر تھے، اور چار پانچ دن کا سفر تھا، میرے کئی مقدمے ہائی کورٹ میں تھے جس کی وجہ سے واپسی ضروری تھی، مگر پھر بھی میں نے رکنے کا ارادہ کیا، مولانا صاحب نے کہا کہ کلمہ پڑھنے کے لئے نہ کہیں سفر کی ضرورت ہے، اور نہ کسی سے پڑھنے کی ضرورت ہے، آپ کا آپ کے مالک کا معاملہ

ہے، آپ بند کمرے میں کلمہ پڑھ سکتے ہیں، میں بھی آپ کے ساتھ کلمہ پڑھ لوں گا، ایک بار آپ میرے ساتھ فون پر ہی، اس یقین کے ساتھ کہ میرا مالک سن رہا ہے، دیکھ رہا ہے کلمہ پڑھ لیجئے، بلکہ ایک بار تو آپ مجھے کلمہ پڑھوا دیجئے، آپ تو جج رہ چکے ہیں، عام طور پر جج ہی حلف دلواتے ہیں، بس یہ قرآن پر چلنے اور مالک کا بندہ اور فرمانبردار بن کر یعنی مسلمان بن کر زندگی گذارنے کا حلف ہے، مولانا صاحب نے مجھے کلمہ پڑھوایا، میرا نام مولانا نے محمد عمر رکھا۔

س: اس کے بعد آپ کلکتہ لوٹ گئے؟

ج: جی ہاں کلکتہ لوٹا، رات کو میرے پاس ایک لڑکی کا فون آیا، بولی میں ڈاکٹر کاتی بول رہی ہوں، سنا ہے آپ کی ایک بیٹی یوکرین جا کر مسلمان ہوگئی، میں نے بھی یوکرین سے ایم ڈی کیا ہے، مجھے اس کا نمبر چاہئے، میں نے پہلے تو فون کاٹ دیا، پھر فون ڈائل کیا تو معلوم ہوا کہ جموں کشمیر کا نمبر ہے، جو ڈاکٹر یوسف کے نام سے لیا گیا ہے، میں نے فون کیا تو اس نے کہا مولانا نے بتایا ہے کہ آپ کی کوئی لڑکی ہے جس نے یوکرین سے ایم ڈی کیا ہے، میں بھی ڈاکٹر ہوں اس کا کنٹیکٹ نمبر چاہئے، میں نے کہا وہ تو یوکرین میں اکسیڈنٹ میں مرگئی تھی، وہ ہنسنے لگی اور فون کاٹ دیا، اس کی آواز سے میرا دل ہلک سا گیا، اصل میں خون کا رشتہ بھی عجیب رشتہ ہے، دل بجھا سا جا رہا تھا، دل میں عجیب ہلچل سی ہونے لگی، میں نے پھر فون ملایا، میں نے معلوم کیا میرا نمبر آپ کے پاس کہاں سے آیا، اس نے کہا اسلام کو سرچ کرنے کے لئے میں نے مولانا کلیم کا فون انٹرنیٹ سے حاصل کیا پھر انھوں نے آپ کا نمبر دیا کہ ان کی بیٹی کا نمبر لے لو وہ بھی جموں کشمیر میں کہیں رہتی ہے، وہ بولی، کیا آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتا سکتے ہیں؟

میں نے کہا بات سچ سچ بتاؤ، بولی اچھا آپ یہ بتایئے کہ کیا آپ مولانا کلیم صاحب کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں جانتا ہوں میں نے کہا تم بتاؤ، کون ہو؟ اس نے کہا ڈیڈی میں آپ کی ایکسیڈنٹ میں مری ہوئی بیٹی اسماء بول رہی ہوں، حضرت نے مجھے جو خبر دی ہے کیا وہ سچی ہے؟ میرا دل بھر آیا، ہاں بیٹی وہ خبر بالکل سچی ہے، میں نے اس کا پتہ معلوم کیا مجھ سے نہ رہا گیا، اور میں نے کلکتہ سے دہلی اور دہلی سے جموں کی فلائٹ پکڑی، اور صبح دس بجے جموں ایرپورٹ پر اسماء سے ملاقات کی، اس کے شوہر ڈاکٹر یوسف اور اس کے گھر والوں نے میرا ایسا استقبال کیا کہ زندگی میں میں نے کبھی ایسی محبت نہیں دیکھی تھی، میری بچی بار بار مجھے چمٹ جاتی اور بتاتی کہ کئی سال سے حج کے زمانے میں سرکاری ڈیلیگیشن میں جا رہی ہوں اور وہاں جا کر ایک ہی دعا مانگتی ہوں، میرے ڈیڈی کو ہدایت دیدیجئے، میرے ڈیڈی کو ہدایت دیدیجئے۔ الحمدللہ اللہ نے میری کیسی سنی۔

س: اس کے بعد آپ نے اعلان کر دیا؟

ج: صرف کچھ مسلمان دوستوں کو بتایا، اور ایک بیٹی نے کلمہ پڑھا ہے، اس کے شوہر اسلام پر ہیں، ابی نے اعلان سے منع کیا ہے، اعلان بھی ہو جائے گا، اسلام تو نور ہے، روشنی تو خود ہی ظاہر ہو جاتی ہے، اسلام چھپنے والی چیز نہیں، مگر کسی کو اپنا مشیر بنایا ہے تو اس کی بات ماننے میں ہی بھلائی ہے۔

س: واقعی یہ بات بالکل سچی ہے۔ ارمغان پڑھنے والوں کو کوئی پیغام دیں گے؟

ج: یہ دور علم اور عقل کا دور ہے، اور سائنس نے ترقی کے ہر اصول کو تجربہ اور پریکٹیکل پر پرکھنے کا مزاج بنا دیا ہے، اس علم اور عقل کی ذہنیت کو صرف اور صرف اسلام ہی مطمئن کر سکتا ہے، بس ضرورت ہے اسلام لوگوں تک پہنچ جائے، قرآن اور

حضرت محمد ﷺ کا یہ تعارف لوگوں کو بالکل نہیں ہے، کہ وہ ساری انسانیت کے لئے ہیں، وہ تو قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کو صرف ایک قوم کا گرنتھ اور رسول سمجھتے ہیں جس کو بدقسمتی سے حالات اور میڈیا نے ایک ظالم اور خونخوار قوم سمجھا دیا ہے، اس لئے ہماری اور سارے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ صحیح قرآن اور اسلام اللہ کے رسول ﷺ کی لائف (بایوگرافی) کی روشنی میں انسانیت تک پہنچایا جائے۔

س: یہ بات بالکل سچ ہے۔ جزاک اللہ خیرالجزاء بہت بہت شکریہ　السلام علیکم

ج: آپ کا بھی شکریہ کہ مجھے ارمغان کی محفل میں شامل کیا، رمضان کا مہینہ شروع ہورہا ہے، یہ مہینہ قرآن مجید کا مہینہ ہے، میری درخواست ہے کہ قرآن مجید کا حق اس کے صحیح تعارف کے ساتھ انسانیت تک پہنچایا جائے، اور قرآن مجید اور رمضان کی اصل قدر اور اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھانا یہی ہے کہ قرآن کی یہ امانت ان کے حق داروں تک پہنچائی جائے۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ جولائی ۲۰۱۵ء

۱۴۹ اللہ سے تعلق نہ ہو تو زندگی دوزخ سی لگتی ہے

جناب شمس بھائی سے ایک ملاقات

اقتباس

کہ اس پوری کائنات کو بنانے والی اور چلانے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، جو قادر مطلق اور مالک الکل ہے، یہاں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم اور اس کی منشا سے ہوتا ہے، یہ کائنات اور اس کا چپہ چپہ اس کی ملکیت ہے، یہاں صرف اس اکیلے کا حکم چلتا ہے، جب یہ ہے تو عقل کی بات یہ ہے کہ ہر انسان کو نگاہ صرف اسی کی ذات پر رکھنی چاہیے، انسان کو صرف اسی کے گن گانے چاہیے، اور اسے کو منانے کی فکر کرنی چاہیے، اور سارے انسانوں کو اسی ذات سے جوڑنے کی فکر کرنی چاہیے، اس پر بھروسہ کر کے اس کے لئے بندہ جینے لگے، پھر دنیا میں کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا، موٹی سے موٹی عقل میں بھی یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے۔

احمد اواہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شمس بھائی : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: شمس بھائی! اپنا خاندانی تعارف کرائیے۔

ج: میرا نام شمس ترپاٹھی ہے، پرانا نام ساگر ترپاٹھی ارونودے تھا، میں مدھیہ

پردیش کے شہڈول ضلع کا رہنے والا ہوں، میری پیدائش شہڈول ضلع کے ایک قصبہ میں ایک برہمن پریوار (خاندان) میں ہوئی ہے، آر ایس ایس کی سنستھا، سرسوتی ششومندر سے میری پڑھائی ہوئی ہے، ایک تو برہموں کا علاقہ، اس پر آر ایس ایس کا تعلیمی نظام، یہ دونوں مل کر مجھے کٹر ہندو بناتے تھے، اور اسلام کے متعلق ڈھیر ساری غلط فہمیاں میرے ذہن میں تھیں، میرا سنگیت سے بڑا واسطہ رہا ہے، اور بہت ساری کویتائیں (نظمیں) میں نے مسلمانوں کے خلاف لکھ رکھی ہیں، اور اکثر میں جو گانے گاتا تھا، وہ اینٹی اسلام ہی ہوتے تھے، میرے انٹر پاس ہونے تک مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اسلام اس دھرم کا نام ہے جو مسلمان فالو کرتے ہیں، سچ کہوں تو اکثر بچپن سے ہی میں جب اپنے ماماجی کے یہاں جاتا تھا، تو وہاں اذان کی آواز سن کر دل کی کیفیت ہی بدل جاتی تھی، مگر اس وقت تک مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے، میرے (پتاجی) والد صاحب بینک میں منیجر ہیں، اور ایک واقعہ میں آپ سب کو سنا دینا چاہتا ہوں کیونکہ میں اپنے قبول اسلام کی سب سے بڑی وجہ اس واقعہ کو ہی سمجھتا ہوں، وہ یہ ہے کہ میری پیدائش میرے داداجی کے انتقال کے بیس سال بعد ہوئی، اور لوگوں سے سنا ہے کہ میرے دادا بھی ایمان لے آئے تھے، اور ان کے خاص خاص ساتھیوں نے جو کہ مسلمان ہیں بتاتے ہیں کہ وہ بہت رورو کر اللہ سے دعا کیا کرتے تھے، شاید اسی بنا پر اللہ نے مجھے اپنے دین کے لئے چن لیا۔

بہر حال میرا سپنا تھا کہ میں بڑا ہو کر آئی اے ایس پاس کروں مگر میرے چاچا نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ آپ پہلے پی ایس سی کی تیاری کر لیجئے، انٹر پاس کرنے کے بعد گرمی کی چھٹیوں میں میں اپنے چاچا کے گھر چلا گیا، جو میرے گھر سے ستر کلومیٹر دور بوارہ

میں رہتے ہیں، میں چاچا سے بہت محبت کرتا تھا، اوران کی بات کوکبھی ٹالتا نہ تھا۔

س: اپنے قبول اسلام کا واقعہ بتایئے؟

ج: میرے چاچا کے ایک بہت اچھے دوست ہیں جن کا نام محمد عثمان رنگریز ہے، ایک دن میں اپنے چاچا کے ساتھ گھومنے کے لئے عثمان بھائی کی کپڑے کی دوکان پر گیا، اور کنارے جا کر بیٹھ گیا، میرے چاچا اور عثمان بھائی آپس میں کچھ باتیں کررہے تھے، اصل بات یہ ہے کہ میرے چاچا کو اسلام پر اچھی خاصی جانکاری (واقفیت) ہے اور بعض دفعہ تو لوگ کہتے تھے کہ یہ مسلمان ہوگیا ہے، میرے چاچا اور عثمان بھائی دونوں آپس میں اسلام کے بارے میں باتیں کررہے تھے، کہ اچانک مجھے ایک جھٹکا سا لگا جب میں نے عثمان بھائی کے منھ سے یہ جملہ سنا کہ کالی رات ہو، کالا پہاڑ ہو، اس پر کالا درخت ہو اور درخت پر کالی چڑیا بیٹھی ہو، ان حالات میں جو اس چڑیا کی چال کو دیکھتا ہے، اس کی دھڑکن کو سنتا ہے اس کا رزق اس تک پہنچاتا ہے، وہی خدا ہے، اور وہ ایسا خدا ہے کہ ساتوں زمین اور آسمانوں کو کاغذ بنادو اور ساتوں سمندر کو سیاہی بنادو اور سارے درختوں کو قلم بنادو، اور اس اللہ کی بڑائی لکھنا شروع کرو تو کاغذ قلم اور سیاہی ختم ہو جائے گی مگر اس خدائے واحد کی بڑائی ختم نہ ہوگی۔

ان باتوں کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ جتنی مذہبی کتابیں میں نے پڑھی تھیں، سب بے حیثیت ہوگئیں، اور عثمان بھائی سے اور ان کی باتوں سے محبت سی ہونے لگی۔

میں نے چپکے سے اپنا موبائیل نکالا اور ان کی باتوں کو ریکارڈ کرلیا اور کسی کو معلوم نہ ہوسکا، اب میں روز ان کے پاس جانے لگا اور ان کی باتوں کو ریکارڈ کرکے تنہائی میں بار بار سنتا، ایک دن دوران گفتگو مجھے کچھ باتیں سمجھ میں نہیں آرہی تھیں میرے چاچا سمجھ

گئے ، اور مجھ سے سوال کیا ، ساگر کیا تم جانتے ہو نبی کسے کہتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں ، تو انھوں نے مجھے پورا رسالت کا عقیدہ سمجھایا ، تو مجھے اسلام اور مسلمانوں سے محبت سی ہو گئی ، ادھر میرے والد صاحب نے فون کر کے گھر بلا لیا ، عثمان بھائی کو جب پتہ چلا کہ میں گھر جا رہا ہوں ، تو بہت عاجزی اور محبت کے ساتھ روکنا چاہا ، لیکن والد کا حکم تھا اس لئے میں وہاں نہ رک سکا ، جب میں وہاں سے چلا گھر پہنچتے پہنچتے ایک گھنٹہ کے دوران عثمان بھائی نے پانچ مرتبہ فون کیا ، اور وہ ہر بار مجھ سے خیریت پوچھتے اور محبت کے ساتھ یہ کہتے کہ گھر پہنچتے ہی فون کر دینا ، مجھے بڑی عجیب بات لگی ایک شخص جس سے میں صرف دس دن پہلے ہی ملا ہوں وہ میری اتنی خیر خواہی کیوں کرتا ہے ، بہر حال میں پہنچا اور اتنی محبت مجھے اسلام سے ہو گئی تھی کہ گھر کے تمام لوگوں کو میں دن بھر اسلام کی باتیں اور عثمان بھائی کی باتیں بتاتا رہتا تھا ، ایک عجیب حالت تھی کہ سپنے میں بھی اللہ کی وہ بڑائی یاد کرتا تھا ، جو عثمان بھائی نے بتائی تھی ، اسی طرح کچھ دن گذر رہے تھے کہ مجھ سے لوگ دور بھاگنے لگے کہ یہ تو پاگل ہو گیا ہے ، میرے بھائی اور بہن اور رشتہ دار مجھے دیکھتے اور آپس میں کچھ باتیں کرتے ہنسی اڑاتے ، ابھی تک یہ باتیں میرے والد صاحب کو پتہ نہ تھیں۔

پی ایس سی کی کوچنگ کے لئے میں دلی آنے کی تیاری کرنے لگا کہ اچانک میرے چاچا کا فون آیا ، انھوں نے کہا ساگر آئی ٹی آئی کا فارم آ گیا ہے ، تمھارے پر سنیٹیج اچھے ہیں تم فارم ڈال دو ، میں نے کہا یہ آئی ٹی آئی کیا ہوتا ہے ، اور مجھے تو پی ایس سی کی کوچنگ کرنی ہے ، انھوں نے کہا اس کے لئے ابھی وقت ہے ، پہلے تم یہ فارم ڈال دو ، میں ان کی بات کبھی ٹالتا نہیں تھا اس لئے میں نے فارم ڈال دیا ، الحمد للہ ڈیزل مکینک

ٹریڈ میں میرا داخلہ ہو گیا، ایک دن میں کالج میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک مسلمان بھائی میرے سامنے آ کر بیٹھ گئے، میں نے ان سے ان کا نام پوچھا، انھوں نے اپنا نام ذیشان احمد بتایا، جب میں نے ان کا پتہ پوچھا تو بتایا کہ میں بڑھار سے ہوں، مجھے بڑی خوشی ہوئی، میں نے عثمان بھائی اور اپنے چاچا کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ عثمان میرے ماموں ہیں، اب تو مجھے اور بھی خوشی ہوئی، میں نے عثمان بھائی کو فون کیا اور یہ باتیں ان کو بتائیں انھوں نے کہا جب تم اسلام کے بارے میں کچھ پوچھنا ہو تو ذیشان سے پوچھ لینا، میری ان سے دوستی ہو گئی۔

میرا ایریا کٹر ہندوؤں کا ہے اس لئے ذیشان بھائی ڈرتے تھے، اور اکثر میرے سوالوں کا جواب اکیلے میں دیتے تھے، بلکہ میں زبردستی ان سے پوچھتا رہتا تھا، یہ بات میرے دوستوں کو ناگوار گذری اور مجھ سے دور دور رہنے لگے، میں بھی اب ہندوؤں سے دور رہنے لگا، اور مسلمانوں سے میری دوستی ہو گئی، کالج میں ہمارا ایک فرینڈ گروپ تھا جس میں ایک محسن بھائی تھے، ایک دن انھوں نے بتایا، کہ ان کی بہن کی شادی نہیں ہو رہی ہے، انھوں نے کہا کہ اگر تمھارے پہچان کا کوئی پنڈت ہو تو اسے دکھا دو، مجھے غصہ آیا اور میں نے کہا، تمھارے یہاں مولاناؤں کی کمی ہے کیا؟ میں نے عثمان بھائی کو فون لگایا، کیونکہ وہ عامل ہیں، وہ بھی ناراض ہوئے اور کہا میں انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ مسئلہ کا کچھ حل نکلے، اور عثمان بھائی کے ساتھ محسن بھائی کے گھر گیا، انھیں سحر تھا، اس لئے عثمان بھائی نے آیت الکرسی پڑھنے کو کہا، میں نے عثمان بھائی سے گھر آ کر پوچھا کہ یہ آیت الکرسی کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ابھی تم نہیں سمجھوگے، اور نہیں بتایا، مجھ سے رہا نہیں گیا، میں نے انٹرنیٹ کھولا اور اس میں سے نکال لیا، اور بغیر کسی کو بتائے دن بھر

اسے پڑھتا رہتا، یہاں تک کہ دن بھر میں ایک ہزار مرتبہ آیت الکرسی پڑھ لیتا، اسی طرح درود ابراہیم بھی میں نے نیٹ سے نکالی اور ہر وقت پڑھتا رہتا، مجھے عربی میں کلمہ پڑھنے میں بڑا مزا آتا، میں نے انٹرنیٹ سے کلمہ، آیت الکرسی، درود شریف، لاحول ولا قوۃ، بسم اللہ شریف، اللہ کے ۹۹ / نام نکال کر یاد کر لئے، اور خوب ان کا ورد کرتا، ایک دن اچانک میرے سر میں درد ہوا، اور کالج میں میں پاگل پن کی سی حرکتیں کرنے لگا اور کاپی کتاب سب پھاڑ ڈالے، ذیشان بھائی نے کچھ پانی پر دم کیا اور چھینٹا مارا، جس سے کچھ راحت ملی، فوراً میں بدار نکل گیا، عثمان بھائی نے بھی علاج کیا، اور پاک صاف رہنے کی نصیحت کی، جس دن سے میں پاک صاف رہنے لگا تو معمولات کا اثر یوں ہوا سپنے اچھے آنے لگے، سپنے میں میں اللہ کے ۹۹ / نام پڑھتا، کبھی آیت الکرسی، یہاں تک کہ کئی مرتبہ میرے آنے والے حالات کی اطلاع بھی مجھے ہوجاتی، ہر وقت زبان پر لاحول، آیت الکرسی، اور اسمائے حسنیٰ جاری رہتے، میرے پاس کسی کا فون آنے سے پہلے ہی محسوس ہوجاتا کہ کوئی فون کرنے والا ہے، طرح طرح کے واقعات جو لکھنا مناسب نہیں سمجھتا کہ مجھے کبر کا اندیشہ ہے، یہ پہلی مرتبہ ہے جب میں نے اپنی یہ کیفیت عام کی ہے، اور وہ اس لئے کہ اسے پڑھ کر لوگوں کے دل میں اللہ کی محبت اور اس کے کلام کا شوق پیدا ہوجائے، اور اس کی سب سے زیادہ ضرورت مجھے خود کو ہے۔

یہ سب کچھ چل ہی رہا تھا کہ ایک دن اچانک ذیشان بھائی نے مجھ سے بڑا اہم سوال کر دیا، کہ تم اسلام کے بارے میں اتنا کچھ جان چکے ہو تو کیا کلمہ پڑھنا پسند کروگے؟ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ گھر والوں کو پتہ چلا تو گڑبڑ

ہو جائے گی، میں نے کہا: کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں دل سے اللہ کو مانوں، شرک سے بچوں، نماز اور روزہ اور ظاہری اعمال کو چھوڑ دوں، انھوں نے کہا واہ یہ کیا بات ہوئی؟ کہ تم ایک گھر بناؤ، بہت ہی سندر اور اس میں بہت اچھے بلب اور پی او پی لگاؤ، مگر مین سوئچ بند کر دو، کیا لائٹ جلنے والی ہے؟ میں خاموش ہو گیا، اسی دن ذیشان بھائی نے مجھے ایک کتاب دی، صادق حسین سردھنوی کی لکھی ہوئی ''آفتاب عالم'' جب اس میں میں نے حضرت بلالؓ کا واقعہ پڑھا تو ایک عجیب حال ہوا، بے اختیار آنسو نکلتے رہے، رات بھر سوچتا رہا کہ جان جائے تو جائے مگر کلمہ ضرور پڑھوں گا، اور ایسی ہی قربانیاں مجھے بھی دینی ہیں جیسی صحابہؓ نے دیں، صبح کالج آکر ذیشان بھائی کو کہا مجھے کلمہ پڑھنا ہے، انھوں نے کہا اچھی بات ہے، کب؟ میں نے کہا، فرسٹ فروری کو، ۱۱ر فروری کو میرا جنم دین ہے، اسی دن، انھوں نے کہا نیک کام میں دیری نہیں کرنا چاہئے، فروری میں ابھی بیس دن ہیں، اگر آپ کی خواہش ہے تو اسی دن آپ کو اپنی خالہ جو کہ عالمہ ہیں ان کے پاس لے کر چلوں گا، ذیشان بھائی کا گھر کالج سے ۴۲ر کلومیٹر دور تھا، وہ روزانہ ٹرین سے آتے جاتے تھے، مگر اللہ کی مصلحت دیکھئے کہ ان کے پاس ۱ر فروری کی شام کو ان کے بھائی آئے اور کہا میری بائک کل خالی رہے گی، اگر تم چاہو تو کل کالج بائک سے چلے جانا، ۲ر فروری کی صبح ذیشان بھائی مجھ سے ملے تو ہم نے دیکھا ہمارے صرف ذیشان بھائی ہی کالج آئے ہیں، کسی کو پتہ نہیں تھا، معلوم کیا تو پتہ چلا کہ آج ٹرین کینسل ہو گئی ہے، اللہ نے پہلے ہی ذیشان بھائی کے لئے بائک کا انتظام کر دیا تھا، جب ہم کلمہ پڑھنے کے لئے چلے تو ذیشان بھائی کا پیر اچانک سوجنے لگا، اور وہ درد کے مارے بائک نہیں چلا پائے، میں نے خود چلائی، اور خالہ کے یہاں پہنچ گئے،

جیسے ہی کلمہ پڑھ کے ہم نے دعا کی، ذیشان بھائی کا پیر دومنٹ کے اندر ٹھیک ہو گیا، یہ تمام واقعات میرے لئے عبرت کا سبب بنتے رہے۔

اسی دن ذیشان بھائی مجھے ایک کتب خانے میں لے گئے اور تعلیم الاسلام اور حضرت مولانا کی کتاب آپ کی امانت بطور ہدیہ دی، میں نے دو چار دن میں نماز سیکھ لی، اور چھپ چھپ کر مسجد میں جانے لگا، جب میں کھیلنے جاتا تو تمام ساتھیوں کو گراؤنڈ میں اکٹھا کر کے انھیں اسلام اور ایمان کی باتیں بتاتا، اور بت پرستی سے منع کرتا، مجھے معلوم بھی نہیں تھا کہ اس طرح سے میں دعوت کا کام کر رہا ہوں، مجھے تو مزا آتا تھا یہ باتیں کرنے میں۔

س: آگے کیا ہوا؟

ج: میرے دوستوں میں سے ایک شخص نے آ کر میرے والد سے شکایت کر دی ، والد صاحب نے غصہ میں میرے بال پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور گالیاں دینے لگے، مگر پاس پڑوس کے لوگوں نے آ کر مجھے ان سے الگ کر دیا، اس کے باوجود میں نے اپنا کام جاری رکھا، جب دوبارہ شکایت گئی تو حالات ایسے ہو گئے کہ راتوں رات مجھے گھر سے نکل کر شاہ ڈول میں ہی سفیان بھائی جو عثمان بھائی کے جاننے والے تھے، کے پاس رکنا پڑا، لوگ میری تلاش کرتے رہے، میں تقریباً دس دنوں تک گھر والوں کی نظر سے بچتا رہا، دوستوں سے پتہ چلا کہ گھر والوں نے، خاص کر ماموں اور ان کے لڑکوں نے مجھے جان سے مارنے کا پلان بنایا ہے، تو سفیان بھائی اور ان کے تمام ساتھیوں نے مشورہ کر کے مجھے ممبئی میں ایک نو مسلم بھائی عبد الرحمن کے پاس بھیج دیا، انھوں نے مجھے اپنے چھوٹے بھائی کی طرح رکھا، اور گھر والوں کی کمی محسوس نہ ہونے دی، میں اپنی ماں

سے فون پر بات کیا کرتا تھا اس نیت سے کہ ان کو تکلیف نہ ہو، اس طرح تقریباً ۸ مہینے میں ممبئی میں رہا، میرے چاچا پر سارا کا سارا الزام آ گیا، اور لوگ انھیں طعنے دینے لگے، جب کہ انھیں ابھی تک پتہ بھی نہیں تھا کہ میں اتنا آگے بڑھ چکا ہوں، میرے والد صاحب نے بڑے بڑے سادھو اور تانترکوں سے عملیات کے ذریعہ مجھے بددین کرنا چاہا، جس کی خبر مجھے دوستوں کے ذریعہ، کبھی خواب کے ذریعہ ہوتی رہی، اور میرے آیت الکرسی، لاحول اور ہر نماز کے بعد منزل کے معمول کے آگے سفلی عمل گھٹنے ٹیکتے رہے، ہر طرح سے مجبور ہونے کے بعد میرے پریوار کے تمام لوگوں نے میٹنگ کی، اور یہ طے پایا کہ اگر یہ لڑکا گھر سے باہر رہے گا، تو کھل کے سارے کام کرے گا، اور کبھی بھی اسلام سے نہیں پھرے گا، بس اس کو پیار سے گھر بلایا جائے اور پھر ذہن سازی کی جائے، ماں کا فون آیا اور میں یہ سمجھ کر گھر چلا گیا کہ اگر والدین گھر بلا رہے ہیں تو ان کی خدمت بھی میرے ذمہ ہے اور اسی بہانے میں انھیں دعوت بھی دے سکوں گا، مگر وہاں جا کر کچھ اور ہی معلوم ہوا کہ یہ سب ان کی پلاننگ تھی، وہ سختیاں کرتے، نماز سے روکتے، اور داڑھی کٹوانے کو کہتے، عقل کا تقاضہ تو یہ تھا کہ میں داڑھی کٹاتا اور گھر پر ہی رہتا مگر میرے نبی کی محبوب سنت کے بغیر میں مرجانا بہتر سمجھتا ہوں، کہ جب ایمان میں لذت ہی نہ ہو، اللہ سے تعلق کا مزا ہی نہ ہو تو زندگی دوزخ سی لگتی ہے، سچ کہوں تو بغیر داڑھی کے دل ہی گواہی نہیں دیتا کہ میں مسلمان ہوں، اس لئے میں نے بھی اپنے اعمال میں کمی نہ کی، ایک دن میرے والد صاحب خوب ساری مٹھائیاں اور پھل گھر لے کر آئے، مجھے شک ہوا کہ شاید کوئی آنے والا ہے اور یہ بھی محسوس کیا کہ میرے ہی تعلق سے کوئی سازش ہے، میں سمجھ گیا کہ ضرور کوئی پنڈت یا تانترک آنے والا ہے،

اتنے میں وہ تانترک آ گیا، ایک کمرہ میں وہ اپنے عمل کرتا رہا، میں فوراً اپنے کمرہ میں گیا عشا کی نماز پڑھی اور منزل پڑھ کر دم کیا، اور آیت الکرسی اور سورہ بقرہ کی آیت ۱۰۲، کا ورد کرنے لگا، تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد مجھے بلوایا گیا، میں اس کمرہ میں گیا جہاں وہ تانترک تھا، یہاں پر ہم دونوں کے علاوہ میرے والد اور کچھ پریوار کے بزرگ تھے، انھوں نے مجھے مٹھائی کھانے کو دی، میں نے انکار کیا، تو زبردستی کرنے لگے، اور یہ کہہ کر اکسانے لگے کہ تمھارے اسلام میں طاقت ہے تو کھالو، میں نے اس مٹھائی پر یہ دعا: بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم پڑھی، اور کھالیا۔

میں کمرہ سے باہر آ گیا اور اپنے معمول پورے کرنے لگا، آدھے گھنٹہ بعد مجھے پھر بلایا گیا، اب کی بار صرف وہ تانترک اور میں ہی کمرہ میں تھے، اس نے مجھ سے کہا، یہاں آس پاس کے علاقہ میں ایسا کوئی آدمی اب تک نہیں پیدا ہوا جو میرے منتر کو کاٹ دے، تم ایسا کیا پڑھتے ہو، کہ تم پر میرا کوئی منتر اثر ہی نہیں کرتا، تم میرا منتر کیسے کاٹتے ہو، ایسے کئی واقعات ہوئے، جس میں میرے اللہ نے میری مدد فرمائی، بے شک اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔

والد صاحب نے میرا ایڈمیشن میرے گھر سے ۱۲۰ رکلو میٹر دور انجینئرنگ کالج میں کروادیا، وہ ڈیلی ٹرین سے اپ ڈاؤن کرواتے تھے، میں نے کئی مرتبہ روم لینے کی بات کہی، تو منع کر دیا وہ چاہتے تھے کہ میں اتنا بزی رہوں کہ مجھے نماز اور دوسرے دینی کاموں کے لئے وقت ہی نہ ملے، میں صبح ۵ ربجے گھر سے نکلتا تو واپسی میں رات کے ۹ ربج جاتے تھے، اس کے باوجود الحمد للہ اعمال میں کوئی کمی نہیں ہوئی، تو سختیاں شروع

کردیں۔

س: ان مشکل حالات میں آپ نے کیا کیا؟

ج: ادھر میرا من دنیوی پڑھائی میں لگتا ہی نہ تھا، میری ملاقات کئی بزرگوں سے ہوئی اور سارے کے سارے بزرگوں نے مجھے پہلی یہ نصیحت کی کہ تم کسی شیخ سے بیعت ہو جاؤ، اور دوسری نصیحت یہ کی کہ تم عالم بنو، تقریباً چار بزرگوں کے منھ سے جب یہ نصیحت سنی تو عالم بننے کی تمنا بھی جاگ اٹھی، مگر میں کس سے کہتا کہ مجھے عالم بناؤ، اس لئے بس اللہ سے دعا کرتا رہتا تھا، ایک دن میرے والد صاحب نے اپنا آخری فیصلہ سنایا کہ یا تو تم اس گھر سے نکل جاؤ ورنہ......اور گالیاں دیں، اور میری وجہ سے ماں کے ساتھ سختی شروع کردی، میں گھر سے نکل گیا، میرے ایک بہت اچھے دوست ہیں عامر بھائی جنھوں نے مشورہ دیا کہ میں ان کے ساتھ بھوپال اجتماع میں چلوں، اگلے دن سے اجتماع شروع ہونا تھا، دسمبر ۲۰۱۴ کی بات ہے، میں ان کے ساتھ بھوپال آیا یہاں میری ملاقات حضرت مفتی عبدالرزاق خاں صاحب دامت برکاتہم سے ہوئی اور میں ان سے بیعت ہوگیا اور ان کے حکم سے حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوا، اللہ کے کرم اور حضرت کے حکم سے میں حضرت کی خانقاہ میں ہوں اور انشاء اللہ عید کے بعد مدرسہ میں عالمیت میں داخلہ بھی ہو جائے گا، حضرت کی رہنمائی میں کئی مرتبہ دعوتی کیمپوں میں جانا ہوا جس سے دعوت کا جذبہ اور اس کی اہمیت وضرورت پتہ چلی، میں نے اپنی زندگی دعوت کے لئے وقف کردی ہے، اللہ بس اپنے دین کے لئے مجھ جیسے گندے کو قبول فرمالے۔ اور آخری سانس تک میرے قلب کو اپنے دین پر جمائے، کچھ ہی دنوں پہلے حضرت کے حکم سے چندی گڑھ دعوتی سلسلہ میں جانا

ہوا، جس میں مدرسہ کے کچھ طلباء اور علماء حضرات تھے، وہاں کئی سارے غیر مسلم بھائیوں کو کلمہ پڑھانا اللہ نے مقدر کردیا، جب ہم سے واپس آنے لگے تو ٹرین کسی وجہ سے آؤٹر کھڑی تھی، مجھے خیال ہوا کیوں نہ جب تک کسی بھائی کو دعوت دی جائے، میں اپنی سیٹ کے پیچھے کی طرف چلا ہی تھا کہ دیکھا ہمارے مسلم بھائیوں اور ہندو بھائیوں میں سیٹ کو لے کر جھگڑا ہو رہا ہے، ہندوؤں کی طرف سے دو لڑکے اور ایک پولس والا بھی تھا، بس مجھے میرا مدعو مل گیا، اور میں نے پیار سے دعوت دینی شروع کی، میں نے صرف قرآن کی چند آیتوں کے ذریعہ انھیں یہ بات سمجھائی کہ بچہ ماں کے پیٹ کے اندر کیسے بنتا ہے اور ایک نطفہ سے بنے ہوئے انسان کی اوقات کیا ہے، ۱۵-۲۰ منٹ میں اس دعوت کا یہ اثر ہوا کہ خود ان کے دو گروپ بن گئے، ایک کہتا آپ کی بات سچ ہے اسلام سچا مذہب ہے، دوسرا کہتا کہ نہیں ہم بھی صحیح ہیں اور اسلام بھی صحیح ہے، پولیس والا حیران ہو کر تماشا دیکھ رہا تھا، ان دونوں شخصوں نے مجھے اپنی سیٹ پر بٹھایا اور میں نے دونوں میں صلح کرا کر الحمد للہ کلمہ بھی پڑھا دیا، پولس والا مجھے کڑی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور کچھ مسلم بھائی جن کے ساتھ ان کا جھگڑا تھا وہ ڈر کی وجہ سے مجھے اشارہ کرنے لگے کہ ماحول صحیح نہیں ہے آپ دعوت مت دیجیے، مگر میں نے اپنا اگلا مدعو اس پولیس والے کو ہی بنایا، اور اس سے کہا سر اگر میں انڈین لاء اور آرڈر کو نہ مانوں تو میری کیا سزا ہے؟ انھوں نے کہا تمھیں جیل جانا پڑے گا، میں نے کہا اس جیل سے تو میں کسی طرح نکل ہی جاؤں گا، مگر جس کا لاء اینڈ آرڈر پوری کائنات پر چلتا ہے، زندگی اور موت جس کے ہاتھ میں ہے، اس کا لا اینڈ آرڈر نہ ماننے پر جہنم کی جیل میں جانا پڑے گا اور پھر میں نے جہنم کے بارے میں ان سے بات کی، نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے بھی کلمہ پڑھ لیا، اور میں

نے خوشی سے تینوں کو آپ کی امانت دی، اور کفر و شرک سے توبہ کروائی اور باقی کے مسلموں کو داعی بنا کر چھوڑ دیا، اب الحمدللہ اسی کام میں سکون ملتا ہے۔

س: ارمغان کے قارئین کو کوئی پیغام دیں گے؟

ج: میں اس لائق تو نہیں کہ کوئی پیغام دوں، مگر ایک درخواست قارئین ارمغان اور سارے مسلمانوں سے کرنی ہے کہ اس پوری کائنات کو بنانے والی اور چلانے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، جو قادر مطلق اور مالک الکل ہے، یہاں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم اور اس کی منشا سے ہوتا ہے، یہ کائنات اور اس کا چپہ چپہ اس کی ملکیت ہے، یہاں صرف اس اکیلے کا حکم چلتا ہے، جب یہ ہے تو عقل کی بات یہ ہے کہ ہر انسان کو نگاہ صرف اسی کی ذات پر رکھنی چاہئے، انسان کو صرف اسی کے گن گانے چاہئے، اور اسی کو منانے کی فکر کرنی چاہئے، اور سارے انسانوں کو اسی ذات سے جوڑنے کی فکر کرنی چاہئے، اس پر بھروسہ کرکے اس کے لئے بندہ جینے لگے، پھر دنیا میں کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا، موٹی سے موٹی عقل میں بھی یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے۔

س: بہت اچھی بات کہی آپ نے، شکریہ جزاک اللہ؟

ج: شکریہ تو آپ کا کہ آپ نے اس مبارک انجمن میں مجھے بھی شریک کیا۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ اگست ۲۰۱۵ء

۱۵۰ پردہ کا حکم عورتوں پر اللہ کا انعام ہے

بہن حفصہ سے ایک ملاقات

اقتباس

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی کہنا چاہتی ہوں کہ اگر کوئی دین پر چلنا چاہتا ہے، اور یا کسی کو دین میں لانا چاہتا ہے، ڈرنا نہیں چاہئے بلکہ ہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ راستے کھول دیتے ہیں اور اپنی راہ پر چلنے والوں کو محروم نہیں رکھتے۔ میری پوری زندگی اس کا نمونہ ہے۔

سدرہ ذات الفیضین: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حفصہ بہن: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: حفصہ بہن! ہم لوگ آپ کا ذکر سنتے رہے ہیں، آپ سے ملنے کی بڑی تمنا تھی، اللہ نے آج پورا کرادی، آپ اپنا تعارف کرائیے؟

ج: میرا جنم بہار کے گیا ضلع میں ہوا، میرا پہلے کا نام نیتو گپتا تھا، اب الحمد للہ اللہ کی رحمت سے حفصہ بن چکی ہوں، میں نے بی ایس سی Zoloogy Hon's تک پڑھائی کی ہے، میرے والد ایک ڈاکٹر ہیں، میری تین بہنیں اور دو بھائی ہیں، میں اپنے دو بہن اور ایک بھائی سے چھوٹی ہوں، مجھے اسلام قبول کئے ہوئے چھ سال ہو چکے ہیں

س: آپ اپنے قبول اسلام کی کہانی سنائیے؟

ج: ویسے تو میری کوئی ایسی کہانی نہیں جو دوسروں کے دل میں کوئی احساس جگا دے، جیسا کہ میں نے اپنے کئی نومسلم بھائی بہنوں کے بارے میں سنا، یا پڑھا ہے، مگر حیدرآباد میں میرے مدرسہ کے ذمہ دار مولانا مفتی محمد یوسف صاحب اور حضرت مولانا محمد کلیم صاحب کی چاہت ہے کہ میں اپنی کہانی آپ لوگوں سے شیئر کروں، میں نے حضرت صاحب کو یہ بھی کہا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اس میں دکھاوا، ریاکاری والی بات تو نہیں آجائے گی، لیکن حضرت صاحب نے سمجھایا کہ ہر چیز نیت پر ہوتی ہے، اور مجھے اس میں نیکی اور ثواب کی نیت رکھنی چاہیے، ہوسکتا ہے کہ آپ کی یہ کہانی یہ بھی کسی کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ آمین

س: اچھا آپ اپنا واقعہ بتایئے؟

ج: کہاں سے شروع کروں؟ کیونکہ بات چھ سال پہلے کی ہے، ۲۰۰۹ء میں میں نے ایک Spoken Institute جوائن کیا تھا، ہماری کلاس کے ایک ٹیچر مسلم تھے، جو پڑھائی کے دوران Indirectly دین اسلام کی باتیں بھی سمجھاتے تھے، شروع شروع میں تو ان کی باتیں مجھے پسند نہیں آتی تھیں، کبھی کبھی میں ان کے مذہب کے خلاف بھی بولتی تھی، مگر ان کا یقین تھا کہ رفتہ رفتہ مجھے سمجھ آجائے گی، حقیقت یہ ہے اور مجھے یاد آتا ہے کہ میں بچپن سے ہی اس سلسلہ میں پریشان رہتی تھی کہ آخر میں کس کی عبادت کروں؟ میرے گھر میں کئی بتوں کے فوٹوگراف تھے، اور مورتیاں بھی تھیں، میں فیصلہ نہیں کر پاتی تھی کہ ان میں سے کون صحیح ہے، کس کی عبادت کروں؟ اور ہمیشہ میرا دماغ سوچتا تھا کہ اوپر والا مالک کون ہے؟ اس وقت اللہ کو نہ میں جانتی تھی اور نہ سمجھتی تھی، اپنے ٹیچر کی باتیں سن کر میں نے طے کیا کہ میں جان کر رہوں گی کہ اوپر والا

کون ہے؟ میں نے اپنے گھر میں رکھی گیتا پڑھنی شروع کی جو ہندی میں لکھی ہوئی تھی، مجھے لگا کہ اب مجھے سچ کا پتہ چل جائے گا، پھر میرے ٹیچر نے کہا آپ پیس ٹی وی چینل دیکھیں، تو میں نے پیس ٹی وی دیکھنا شروع کیا، اور اس میں ڈاکٹر ذاکر نائک کا بیان سنا، اور مجھے جب بھی وقت ملتا میں پیس ٹی وی لگا کر بیٹھ جاتی، میں نے دیکھا ڈاکٹر ذاکر نائک ہر دھرم کی کتاب سے حوالہ دے کر سمجھاتے ہیں، اس میں ہندو دھرم کے بڑے مبلغ بھی ڈاکٹر ذاکر نائک کے سوالوں کے آگے خاموش ہو جاتے ہیں، اور حقیقت یہی ہے کہ ڈاکٹر ذاکر نائک کی باتیں میرے دل و دماغ پر اثر کرنے لگیں، اب میں چھپ چھپ کر بھی پیس ٹی وی دیکھنے لگی، کیونکہ یہ مسلم چینل تھا اس لئے گھر والے پسند نہیں کرتے تھے، لیکن جب گھر میں کوئی نہیں ہوتا تھا تو میں دیکھ لیتی تھی، اور میں نے دیکھا ڈاکٹر ذاکر نائک بیان کے دوران کلمہ پڑھاتے تھے، تب میں نے ۲۰۱۰ء میں ٹی وی پر ہی سن کر کلمہ پڑھا، میں بے انتہا خوش تھی کہ میں مسلمان بن گئی اور میرے دل میں اللہ نے اپنی بے شمار محبت بھر دی۔

س: اس کے بعد آپ نے کیا کیا؟

ج: اسلام قبول کرنے کے بعد میں نماز پڑھنا چاہتی تھی، میں نے اپنے ٹیچر کو فون کیا کہ نماز کیسے پڑھتے ہیں؟ انھوں نے مجھے سورہ فاتحہ لکھوا دی اور نماز میں جو کچھ بھی پڑھتے ہیں سب کچھ لکھوا دیا، نماز کے قاعدے بتائے، فون پر ہر بات سمجھ میں نہیں آتی تھی تو میں نے پیس ٹی وی اور Q TV دیکھ دیکھ کر نماز سیکھ لی، اب مجھ میں بہت بدلاؤ آگیا تھا اور گھر والے بھی سمجھنے لگے تھے کہ میرے اندر بدلاؤ آرہا ہے، سب کی نظر ہر وقت مجھ پر رہتی تھی، میں نے بہت مشکل سے نماز یاد کی، اور جب نماز یاد ہوگئی تو

میں اپنے آپ کو نماز پڑھنے سے روک نہ سکی، گھر کے حالات بہت بدل چکے تھے، اور سب سمجھنے لگے تھے کہ میں اسلام کو پسند کر رہی ہوں، اس لئے انھوں نے باہر آنا جانا بند کرا دیا، اگر کوئی فرینڈ مجھ سے ملنے آتی تو مجھ سے ملنے نہیں دیتے تھے، اور فون سے بھی بات کرنا بند کروا دیا، میں ہر وقت اسی سوچ میں رہتی تھی کہ نماز کیسے پڑھوں، اذان کی آواز میرے گھر میں کلیئر آتی تھی، شاید میں نے پہلے اپنی زندگی میں وہ سکون محسوس نہیں کیا تھا جو میں اذان سن کر محسوس کرنے لگی تھی، الحمد للہ میں نے اپنے ٹیچر سے وضو کرنا بھی فون پر سیکھ لیا تھا، سنت اور فرض نماز بھی سیکھ لی تھی، میں اپنے اللہ کی دیوانی بن چکی تھی، کیونکہ مجھے میرا رب مل گیا تھا جس کی میں تلاش میں تھی، میں نے اپنے گھر میں سب سے چھپ کر نماز پڑھنی شروع کی اور جب بھی اذان ہوتی، میرا دل مجھے بے چین کر دیتا، میں اللہ سے دعا کرتی میرے اللہ مجھے نماز پڑھنی ہے میں کیسے پڑھوں اور میری دعا ہر بار قبول ہو جاتی، اور میں نماز پڑھ لیتی، دل میں بہت گھبراہٹ لگی رہتی تھی کہ کسی نے دیکھ لیا تو کیا ہوگا؟

س: آپ کے نماز وغیرہ پڑھنے کا گھر والوں کو پتہ نہیں لگا؟

ج: کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نماز بس ختم کرتی تھی اور میری ماں، باپ یا بھائی یا بہن کمرے میں آجاتے تھے، میں نے گھر کی ہر جگہ نماز پڑھی، اب مجھ پر گھر والے بہت سختی کرنے لگے تھے، میری ماں زبردستی گھر کے پوجا روم میں مجھے لے جا کر ان بتوں پر مالا ڈالنے کو کہتی، اور انھیں پوجنے کو کہتی، اور میں ان پھولوں کو پھینک دیتی تھی، اور بت کی طرح بیٹھی رہتی تھی، ماں نے پاپا سے شکایت کی، اور جب انھیں پتہ چلا تو میرے گھر میں میری زندگی جہنم بن گئی، باتھ روم بھی جا رہی ہوں تو بھی میری نگرانی کی

جاتی، لیکن ان کی سختی میرے دل کو اور مضبوط کرتی تھی اور میں اپنے اللہ اور نماز کے پیچھے پاگل ہو چکی تھی، سر پر اوڑھنی بھی رکھنے لگی، اس سے میرے گھر والوں کو بہت اعتراض تھا، مجھے جیسے بھی وقت ملتا میں نماز ادا کر لیتی تھی، ایک بار میری ماں نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، پھر ایک بار میری بہن نے دیکھ لیا، جب انھیں پتہ چل گیا کہ میں اب نماز پڑھنے لگی ہوں تو انھوں نے پاپا کو یہ سب بات بتائی، میرے پاپا نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی، مگر میں ان کی باتیں خاموش ہو کر سنتی رہتی تھی، جب میں نہیں مانی، تو وہ میری شادی کے بارے میں سوچنے لگے اور اتفاق ایسا ہوا کہ لڑکا بھی مل گیا، تو مجھے بغیر بتائے کہ کہاں لے جا رہے ہیں، میرے Engagment کے لئے مجھے گیا سے رانچی لے کر گئے اور وہاں ایک عالیشان ہوٹل میں ہم رکے، وہاں مجھے تیار کیا گیا، دکھایا گیا اور میں سب کو پسند بھی آگئی، اس لئے میری انگیج منٹ ہو گئی، لڑکے والوں کو پانچ چھ مہینہ کا وقت چاہئے تھا شادی کے لئے، اسی دوران رمضان کا مہینہ آگیا، میں بھی ہر مسلمان کی طرح روزہ رکھنا چاہتی تھی، میں نے اللہ سے بہت دعا کی میں روزہ رکھنا چاہتی ہوں، مجھے یاد ہے کہ میں رات میں چھپا کر دو بسکٹ یا کبھی کبھی تھوڑا سا شکر رکھ لیتی تھی کہ مجھے سحری میں کھانا ہے اور پانی کی بوتل بھی، اور سحری کے وقت بہت خاموشی سے مشکل سے کچھ کھا پاتی تھی، کیونکہ میری بہن میرے ساتھ سوتی تھی، میں نے ۱۷ یا ۱۸ روزے اسی طرح سب گھر والوں کے بیچ رہ کر رکھ لئے تھے، ناشتہ یا کھانے کے وقت میں گھر والوں کے ساتھ کھانا لے کر بیٹھتی تھی اور جیسے ہی ان سب کی نظر مجھ سے ہٹتی تھی تو میں وہ کھانا چھپا کر پھینک دیتی تھی، میرے لئے یہ وقت بہت مشکل کا تھا، مگر میرے اللہ تعالیٰ ہر وقت میری حفاظت

اور مدد کرتے رہتے تھے، افطار کے وقت بھی بہت مشکل پیش آتی تھی، اس وقت بھی میں صرف پانی یا شربت پی کر روزہ کھول لیتی تھی۔

س: اس کے بعد آگے کیا ہوا؟

ج: اس طرح روزے پورے ہوئے، عید کا دن آگیا، میں بہت خوش تھی، مارے خوشی کے میں صبح صبح تیار ہوگئی، یہ دیکھ کر میرے گھر والے بھڑک گئے، اب تک تو وہ صرف مجھے ڈانٹتے یا گالیاں دیتے تھے، مگر عید کے دن انھوں نے مجھے مارا، میں ہر وقت لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین یا درود شریف پڑھتی رہتی، اور گھر والوں کے ظلم کو برداشت کرتی رہتی تھی، اور ان کے سامنے ہر وقت خاموش رہتی تھی، آخر میں میرے گھر والوں کو محسوس ہوا کہ مجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے، اس لئے گھر پر پنڈتوں کو بلایا گیا، اور ہون وغیرہ کرایا گیا کہ میرا دل بدل جائے، لیکن ہر وقت میرے اللہ میرے ساتھ تھے، پھر جب میرے اندر کوئی بدلاؤ نہیں آیا تو انھوں نے میری دیدی، اور جیجا جی جو دہلی میں رہتے تھے وہاں بھیجنے کو سوچا، میں خود بھی بہت پریشان تھی، سوچتی کہ میں ہمیشہ کے لئے مسلمان بن پاؤں گی یا نہیں، میری وجہ سے میرے پاپا ممی بہت پریشان ہوتے تھے، تو وہ بھی روتے تھے اور میں بھی روتی تھی، ایک دن میں نے دل میں سوچا کہ اپنے بارے میں اللہ کی مرضی کیسے جانوں، کہ جو کچھ میں کر رہی ہوں اور جس راستہ پر میں چل رہی ہوں وہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟ میں نے طے کیا کہ میں کوئی سا بھی نمبر ڈائل کروں، اگر وہ نمبر کسی مسلمان کو لگے گا تو میرا فیصلہ صحیح ہے، ورنہ کیا خبر میں غلطی پر ہوں، تو میں نے موبائل پر نمبر ڈائل کیا اور ماشاء اللہ وہ ایک مسلم فیملی کو لگا، میں بہت خوش ہوئی کہ میں صحیح ہوں، لیکن

میں اپنے گھر میں قید کی زندگی جی رہی تھی، سب لوگ مجھ سے بہت نفرت کرتے تھے، میں ہر وقت بہت روتی تھی اور اپنے اللہ سے مدد چاہتی تھی، میرے ٹیچر نے مجھے مولانا کلیم صاحب کا نمبر دیا کہ میں ان سے بات کرکے اپنی تسلی کرلوں، میں نے کئی مرتبہ فون لگایا مگر وہ ہمیشہ ہی آف ملتا تھا، ایک دن ظہر کی نماز پڑھ کر میں بہت روئی، روتی ہی جارہی تھی کہ اللہ کوئی راستہ نکال دے، اس قید سے مجھے چھٹکارہ دلا دے، تبھی اچانک میرے کمرہ کا دروازہ خود بخود کھلا، میں نے اٹھ کر دیکھا تو آس پاس کوئی نہیں تھا، میرے دل میں آیا میں حضرت کو اب فون لگاؤں، میں نے موبائل اٹھایا اور فون لگایا، تو فون لگ گیا، میں نے حضرت کو اپنے سب حالات بتائے، انھوں نے کہا آپ اپنے گھر پر ہی صبر سے رہیں اور سو سو بار یا ہادی یا رحیم پڑھیں، میں نے یہ کرنا شروع کردیا، اسی دوران ایک دن میرے چیچاجی میرے گھر آئے اور گھر والوں نے مجھے ان کے ساتھ دہلی بھیج دیا، 5/9/2011 کو میں دہلی میں آگئی، میرے چیچاجی سی بی آئی میں آفیسر ہیں اور مسلمانوں کے سخت خلاف ہیں، وہ ہر دن مجھے سمجھاتے اور مسلمان لوگوں کے خلاف ابھارتے، میں سنتی رہتی تھی، اب میری شادی کی ڈیٹ رکھی جاچکی تھی، 14/02/2012 کو میری شادی طے تھی، میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کس طرح اپنے دین کو بچاؤں، خود کو کہاں لے جاؤں، میں نے دہلی سے اپنے ٹیچر کو فون لگایا جو اس وقت حیدرآباد میں پڑھائی کررہے تھے، اور انھیں اپنی بات بتائی، وہ بھی میرے تازہ حالات سن کر پریشان ہوگئے، ایک اور بات جو میں لکھنا بھول گئی ہوں، جب سے میں نے اسلام قبول کیا تب سے ہر دن خواب میں مندر اور بتوں کی مورتی آتی تھی، اور میں ان سے بھاگتی رہتی تھی، میں نیند میں بھی صرف اللہ کا ذکر کرتی

رہتی تھی، اور میری زبان ہلتی رہتی تھی، اور جب میں دہلی گئی تب سے خواب میں لگ بھگ ہر دن قرآن کو سینہ سے لگا کر بھاگتی رہتی تھی، اور میرے گھر والے اسے چھیننے میں لگے رہتے رہتے، مگر ہر بار کے خواب میں میری ہی جیت ہوتی تھی، میں ہر وقت نیند میں کلمہ پڑھتی رہتی تھی، مجھے ہمیشہ محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہیں، جس لڑکے سے میری شادی طے ہوئی تھی میں نے فون پر اسے بتادیا کہ میں مسلم دھرم پسند کرتی ہوں، میری اس بات سے وہ بہت پریشان ہوا، اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ مسلمان ہوجائیں تو میں آپ سے شادی کروں گی ورنہ نہیں۔

اس کے بعد میں نے موقع ملتے ہی اپنے ٹیچر کو فون کیا، انھوں نے بتایا کہ میں خود دہلی آرہا ہوں، مجھے حضرت نے کہا ہے کہ میں ۵/دسمبر کو دہلی میں رہوں گا، انھیں لے کر میرے گھر پر آجانا، اور میرے ٹیچر نے بتایا کہ وہ ۴/دسمبر کو ہی دہلی پہنچ جائیں گے۔ وہ Sunday کا دن تھا چیچاجی گھر پر تھے، میری ڈیڈی اور ڈیڈی کے دو بچے بھی تھے، میں صبح سے سوچ رہی تھی کہ میں گھر سے باہر کیسے نکلوں گی، یہ لوگ مجھے اکیلے باہر جانے نہیں دیتے تھے، ہر وقت اللہ سے دعا دل ہی دل میں کر رہی تھی، میں بھاگنا بھی نہیں چاہتی تھی، میں چاہتی تھی کہ یہ لوگ خود مجھے کسی کام سے گھر سے باہر بھیجیں، میں اپنے ماں باپ سے بہت محبت کرتی تھی اور گھر چھوڑ کر جانا میرے لئے بڑی مشکل بات تھی، جس دن میں گھر سے نکلی 4/12/2012 کو اس دن میں نے اللہ سے کہا، یا اللہ اگر تیری مرضی ہے کہ میں گھر چھوڑ کر چلی جاؤں، تو میری ڈیڈی مجھے خود ہی کہیں تو میں باہر چلی جاؤں گی، مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ میرے ٹیچر آنے والے ہیں، صبح سے شام ہونے کو آئی، عصر کا وقت ہوگیا تبھی میرے چیچاجی

نے کہا: نیتو جی باہر سے دودھ تو لے آؤ، میری دیدی ناراض بھی ہوئیں کہ اسے کیوں بھیج رہے ہو، جیجا جی نے کہا پاس میں ہی تو ہے، میں نے کہا مجھے دل نہیں کر رہا جانے کا، دل میں میرے بہت ہیبت تھی، جیجا جی نے =/500 کا نوٹ دیا دودھ لانے کے لئے، میں جلدی سے جانے لگی، اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں ہمیشہ کیلئے جاؤں گی یا واپس آؤں گی، میں جیسے ہی باہر گئی، فوراً ہی روڈ پر مجھے میرے ٹیچر مل گئے، انھیں دیکھتے ہی میں نے طے کر لیا کہ مجھے واپس نہیں جانا ہے، اب میرے اللہ کا جواب میری سمجھ میں آ چکا تھا، سر نے کہا میں آج تو صرف یہ ایریا دیکھنے آیا تھا، میں آپ کو کل لے جاؤں گا، حضرت کل دہلی آئیں گے۔ مگر میں نے ضد کی، نہیں مجھے آج ہی جانا ہے۔ سر مان گئے، ہم نے آٹو لیا اور انڈیا گیٹ پہنچے، وہاں سے حضرت سے بات ہوئی تو انھوں نے اپنے ایک رشتہ دار کے گھر جانے کو کہا، ہم ان کے گھر رات قریب نو بجے پہنچے، وہاں جو عورت تھی میں انھیں امی کہتی ہوں، امی نے بہت پیار سے مجھے اپنے گھر رکھا، پھر ۸/ دسمبر ۲۰۱۱ء کو میرا نکاح میری مرضی سے میرے ٹیچر محمد سرور عالم سے پڑھایا گیا۔

س: اچھا اتنی آسانی سے آپ کا نکاح بھی ہو گیا، وہ بھی آپ کے ٹیچر سے ہی، آپ اس نکاح سے خوش تو ہیں نا؟

ج: میں یہ کہوں گی کہ میرے شوہر میرے پاس اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں، میرے شوہر مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور ہمیشہ دین کو پوری طرح Fallow کرنے کی نصیحت کرتے رہتے ہیں، اور اس راہ میں میری ہر طرح سے مدد کرتے ہیں۔

۱۵/ دسمبر ۲۰۱۱ء کو میری شادی (Court Marriage) ہائی کورٹ میں بھی

ہوگئی، پھر ۲۵/دسمبر ۲۰۱۱ء کو ہم حیدرآباد کے لئے نکل گئے، میرے شوہر کی مرضی تھی کہ میں کچھ دن کہیں رہ کر دین سیکھوں، اس لئے حیدرآباد کے مدرسہ ہدایت البنات کے گرلس ہاسٹل میں میرا داخلہ ہوگیا، میرے مدرسہ کے ذمہ دار مفتی یوسف صاحب اور ان کی اہلیہ نے مجھ سے بہت محبت سے باتیں کیں، اور مجھے بہت پیار سے رکھا، اور کوئی کمی محسوس نہ ہونے دی، میرے مدرسہ کے لوگ ہی میرا پریوار تھا، وہاں کبھی غیریت محسوس نہیں ہوئی، ایک سال مدرسہ میں رہ کر میں نے خوب دین کی تعلیم حاصل کی، میں نے قرآن پاک پڑھنا سیکھا، بہشتی زیور، فضائل اعمال اور کئی کتابیں پڑھیں، میرے لئے میرے مدرسہ کی یادیں اور وہاں گذارا ہوا وقت بہت خوب صورت ہے اور میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ کی رحمت اور برکت میرے مدرسہ پر ہمیشہ برستی رہے اور وہ پھلتا پھولتا رہے۔

ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد میرے شوہر کو جاب مل گئی، ہم اے پی کے شہر وجے واڑہ میں ایک سال رہے، پھر ہم نے حیدرآباد ٹرانسفر کروالیا، پھر تقریباً ایک سال حیدرآباد رہے، میں اپنی شادی شدہ زندگی سے بہت خوش ہوں، میرا ایک بیٹا ہے جو ایک سال کا ہو چکا ہے، میں نے اپنے بیٹے کا نام محمد یوسف رکھا ہے، اسی سال 2015ء میں واپس بہار آگئی ہوں، اور اب میں اپنی سسرال میں رہتی ہوں، میرے سسرال والے بھی بہت اچھے ہیں اور مجھ سے محبت کرتے ہیں، میں چاہتی ہوں کہ میرے گھر والے اور میرے ماں باپ ایمان لے آئیں، آپ سب دعا کریں کہ وہ اسلام میں داخل ہوجائیں، میرے لئے بھی دعا کریں کہ میرا ایمان اور اللہ کی محبت اور خوف میرے دل میں ویسا ہی ہوجائے جیسا کہ صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق، حضرت

عمر، حضرت علی، حضرت حسین اور دوسرے صحابہ کا تھا، میری چاہت ہے کہ میرا اسلام پوری دنیا پر چھا جائے ہر سر صرف اللہ کے لئے ہی سجدہ میں جھکے۔ آمین

س: اپنے پسند ناپسند کے بارے میں کچھ بتایئے؟

ج: میں ہر دن فجر کی نماز کے بعد لیٰسین شریف کی تلاوت کرتی ہوں، مجھے نومسلم سہیلیوں کے بارے میں جاننا اور پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے، اتنے دنوں کے تجربہ سے مجھے لگتا ہے کہ میرے دین اسلام کی ہر بات بہت خوب صورت ہے، اور انسان اس پر چل کر ہی مکمل انسان بن سکتا ہے، نماز اور روزہ کے بغیر تو زندگی ہی ادھوری محسوس ہوتی ہے۔

س: ارمغان کے قارئین کے لئے کوئی پیغام دیجئے؟

ج: اسلام میں عورتوں کے لئے پردہ کا جو اہتمام ہے، یہ مجھے بہت پسند ہے، مجھے پردہ میں رہنا بہت اچھا لگتا ہے، میں اپنے دین کی ہر بات فالو کرنا چاہتی ہوں، اللہ مجھے اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آج جو میری مسلمان بہنیں موڈرنٹی کے نام پر مغربی ڈریس پہن رہی ہیں، اور نئی تہذیب کے سیلاب میں بہتی چلی جا رہی ہیں، وہ بہت خطرہ میں ہیں، وہ برقعہ جیسی نعمت چھوڑ رہی ہیں تو میں ان سب سے گذارش کروں گی کہ ایک عورت جتنی خوب صورت پردہ میں لگتی ہے اتنی کسی اور طرح کے لباس میں نہیں لگتی۔ اس لئے ہم سب عورتوں کو پردہ کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، اور اسے اپنی ذاتی ضرورت سمجھ کر اللہ کا انعام مان کر اس پر فخر کرنا چاہئے تاکہ ہم اللہ کی حفاظت کے سایہ میں رہ سکیں۔

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی کہنا چاہتی ہوں کہ اگر کوئی دین پر چلنا چاہتا ہے،

اور یا کسی کو دین میں لانا چاہتا ہے، ڈرنا نہیں چاہئے بلکہ ہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ راستے کھول دیتے ہیں اور اپنی راہ پر چلنے والوں کو محروم نہیں رکھتے۔ میری پوری زندگی اس کا نمونہ ہے۔

س: بہت اچھی بات کہی آپ نے، شکریہ جزاک اللہ؟

ج: شکریہ تو آپ کا کہ آپ نے اس مبارک انجمن میں مجھے بھی شریک کیا۔

س: السلام علیکم ورحمۃ اللہ   اللہ حافظ

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ ستمبر ۲۰۱۵ء

۱۵۱ داعی نہیں بنیں گے تو مدعو بن جائیں گے

داعی محمد عمر سے ایک ملاقات

اقتباس

دعوت دینے کے لئے اللہ نے ہمیں بھیجا ہے، کالج کے ماحول میں جس طرح میرے دوست میرے بھائی وسیم نے مجھے دعوت دی، لاکھوں بچے اسکول کالج میں پڑھتے ہیں جو ہمارے دوست ہوتے ہیں، ساتھ کھاتے پیتے ہیں، ساتھ رہتے ہیں، لیکن ہم انھیں ہمیشہ ہمیش کی آگ سے نہیں بچاتے، میں سب سے یہ گذارش کروں گا کہ آپ اگر دعوت نہیں دیں گے تو وہ لوگ اپنے مذہب کی دعوت دیں گے، اور اللہ اوروں سے کام لے گا، اور بجائے اس کے کہ ہم ان بیچاروں کو آگ سے بچائیں، وہ خود نہ جاننے کی وجہ سے دوسرے خاندانی مسلمان نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

احمد اواہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ

داعی محمد عمر : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: محمد عمر صاحب سب سے پہلے آپ اپنا تعارف کرائیے آپ کہاں سے تعلق رکھتے ہیں؟

ج: میری پیدائش ۶ ردسمبر ۱۹۹۲ء کو احمد آباد کے ایک برہمن پنڈت خاندان

میں ہوئی، میرے ڈیڈ (والد) ایک مندر کے ٹرسٹی ہیں، مجھ سے بڑے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، ماں، والد اور چچا سب ایک ساتھ رہتے ہیں، میں گھر میں سب سے چھوٹا اور سب کا لاڈلا تھا، میری پیدائش احمد آباد میں ہوئی ہے، میرے والد مجھ سے بہت پیار کرتے تھے، اور بچپن سے ہی میں پڑھائی میں بہت اچھا تھا، دسویں تک میں نے ایکلویہ (Eklavya) اسکول میں پڑھا گیارہویں میں میں نے سائنس لیا اور اپنی تعلیم مکمل کی۔

میں بہت دھارمک (مذہبی) گھرانہ میں پلا بڑھا، میری ہر ضد میرے گھر والے پوری کرتے تھے، بارہویں کلاس میں سائنس سائڈ میں میرے پرسنٹیج بہت اچھے 82% آئے تھے، تو گھر والے بہت خوش ہوئے، میرے والد اکثر دھام مندر کے ٹرسٹی ہیں اور بڑے بھائی ہائی کورٹ میں وکیل ہیں، میرا فرینڈ سرکل (حلقہ احباب) بہت چھوٹا تھا، اور وہ سب پڑھائی میں اچھے تھے، آگے کی تعلیم کے لئے وہ سب کے سب باہر پڑھنے کے لئے جانے والے تھے، میرے لئے میرے بڑے بھائی ہمیشہ کہتے تھے کہ تجھے میں پڑھنے کے لئے باہر آسٹریلیا بھیجوں گا، جب کہ میں گجرات سے باہر نکلنا چاہتا تھا، اور پڑھائی کے لئے دہلی جانا چاہتا تھا، والد صاحب نے مجھ سے پوچھا: اب آگے کس ڈگری میں جانا ہے؟ میں نے کہا مجھے B.Sc. کرنی ہے دہلی سے۔ تو گھر والوں نے اور والد صاحب نے دہلی کے لئے منع کر دیا کہ تجھے گجرات کے باہر نہیں جانا ہے اور دہلی تو بالکل نہیں، لیکن مجھے تو باہر جانا تھا میں ضد پر اڑ گیا، گھر والے بھی ضد پر اڑ گئے کہ گجرات کے باہر نہیں جانے دیں گے۔ میں نے سب سے بات چیت بند کر دی، اور ایڈمیشن فارم بھی نہیں بھرا، میری پوری فیملی تعلیم یافتہ ہے، جب

لاسٹ ڈیٹ چلی گئی تو ان سب کو فکر ہوئی کہ میرا مستقبل خراب ہو جائے گا، میرے والد اور بڑے بھائی نے اگلے دن مجھے ایڈمیشن کے لئے کہہ دیا کہ دہلی میں ہی کروالو، میں بہت خوش ہوا کہ میں جو چاہتا تھا وہ ہو گیا، میں نے دہلی میں ایڈمیشن لے لیا اور رہنے کیلئے میرے ایک انکل تھے، ان کے گھر رہنے لگا، وہاں سے نوئیڈا .M I T University جاتا تھا، میرے انکل کے دو لڑکے تھے، کچھ مہینوں کے بعد ان کی شادی ہو گئی، تو میں بہت ڈسٹربڈ لگنے لگا، تو میں نے والد صاحب سے بات کی کہ اب مجھے ہوسٹل لینا پڑے گا، یہاں گھر میں رہ کر پڑھائی نہیں ہو پا رہی ہے، کچھ دنوں کے بعد میں نے ہوسٹل لے لیا اور وہاں شفٹ ہو گیا، ہوسٹل میں میرے کمرہ کے ساتھی ڈرنک اور نشہ کرتے تھے، اور میں پہلے سے نشہ اور شراب سے دور رہتا تھا، کچھ دنوں تک ایسا ہی چلا، پھر میں نے اپنا کمرہ بدل لیا، اور جس نئے روم میں گیا، وہاں دو مسلمان طلباء بڑی بڑی ڈاڑھی والے تھے، مجھے بہت غصہ آیا کہ اب مسلمانوں کے ساتھ رہنا پڑے گا، اور مجھ سے ان کے لئے گالی بھی نکلی، اللہ معاف کرے۔

س: آپ نے اس ماحول میں اسلام کیسے قبول کیا؟

ج: نیا ہوسٹل کالج سے نزدیک تھا، میں شام کو ٹیوشن چلا جاتا تھا اور رات کو نو بجے آتا تھا، جب میں واپس آتا تھا تو دیکھتا تھا کہ تقریباً دس مسلمان میرے کمرہ سے روزانہ نکلتے تھے، مجھے تھوڑا شک ہوا کہ یہ لوگ روزانہ یہاں کرتے کیا ہیں؟ کہیں یہ لوگ ٹیررسٹ تو نہیں، میں نے اپنا ٹیوشن ٹائم چینج کروایا اور شام کو پانچ بجے کمرہ میں آ گیا، جب شام کو آٹھ بج گئے تو یہ سب مسلمان میرے کمرہ میں آئے اور جو ہمارے روم کے لڑکے تھے وہ بھی نیچے بیٹھ گئے اور ایک گھنٹہ تک کوئی کتاب پڑھتے رہے، مجھے اس وقت

اردو نہیں آتی تھی، تو جس لفظ پر مجھے کچھ شک ہوتا، میں اس کو فوراً گوگل ڈکشنری میں دیکھتا، دھیرے دھیرے ان لوگوں سے جان پہچان ہوگئی، ان میں سے ایک کا نام وسیم تھا اور دوسرے کا ذکی۔ وسیم بنگلور کا رہنے والا تھا اور ذکی کرناٹک کا۔ لیکن میں ان سے دور دور رہتا تھا اور ان کو طعنے مارتا تھا کہ تم سب مسلمان لوگ آتنک وادی ہو اور بے گناہوں کو مارتے ہو، وہ مجھے سمجھاتے، ایسا نہیں ہے، مسلمان اصل میں ایک مکھی بھی نہیں مار سکتا، اسلام اور ایمان تو عمل اور سکون کا نام ہے۔

جب وہ روزانہ کتاب پڑھتے تو میں نئے نئے الفاظ کو گوگل پر سرچ کرتا اور اس کا مطلب پتہ کرتا، میں روزانہ ان سے بحث کرتا اور وہ دلائل کے ساتھ مجھے سمجھاتے، تو آہستہ آہستہ دوستی ہونے لگی، اس کے بعد یہ ہوا کہ میں چھٹیوں میں گھر جاتا تو مجھے پتھروں کے سامنے جھکنا اچھا نہیں لگتا تھا، ایک عجیب سی گھٹن ہوتی تھی، اور ان کے ساتھ رہتے ہوئے میں سنتوں پر کب عمل کرنے لگا مجھے خود پتہ نہیں لگا، ہلکا سا چہرہ رکھا، اور ٹخنوں سے اوپر جینس پہنتا تھا، چوتھے سمسٹر میں میں نے ایک کتاب پڑھی، جس کا نام تھا: Returning Your Trust، (آپ کی امانت کا انگریزی ترجمہ) اسے پڑھ کر ایک عجیب سا تصور میرے اندر پیدا ہو گیا تھا، مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ میں جو چاہتا تھا وہ مل گیا ہے، مولانا طارق جمیل صاحب کے بیان، حضرت کی کتاب جیسے: نسیم ہدایت کے جھونکے وغیرہ پڑھ کر بہت اچھا لگا، اب میں سوچنے لگا کہ کیا کروں، میں کیسے کلمہ پڑھوں اگر مسلمان ہو گیا تو گھر والے ناراض ہو جائیں گے، اگر کلمہ نہیں پڑھا تو اللہ ناراض ہو جائے گا، اس دوران وسیم نے بہت بار مجھ سے کہا کلمہ پڑھ لو، لیکن میں والد صاحب سے ڈرتا تھا، میں ان کو تکلیف بھی دینا نہیں چاہتا تھا، کچھ دنوں

کے بعد، وسیم کا سعودی عرب کے لئے ویزہ آ گیا اور وہ وہاں چلا گیا، لیکن وہاں سے وہ مجھ سے بات کرتا رہتا تھا اور سمجھاتا تھا، میں نے ایک دن مولانا طارق جمیل کا بیان سنا، بیان تھا کہ ایک کافر عتبہ تھا جس نے میرے نبی کو جنگ میں پتھر مارا تھا، پھر بھی آپ نے اس کے لئے بددعا نہیں کی، اس واقعہ کو سن کر مجھے بہت رونا آیا اور میں کمرے سے اٹھا اور سیدھا نظام الدین مرکز گیا اور وہاں کے خدمت والوں سے کہا کہ مجھے کلمہ پڑھنا ہے، مجھے ایسا لگا جیسے وہ ڈر رہے تھے، ڈرتے، ڈرتے مجھے اوپر لے گئے، اور ایک آدمی کو بلایا جس کی بہت خوب صورت ڈاڑھی تھی، انھوں نے مجھے کلمہ پڑھوایا، میں مولانا سعد صاحب سے بھی ملا، تو انھوں نے مجھ سے ابھی اپنے اسلام کو چھپانے کے لئے کہا، اور یہ کہا کہ جلدی سے اپنے کاغذ بناؤ، اور جماعت میں وقت لگاؤ۔

س: اس بات کا آپ کے گھر والوں کو پتہ نہیں چلا؟

ج: چوتھے سمسٹر کے بعد میں ایک مہینہ کی چھٹی گذارنے کے لئے گھر گیا، جب میں گھر گیا تو مجھے اسلام کو چھپانا تھا اور ان ڈائرکٹلی گھر والوں کو اسلام کی دعوت دینی تھی، اس زمانے میں بھی میں رات کو چپکے سے بیان سنتا، اور نیٹ پر نماز سیکھتا، ایک دن ہمارے گھر سے دور ایک مسجد ہے، وہاں سے گذر رہا تھا، عصر کی نماز ہو رہی تھی، مجھے نماز پڑھنی تو آتی نہیں تھی، مگر چلا گیا، جیسے دوسرے کر رہے تھے، ویسا ہی میں نے کیا، اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میرے گھر والوں کو اسلام میں داخل کر دے، دعا کر کے باہر نکلا اور دوستوں سے ملنے ریورفرنٹ جا رہا تھا، اسی درمیان والد صاحب کا فون آ گیا کہ جلدی گھر آ جاؤ، میں گھر پہنچا تو دونوں بھائی تین چاچا اور پورا خاندان بیٹھا تھا، والد صاحب نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا ریورفرنٹ جا رہا تھا، والد صاحب

نے کہا نہیں اس سے پہلے؟ میں سمجھ گیا کہ ان کو پتہ چل گیا ہے، میں چپ ہو گیا، لیکن ڈر بالکل نہیں تھا، والد صاحب بولے کیا تو مسلمان ہو گیا ہے؟ مسلمان تو ایسے ہوتے ہیں، ویسے ہوتے ہیں، میں نے کہا: والد صاحب مسلمان ایسے نہیں ہوتے، اتنا کہنا تھا کہ چاچا اٹھے اور مارنا شروع کر دیا، میں والد صاحب کا لاڈلا تھا، تو انھوں نے مجھے ایک کمرہ میں بند کر دیا، کھانا کھانے کے وقت مجھے باہر نکالتے، اس کے بعد نہیں، بعد میں مجھے والدہ سے پتہ چلا تھا کہ اس دن والد صاحب کو ان کے ایک دوست نے میرے بارے میں بتایا تھا کہ میں مسجد گیا تھا، میرے والد کے وہ دوست مجھے دیکھ گئے تھے مسجد سے باہر نکلتے وقت، میں ۱۵ ؍ دن اسی حال میں بند رہا، ایک دن اپنے آپ کو بہت بے بس محسوس کیا اور اللہ سے دعا کی یا اللہ مجھے اس گھٹن سے نکال دے اور بہت رویا، اسی رات کو میری آنکھ کھلی تو رات کو تین بجے تھے، دیکھا تو کمرہ کھلا ہوا تھا، میں نے اپنا بیگ تیار کیا اور ATM لیا اور گھر سے بھاگ گیا، جب ریلوے اسٹیشن پہنچا تو دہلی کے لئے کوئی گاڑی نہیں تھی، ممبئی کی گاڑی میں بیٹھ گیا، اور سیدھا چونا بھٹی مرکز پہنچا، وہاں پر ایک ساتھی سے کہا کہ مجھے جماعت میں جانا ہے، انھوں نے مجھے رکنے کو کہا کہ یہیں رکو، پہلے کاغذ بنوالو، ابھی تین دن ہیں، لیکن وہاں کاغذ نہیں بن پائے، اس کے بعد ریزرویشن کروایا اور دہلی سیدھا نظام الدین مرکز گیا، وہاں پر ازہر بھائی سے ملا تو انھوں نے بھی کہا کہ پہلے اپنے کاغذ بنوالو، میں بہت پھرا، تو بھی کنورزن سرٹیفکٹ نہیں ہوا، اسے بنانے کے لئے ایک مہینہ گھوما، بھوکا بھی رہا لیکن ہمیشہ اللہ سے دعا کرتا رہا، اور اللہ پر میرا ایمان پکا بنا رہا، پھر سورت میں میرے کاغذات بنے، کاغذ بنانے کے بعد میں نظام الدین گیا، اور میرا پہلا چلہ گجرات میں میوات کی ایک جماعت کے ساتھ لگا، جماعت میں ۲۹ ؍ دن کے

بعد ایک مسجد میں لوگوں کو پتہ چل گیا کہ یہ نو مسلم ہیں، تو انھوں نے کارگذاری سنانے کو کہا، مغرب کے بعد کارگذاری ہوئی، کچھ لوگوں نے ریکارڈنگ کرلی، اور واٹس اپ کے ذریعہ ایک دوسرے کو بھیجنے کی وجہ سے گھر والوں کو پتہ چل گیا، اللہ نے میرے دل میں بات ڈالی اور خواب میں بھی آیا کہ میں وہاں سے نکل جاؤں، اس لئے صبح کو میں ممبئی نکل گیا، اور باقی کا وقت ممبئی میں لگایا، اور اس کے بعد مجھے گزٹ میں اپنا اندراج کروانا تھا، تو میں سورت آیا، اور گزٹ میں اندراج کروایا، اگلے دن میرے گھر والوں کو پتہ چل گیا تو انھوں نے مجھے پکڑ لیا، اور سیدھا وہاں سے احمد آباد لے کر چلے گئے، انھوں نے مجھے بہت مارا، لیکن الحمدللہ ایمان اتنا پکا تھا کہ میں نہیں پھرا، گھر والوں نے مجھے جیل میں ڈلوا دیا، کہ یہ دہشت گردی میں شامل ہے، اور مجھے پولس والوں نے بہت مارا، مجھ سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا، اور سر میں آنکھ کے نیچے بہت زخم ہوا، لیکن اللہ کی اور میرے نبی ﷺ کی محبت اس درد سے زیادہ تھی، مجھے سابرمتی جیل بھیج دیا گیا، کچھ دن وہاں رہا، وہاں پر ایک حافظ صاحب تھے جنھوں نے مجھے قاعدہ پڑھنا سکھایا، اور جیل میں مجھے تین مرتبہ اللہ کے نبی ﷺ کی زیارت ہوئی، الحمدللہ۔

س: اس کے بعد کیا ہوا؟

ج: اس کے بعد کیس کمزور ہونے کی وجہ سے مجھے چھوڑ دیا گیا، اور میں وہاں سے دہلی آیا، میں نے اپنی باقی پڑھائی پوری کی، اپنا آخری سمسٹر پورا کیا، اور وہاں سے اورنگ آباد آیا، اور اسی سال میں نے ایک اور چلہ لگایا، حضرت سے ملاقات کے لئے میں بہت دنوں سے تڑپ رہا تھا، اور ابھی بھی تڑپ رہا ہوں، اللہ کرے ملاقات ہو جائے، ایک دن میں اورنگ آباد کے مرکز میں تھا، وہ جمعہ کا دن تھا، اور میری ختنہ ہوئی

تھی، الحمد للہ اسی دن شام کو میوات کی ایک جماعت آئی تھی، اس کے امیر صاحب گجرات کے تھے، جب مجھے پتہ چلا کہ جماعت گجرات کی ہے تو مجھے بہت خوشی ہوئی، میں ان سے ملا اور وہ لوگ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے، شام کو عصر کے بعد مرکز کے ایک ذمہ دار آئے اور ساری جماعت سے بات کی، میں بھی وہیں تھا، بات ہونے کے بعد وہ جماعت کے امیر اور میں بات کر رہے تھے، اتنے میں مسجد وار جماعت کا ایک ساتھی مجھ سے بولا، تم لوگ صرف پیسے کے لئے مسلمان ہونے کا ناٹک کرتے ہو، اب کسی کو مت بول کر تو مسلم ہے، ورنہ مرکز سے دھکے مار کر نکلوا دوں گا، مجھے بہت برا لگا، اور میں روتا ہوا اور ختنہ کے درد کی وجہ سے وہاں سے چلا آیا، وہاں سے جاوید بھائی (حضرت کے ایک داعی) ان کے پاس پہنچا اور وہ مجھے مولانا علیم صاحب کے گھر لے گئے، میں اب وہیں رہ رہا ہوں، اور میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، حضرت کے داعی عارف خاں بھائی نے مجھے اپنا بھائی مانا اور انھوں نے مجھے دس دن بہت پیار سے اپنے گھر پر رکھا، اور میرے ایمان کو بڑھانے میں عارف بھائی کی بہت کوشش ہے، اگر آج بھی مجھے مشورہ کی ضرورت پڑتی ہے تو میں سب سے پہلے اپنے بھائی داعی عارف کو فون کرتا ہوں، وہ میرے دلی خیر خواہ ہیں اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

س: فی الحال آپ کیا کر رہے ہیں؟

ج: میں نے فی الحال انٹیریر ڈیزائن کی آفس شروع کی ہے، الحمد للہ کام بھی اچھا چل رہا ہے، اور گھر والوں سے بات چیت بھی ہو رہی ہے، والدہ نے کلمہ پڑھ لیا ہے، ابھی بڑے بھائی پر محنت چل رہی ہے، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ جلد ہی وہ لوگ اسلام میں آجائیں گے، اس درمیان اور بھی حالات آئے، لیکن اللہ اور اس کے رسول

ﷺ کی محبت اس حالت سے زیادہ ہے، الحمد للہ میرا رشتہ بھی ہو گیا ہے، پیدائشی مسلم فیملی میں یہ رشتہ ہوا ہے، سب کا رشتہ لوگ طے کرتے ہیں، میرا رشتہ اللہ اور اس کے رسول نے کیا ہے، لڑکی کو خواب میں اللہ کے نبی کی زیارت ہوئی تھی، اور مجھے بھی اللہ کے رسول ﷺ نے خواب میں آکر رشتہ کے لئے کہا، اور لڑکی عالمہ ہے، میں بھی اس رشتہ سے خوش ہوں، انشاء اللہ بقرعید کے بعد حضرت آکر نکاح پڑھوائیں گے۔

س: مسلمانوں کے لئے کوئی پیغام دیں گے؟

ج: دعوت دینے کے لئے اللہ نے ہمیں بھیجا ہے، کالج کے ماحول میں جس طرح میرے دوست میرے بھائی وسیم نے مجھے دعوت دی، لاکھوں بچے اسکول کالج میں پڑھتے ہیں جو ہمارے دوست ہوتے ہیں، ساتھ کھاتے پیتے ہیں، ساتھ رہتے ہیں، لیکن ہم انھیں ہمیشہ کی آگ سے نہیں بچاتے، میں سب سے یہ گذارش کروں گا کہ آپ اگر دعوت نہیں دیں گے تو وہ لوگ اپنے مذہب کی دعوت دیں گے، اور اللہ اوروں سے کام لے گا، اور بجائے اس کے کہ ہم ان بیچاروں کو آگ سے بچائیں، وہ خود نہ جاننے کی وجہ سے دوسرے خاندانی مسلمان نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں، اگر ان کو دعوت دے کر ان کا حق ادا کیا جائے، تو خود جو مسلمان نوجوان اسکولوں اور کالجوں میں پڑھتے ہیں، ان کا ایمان زد پر آنے سے بچ جائے گا۔

س: بہت اچھا پیغام دیا آپ نے، بہت بہت شکریہ؟

ج: آپ کا شکریہ آپ نے مجھے اس محفل میں شریک کیا۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ اکتوبر ۲۰۱۵ء

(۱۵۲)

مسافر کا اہتمامِ نماز نے اسلام کی طرف راغب کیا

ماسٹر محمد اسعد سے ایک ملاقات

اقتباس

ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ ساری انسانیت بھٹک رہی ہے، سب سے بڑا جال جو شیطان نے لوگوں کے بیچ میں ڈالا ہے، وہ سرودھرم (سب دین، وحدت ادیان) کا ہے، لوگ کہتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ بات بالکل سچ ہے، منزل ایک ہے، راستے انیک ہیں، یہ سب سے بڑی بھول بھلیاں ہے، جب مالک حاکم ایک ہے تو اس کا اپنے بندوں کے لئے قانون بھی ایک ہی ہوگا، ایک ماں بھی اپنے دو بچوں کو پرسپر (باہم مسلسل) لڑانے والے حکم نہیں دے سکتی، ایک سے کہے بیٹا دروازہ بند کر دو، دوسرے سے کہے، دروازہ بند مت ہونے دینا۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماسٹر محمد اسعد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

س: ماسٹر صاحب آپ تشریف لائے، بہت خوشی ہوئی، ابی آج مجھ سے فرما رہے تھے، بیٹا کسی خوش قسمت نومسلم کا انٹرویو لو، تاکہ ارمغان کے نومبر کے شمارہ میں شائع ہو سکے، آپ کے علم میں ہے کہ اسلام میں سال کو ہجرت کے واقعہ سے جوڑا

گیا ہے اور ہجری سال محرم کے مہینہ سے شروع ہوتا ہے، تو نومبر کا شمارہ نئے سال کا شمارہ ہوگا، آپ آگئے، ابی نے کہا ٹھیک ہے نئے سال کے پہلے شمارہ میں ماسٹر اسعد صاحب کا انٹرویو دیا جائے، آپ کو ابی نے بتا دیا ہوگا نہ؟

ج: جی مولانا احمد صاحب، حضرت نے مجھے دہلی اسی کام کے لئے بلایا ہے، اصل میں ہریانہ میں ایک سالانہ دستار بندی کا جلسہ تھا جس میں قرآن مجید کو یاد کرنے والے اسٹوڈنٹ کو پگڑی باندھی گئی تھی، میں حضرت سے ملاقات کے لئے وہاں گیا تھا، کچھ دہلی میں مجھے اسکول کے سلسلہ میں کام تھا، حضرت نے کہا کہ دہلی آئیں گے تو گھر پر بھی آیئے، آپ کا انٹرویو اس بار ارمغان میں چھپے گا انشاء اللہ۔ میں نے نسیم ہدایت کے جھونکے کتاب پڑھی ہے، میرا دل بھی چاہا کہ میرا نام بھی ان خوش قسمت لوگوں میں ہو جائے گا۔

س: آپ کسی اسکول میں پڑھاتے ہیں؟

ج: جی میں اپنے اسکول میں ہی پڑھاتا ہوں، میں سی بی ایس ای بورڈ کا ایک انگلش میڈیم پبلک اسکول چلاتا ہوں، میں ہی اس کا فاؤنڈر اور آنر ہوں۔ میں اس میں فزکس پڑھاتا ہوں۔

س: اچھا آپ کا سبجیکٹ سائنس رہا ہے، آپ کے اسکول میں کتنے اسٹوڈنٹس ہیں اور کس اسٹینڈرڈ تک ہے؟

ج: میں نے روہتک یونیورسٹی سے ایم ایس سی فزکس میں، اور وہیں سے پی ایچ ڈی بھی کیا ہے، میرا اسکول تو بارہویں تک ہے، اور تقریباً انیس سو اسٹوڈنٹس میرے اسکول میں پڑھتے ہیں۔

س: آپ کا اسکول تو علاقہ میں اہم اسکول سمجھا جاتا ہوگا؟

ج: ہمارا اسکول ہماری پوری تحصیل کا ایک نمبر کا اسکول سمجھا جاتا ہے، میرے مالک کا کرم ہے۔

س: آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیے؟

ج: میں ہریانہ کے ضلع حصار کے ایک قصبہ کا رہنے والا ہوں میرے دادا علاقہ کے بڑے ذمہ دار تھے، میرے پتاجی (والد صاحب) پہلے ریلوے میں ایک افسر تھے، مگر صحت کی خرابی اور شوگر، بلڈ پریشر کی وجہ سے ان کو نوکری چھوڑنی پڑی، اور ۵۱/سال کی عمر میں ۲۰۰۳ء میں ان کا دیہانت (انتقال ہوگیا) میرے ایک بھائی اور دو بہنیں ہیں، اور سبھی پوسٹ گریجویٹ ہیں، میری ایک بہن نے روہتک یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس، ایم ایس کیا ہے، اس کے شوہر بھی ڈاکٹر ہیں ان کا ہانسی میں نرسنگ ہوم ہے، میرے چھوٹے بھائی ایک کالج میں انگریزی پڑھاتے ہیں، ایک بہن چندی گڑھ میں ہے، ان کے شوہر ہریانہ سرکار میں افسر ہیں۔

س: آپ کی شادی بھی ہوگئی ہے؟

ج: جی میری شادی کو آٹھ سال ہوگئے ہیں میرے دو بیٹے ہیں، میری شادی کیتھل کے ایک زمین دار کی بیٹی سے ہوئی ہے میری پتنی (بیوی) شالنی دیوی بھی بے کام، ایم بی اے ہے۔

س: ماشاءاللہ، ویل ٹیلنٹیڈ خاندان اور فیملی ہے آپ کی؟

ج: مالک کا کرم ہے، گھر میں سب کچھ دیا ہے، اور اس سب کچھ سے زیادہ، اصل سب کچھ بھی مالک نے بغیر مانگے دیا ہے۔

س: اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ذرا بتائیں؟

ج: میرے اسکول میں کچھ اسٹاف ذرا دھارمک ہے، دو ٹیچر ایک لیڈی اور ایک جینٹ، سچا سودا والوں سے جڑے ہوئے ہیں، ہمارے جو انگلش کے اور کیمسٹری کے ٹیچرس ہیں وہ سائیں بابا کے بھگت ہیں، میں نے اسکول شروع کیا تو میں اس کی چھوی (تصویر) ذرا سیکولر رکھنا چاہتا تھا، مگر کچھ ٹیچرس مجھے کھینچنے کی کوشش کرتے رہے، ڈاکٹر آر کے شرما جو انگلش ٹیچر ہیں، وہ مجھے شرڈی لے کر گئے، سائیں بابا کے مندر پر، اور راستہ بھر مجھے زور دیتے رہے کہ اسکول میں سائیں بابا کا مندر بنا دو، میں ان سے کہتا رہا کہ انسانیت کی سیوا اور خصوصاً ایجوکیشن پھیلانے سے زیادہ اور کوئی دھرم نہیں ہے، زیادہ دھارمک (مذہبی) جذبہ سے ذرا آدمی کا دماغ تنگ ہو جاتا ہے، پھر پورے اسٹوڈنٹس پر اس کا نگیٹو اثر پڑے گا، وہ بولے سائیں بابا تو خود مسلمان تھے اور انسانیت کی سیوا کی وجہ سے بھگوان بنے، ان سے آستھا تو برو ڈمائنڈ (کھلے ذہن والے) بھی رکھتے ہیں، وہ واپس آکر بھی روز میرے کان کھاتے، وہ چونکہ پڑھانے کے سلسلہ میں میرے اسکول کے ایک نمبر کے ٹیچر تھے، ان کو دل جوئی کے لئے میں نے اسکول کے ایک کنارے سائیں بابا کا مندر بنا دیا، ایک روز میں صبح صبح اسکول پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک کتا سائیں کی مورتی کے سامنے سے کھا رہا ہے، پرشاد کھا کر ٹانگ اٹھا کر موتنا (پیشاب کرنا) شروع کر دیا، سائیں بابا کے اوپر اس نے پیشاب کر دیا اور بعد میں ٹوائلٹ بھی کر دیا، میں نے شرما جی کو دکھایا، یہ ہے تمھارا دھرم، سائیں بابا، بھلا اس پڑھے لکھے دور میں، آپ انگلش میں پی ایچ ڈی ہیں، آپ کو شرم نہیں آتی، وہ طرح طرح کی باتیں بناتے رہے، اگلے روز ہمارے اسکول میں اسٹوڈنٹ کا ایک پکنک ٹور

تمل ناڈو میں اوٹی جارہا تھا، جس میں میں نے خود چھ ٹیچر کے ساتھ جانا طے کیا، ٹرین کے اے سی تھری ٹائر میں ہمارا ریزرویشن تھا، ہمیں انبالہ سے گاڑی پکڑنی تھی، اسکول کی بس میں ہم انبالہ کے لئے چلے، راستہ میں مین روڈ پر ایک بڑا ڈھابہ ہے وہاں ہم لوگوں نے لنچ کا پروگرام بنایا تھا، ڈھابہ کے باہر ہی ایک ہنومان مندر تھا، میں بس سے اترا تو میری نگاہ ایک کتے پر پڑی جو ہنومان کی مورتی پر پیشاب کررہا تھا، مجھے لگا کہیں مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہورہی ہے، بس یہ باپ داداؤں سے چلی پرتھا میں لوگ گم ہیں، ایک پورا کمپارٹمنٹ اور دوسرے میں چھ سیٹیں الگ ریزروتھیں، اس خیال سے کہ اسٹوڈنٹ ذرا آزادی سے انجوائے کریں گے، ہم چھ ٹیچر دوسرے کمپارٹمنٹ میں چلے گئے، میری سیٹ کے سامنے والی مڈل اوراوپر والی سیٹ خالی تھی، جس پرنئی دہلی ریلوے اسٹیشن سے دوداڑھی والے مسلمان چڑھے، ۵۰ اور ۵۲ سال کے، دونوں دھارمک مسلمان تھے، وہ تمل ناڈو کے تھے، اور جالندھر میں کچھ چمڑے کا کاروبار کرتے تھے، میں نے دیکھا کہ وہ وقت وقت پر سیٹ سے اترتے اور ٹوائلٹ جا کر منھ ہاتھ دھوتے اور نماز پڑھتے، ساتھ میں لمبا سفر تھا مجھے خیال ہوا کہ میں نماز کے بارے میں ان سے معلوم کروں میں نے کہا کہ نماز میں آپ پوجا کرتے ہیں، مگر آپ اپنے اللہ کی مورتی تو رکھتے نہیں، آپ کس طرح اس کی پوجا کرتے ہیں؟ ان میں سے ایک صاحب جن کا نام حاجی اسماعیل تھا، انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ مالک جو سارے سنسار کو بنانے والا ہے اس کی کوئی مورتی نہیں بنائی جاسکتی، انھوں نے بتایا کہ ویدوں میں بھی مورتی پوجا کا کھنڈن ہے، اور صرف ایک ایشور کی پوجا کا حکم ہے، انھوں نے قرآن کے حوالے سے بتایا کہ وہ مالک کہتا ہے کہ اس ایک کے علاوہ سارے دیوی دیوتا اور پیر فقیر ایک مکھی بھی نہیں بناسکتے، اور

ایک مکھی ان کے آگے سے شیرینی اور پرشاد اٹھا کر لے جائے تو یہ اس سے چھین نہیں سکتے، مجھے ان کی یہ بات بہت دل کو لگی، اور اسلام کے بارے میں جاننے کی اچھا (خواہش) بڑھی، ان لوگوں کو کسی تجارتی کام سے ناگپور اترنا تھا، وہ اترے، تو دو مٹھائی کے ڈبے ہمیں دیئے اور مجھ سے کہا کہ اگر آپ کو اسلام کے بارے میں کچھ معلوم کرنا اور جاننا ہے تو آپ مولانا کلیم صدیقی سے جا کر ملئے، میں نے ان سے پتہ معلوم کیا تو انھوں نے پتہ لکھ کر دیا، پھر جالندھر میں اپنے ایک جاننے والے سے فون کر کے ان کا فون نمبر دیا اور یہ بھی بتایا کہ وہ ہریانہ پنجاب میں بہت آتے ہیں، اپنے علاقہ میں کسی مسلمان سے معلوم کریں تو وہ آپ کو ان سے ملا دے گا

ان کے ناگپور راستہ میں اترنے سے مجھے دکھ ہوا، دل چاہتا تھا کہ آخر تک ساتھ رہے، ان کی ٹرین میں نماز کی پابندی کی وجہ سے ان کی طرف میرا دل کھنچا، مجھے یاد آیا ایک بار میں یورپ کے سفر پر گیا تھا تو دو مسلمان بھی میرے ساتھ آگے والی سیٹ پر سفر کر رہے تھے اور جہاز میں بھی ٹائم ہوتے ہی نماز پڑھتے تھے، پھر میں نے بعض مسلمان کھلاڑیوں کو بھی دیکھا کہ فیلڈ میں میچ کے بیچ میں وقفہ آتا ہے تو نماز پڑھتے ہیں مجھے خیال ہوا اتنی پابندی اور جماؤ میں کچھ بات ضرور ہے، ہم لوگ اوٹی پہنچے وہاں ہمیں تین دن رہنا تھا، آن لائن ہوٹل بک کرا دیا تھا، ہوٹل سے گھومنے کے لئے نکلتے تو راستہ میں مسجد پڑتی تھی، مجھے اچھا لگا کہ سفر میں اسلام جاننے کی جو پیاس مجھے ہوگئی ہے، وقت ملا تو مسجد میں جا کر ملا سے معلوم کروں گا، پہلے دن تو موقع نہیں ملا، دوسرے دن ۸/ بجے صبح مسجد گیا، تو معلوم ہوا مسجد بند ہے، پتہ لگا کہ نمازوں کے ٹائم سے کچھ پہلے کھلتی ہے اور ایک گھنٹہ کے بعد بند ہو جاتی ہے، میں دن چھپے ہوٹل سے مسجد پہنچا، جماعت سے نماز

ہوتے ہوئے دیکھا تو بڑا اچھا لگا نماز کے بعد جو سب کو نماز پڑھا رہے تھے ان سے ملا معلوم ہوا کہ نماز میں آگے اکیلے کھڑا ہو کر نماز پڑھانے والے کو امام صاحب کہتے ہیں، یہ امام صاحب جو مولانا تھے، وہ گجرات کے کہیں کے رہنے والے تھے، انھوں نے مجھے اسلام کے بارے میں جو سوال میں نے کئے، بتائے اور بولے کہ آپ اسکول چلاتے ہیں ہر سبجیکٹ ہر ٹیچر نہیں پڑھا سکتا، ہر ٹیچر کا الگ سبجیکٹ ہے، آپ کو اسلام جاننا ہے تو آپ مولانا کلیم صدیقی سے جا کر ملئے، میں نے کہا وہ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ وہ یوپی اور دہلی میں رہتے ہیں مظفر نگر ضلع کے ایک گاؤں میں، انھوں نے فون نمبر دیا اور خود فون لگا کر بات کرانے کی کوشش کی، ایک بار گھنٹی بجی بھی، مگر بات نہ ہوئی۔

اوٹی کے سفر میں بھی اور بعد میں بھی میں نے سیکڑوں بار حضرت کو فون ملانے کی کوشش کی، مگر فون نہ مل سکا، میں دہلی آیا دہلی سے ہی اسکول بس سے اپنے گھر واپس جانا تھا، دن میں ان لوگوں کو دہلی گھمانا تھا، میرا ارادہ ٹیکسی کر کے فوراً گھر جانے کا تھا، مگر میں رک گیا، کہ لال قلعہ جامع مسجد پر جائیں گے تو اسلام کے سلسلہ کی کچھ کتابیں مل جائیں گی، جامع مسجد ہم بچوں کو گھمانے گئے، تو وہاں نیچے ایک ملا جی تسبیح ٹوپی بیچ رہے تھے کچھ کتابیں بھی بیچ رہے تھے، ان میں بس دو کتابیں ہندی میں تھیں ایک میری نماز اور تعبیر نامہ خواب، اس میں ایک نماز پر تھی، اس میں نماز پڑھنے کا طریقہ فوٹوز کے ساتھ تھا، اور دوسرے میں سپنوں (خوابوں) کے بارے میں تھا، مجھے چونکہ نماز سے خاص دل چسپی ہوگئی تھی اس لئے میں نے ان سے کتاب لے کر نماز یاد کرنا شروع کر دی، اس سال فروری میں نئے سال کے لئے اسکول کے لئے کچھ سامان خریدنا تھا میں چنچ کوئیاں روڈ پر گیا، وہاں سے کناٹ پلیس میں ایک درگاہ اور مسجد ہے، اسلام

جانے اور مولانا کلیم صاحب سے ملنے کے مشورہ کے شوق میں وہاں گیا۔

س: ہریانہ میں آپ نے ابی کو معلوم نہیں کیا؟

ج: میں نے بہت سے مسلمانوں سے معلوم کیا، ایک دو نے بتایا کہ ہم جانتے ہیں، وہ پہلے ہریانہ بہت آتے تھے، اب کم آتے ہیں، ایک ملاجی ہمارے علاقہ میں کپڑا بیچتے تھے، وہ یوپی میں کیرانہ کے رہنے والے تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو ان کے گھر پھلت لے کر جاؤں گا، میں نے جتنی بار ان سے چلنے کو کہا وہ بعد میں کہہ کر ٹالتے رہے، کناٹ پلیس درگاہ میں پہنچا تو وہاں اذان دینے والے ملاجی سے معلوم کیا کہ مجھے مولانا کلیم صدیقی جی سے ملنا ہے، ملاجی نے کہا ہم نہیں جانتے، مسجد میں ایک نوجوان نماز پڑھ رہا تھا، اس نے مجھے مسجد کے باہر سے آواز دی اور پوچھا آپ مولانا کلیم صدیقی سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا مجھے اسلام کے بارے میں جاننے کی اچھا (خواہش) ہے، ایک بار میں ٹرین میں تھا دو لوگ میرے ساتھ تھے، انھوں نے بھی ان کا نام بتایا تھا، اوٹی میں گجرات کے ایک امام تھے، انھوں نے بھی ان کا ہی نام بتایا، اور ایک کشمیری ہمارے یہاں انجینئر ہیں انھوں نے بھی مولانا کلیم صدیقی کا نام بتایا تھا، مجھے یہ خیال ہوا وہ کہ مولانا مجھے اسلام کے بارے میں صحیح بتا سکتے ہیں کہ کشمیر سے کنیا کماری تک ان کا اس کے لئے نام ہے، وہ نوجوان بولے، مولانا سے ملنا تو بہت مشکل ہے، ہمارے والد صاحب کے پاس چلئے، وہ مولانا کے مرید ہیں، اور وہ آپ کو مولانا صاحب کا دہلی کا سنٹر ہے وہاں لے جائیں گے، میں نے پوچھا آپ کے والد کہاں ہیں، اس نے کہا: باڑہ ہندوراؤ میں رہتے ہیں ہومیوپیتھک ڈاکٹر ہیں، ڈاکٹر شمیم ان کا نام ہے، میں ان کے ساتھ باڑہ ہندوراؤ پہنچا، ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی، میں

نے ان سے مولانا کلیم صدیقی صاحب سے ملاقات کرانے کو کہا انھوں نے معلوم کیا آپ ان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں، میں نے کہا میں نے نماز یاد کرلی ہے، اسلام کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، انھوں نے مجھے اسلام کے بارے میں سمجھایا اور کلمہ پڑھنے کو کہا، میں نے کلمہ پڑھا انھوں نے مجھے آپ کی امانت آپ کی سیوا میں کتاب دی، اور بتایا اسلام کی تفہیم (Theme) تو بہت آسان ہے، اَن پڑھ سے ان پڑھ اور آخری درجہ میں کوالیفائیڈ آدمی کو سمجھانے کے لئے اس سے اچھی کوئی کتاب آپ کو نہیں ملے گی، میں نے وہ کتاب وہیں پڑھی، ڈاکٹر شمیم صاحب نے مجھے ناشتہ کرایا اور زور دیا کہ بغیر کھانا کھائے آپ کو جانے نہیں دوں گا، کھانے کے بعد میں آپ کو اوکھلا جی پی سی لے کر جاؤں گا، میں نے کہا یہ جی پی سی کیا ہے، وہ بولے، حضرت کا دعوتی مرکز گلوبل پیس سنٹر ہے، وہاں حضرت کے ٹرینڈ داعی (پرچارک) بھی رہتے ہیں، کھانا کھا کر ہم لوگ جی پی سی پہنچے، وہاں پر ایک میرٹھ کے بلال جی تھے، جو پہلے پادری تھے، بعد میں میوات کے ایک مولانا اور حافظ ابرار بھی آگئے اور اچھی طرح وہ لوگ ملے، اور مجھے قرآن شریف اور دوسری بہت سی کتابیں دیں، اور مجھے ایک دن رکنے کے لئے کہا۔

س: آپ نے ان سے ابی سے ملوانے کے لئے نہیں کہا؟

ج: بھلا کیسے نہ کہتا، معلوم ہوا حضرت آسام، منی پور، ناگالینڈ کے سفر پر ہیں ایک ہفتہ میں لوٹیں گے۔

س: پھر کیا ہوا؟

ج: میں نے کتابیں پڑھیں، خود ہی اندر سے دھرم کے نام پر اُدھرم سے میری طبیعت گھٹن محسوس کرتی تھی، اب اسلام میں آکر مجھے کھلی ہوا میں سانس لینا نصیب

ہوا۔

س: ابی سے آپ کی پہلی ملاقات کب ہوئی؟

ج: ۱۴؍اپریل میں حضرت پنجاب کا سفر کر رہے تھے تو فون پر قسمت سے ایک دن پہلے رابطہ ہو گیا، حضرت نے پانی پت سے پہلے دوپہر کو شیوا گاؤں میں مین ہائی وے پر ایک مسجد ہے، اس میں ملنے کے لئے بلایا کہ جلدی ہے تو اس طرح ملاقات ہو سکتی ہے، میں تین گھنٹہ پہلے پہنچ گیا، اور بھی لوگ ملنے آ گئے، ایک ستیش جی نام کے پولیس ایس آئی بھی اپنے پریوار کے تین لوگوں کو کلمہ پڑھوانے وہاں لائے تھے، ان کا ایک جوان بیٹا بھی چالیس دن جماعت میں لگا کر آیا تھا، اس کو بھی حضرت سے ملوانے لائے تھے، وہ لڑکا کالج کی پڑھائی چھوڑ کر مولانا کی پڑھائی کی ضد کر رہا تھا، مجھے بڑا تعجب بھی ہو رہا تھا، کرنال کے حضرت کے بہت قریبی رضوان جی بھی دو بیوپاریوں کو کلمہ پڑھوانے کے لئے مسجد میں لائے تھے، پانی پت سے مفتی شرافت جی بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت سارا ناشتہ لے کر آئے تھے، میں نے بھی سب کے ساتھ دوبارہ کلمہ پڑھا، اس طرح کل ملا کر ہم چھ لوگوں نے کلمہ پڑھا، اسلام اور مسلمانوں سے گھرنا (نفرت) پھیلانے کے اس ماحول میں ہریانہ میں اتنے سارے کلمہ پڑھنے والے دیکھ کر اسلام کی سچائی پر میرا یقین اور بڑھا۔

س: اس کے بعد بھی آپ کی ابی سے ملاقات ہوئی؟

ج: فون پر بات ہوتی رہی، حضرت نے مجھے فون پر بات کرنے کا طریقہ بتا دیا تھا، سلیم بھائی ڈرائیور بات کروا دیں گے، ایس ایم ایس کر دیں، نگاہ پڑے گی اور موقع ہوگا تو میں خود فون کر لوں گا، اگست میں پھر شیوا گاؤں کی مسجد میں ملاقات ہو گئی،

حضرت نے مجھے جماعت میں جانے کا مشورہ بھی دیا۔

س: تو آپ جماعت میں گئے؟

ج: ابھی موقع نہیں لگا، دو بار تین تین دن کے لئے جماعت میں جانا ہوا، بس گھر پر ہی اسلام کو پڑھ رہا ہوں۔

س: آپ کی مسز (اہلیہ) کا کیا ہوا؟

ج: وہ میرے اسلام سے بہت ناراض ہوئیں، مگر میں نے حضرت سے مشورہ کے بعد ان کو گھمانے اور تفریح اور دل جوئی کے لئے زیادہ وقت دیا، پھر وہ ۲۵ راگست کو مسلمان ہوگئیں۔

س: ماشاء اللہ۔ آپ اپنے علاقہ میں بھی اسلام کی دعوت کا کام کرتے ہیں؟

ج: ہمارے علاقہ میں ۱۹۴۷ء کے حالات کی وجہ سے جو مسلمان ہیں وہ بھی ہندوؤں کی طرح رہتے ہیں، بہت سی مسجدیں غیر آباد ہیں، میں نے کوشش کرکے علاقہ میں تین مسجدیں واگذار کرائی ہیں، اصل میں ابھی میں اپنے شہر میں نماز نہیں پڑھ سکتا، تو میں نے اپنے شہر سے دس کلومیٹر دور روڈ پر ایک مسجد ویران تھی اس کو آباد کراکے، اس کی مرمت کرائی اور میوات کے ایک مولانا صاحب کو امام رکھا، اس مسجد کا پورا خرچ مالک کے کرم سے میں اپنی جیب سے دیتا ہوں، امام صاحب کو دوکان بھی بنا کر دی ہے، میرا ارادہ چالیس دن کی جماعت میں ونٹر ویکیشن (سردی کی چھٹیوں) میں جانے کا ہے، ذرا میں خود اسلام کو سمجھ لوں اور جان لوں تبھی میں دوسروں کو سمجھا سکوں گا۔

س: بے شک آپ صحیح کہتے ہیں، آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہ سب باتیں ارمغان کے لئے آپ سے معلوم کر رہا ہوں، اس کے پڑھنے والوں کو آپ کوئی خاص میسیج (پیغام) دیجئے۔

ج: میں تو ابھی اسلام کے بارے میں بالکل نیا بالک (بچہ) ہوں، ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ ساری انسانیت بھٹک رہی ہے، سب سے بڑا جال جو شیطان نے لوگوں کے بیچ میں ڈالا ہے، وہ سرودھرم (سب دین، وحدت ادیان) کا ہے، لوگ کہتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ بات بالکل سچ ہے، منزل ایک ہے، راستے انیک ہیں، یہ سب سے بڑی بھول بھلیا ہے، جب مالک حاکم ایک ہے تو اس کا اپنے بندوں کے لئے قانون بھی ایک ہی ہوگا، ایک ماں بھی اپنے دو بچوں کو پرسپر (باہم مسلسل) لڑانے والے حکم نہیں دے سکتی، ایک سے کہے بیٹا دروازہ بند کردو، دوسرے سے کہے، دروازہ بند مت ہونے دینا، کچھ لوگ کہیں کہ مورتی پوجا دھرم ہے، اور دوسرے لوگوں کو مالک یہ آدیش (حکم) دے کہ شرک اور مورتی پوجا سب سے بڑا گناہ (اپرادھ) ہے یہ نہیں ہوسکتا، سچ ایک ہی ہوتا ہے، جھوٹ بہت سے ہوسکتے ہیں، دھرم، دین ایک ہے، اور ادھرم اور بے دینی بہت سے ہیں، یہ زمانہ وِدیا کا، علم، اور عقل کا ہے، انسان موجودہ زمانے میں ذرا ذرا سے بچے ہر چیز کو سائنٹیفک انداز میں دیکھتے اور پرکھتے ہیں، صرف اور صرف اسلام ہی اس زمانہ کے انسانوں کو سیٹیفائڈ (مطمئن) کرسکتا ہے، ہم مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ انسانیت پر ترس کھائیں اور دھرم کے نام پر ادھرم اور خاص طور پر سرودھرم (وحدت ادیان) کی بھول بھلیوں سے نکالیں، جگہ جگہ سبھائیں ہوتی ہیں، سرودھرم سبھا، یہ سب سے بڑا شیطانی جال ہے اس سے لوگوں کو ہوشیار کریں۔

س: شکریہ بہت شکریہ، السلام علیکم ؟

ج: شکریہ تو آپ کا کہ آپ نے موقع دیا، وعلیکم السلام۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ نومبر ۲۰۱۵ء

(153) سچ کے متلاشی کو سچ بات پہنچائی جائے

جناب محمد عمیس سے ایک ملاقات

اقتباس

قرآنی دین اسلام صرف اور صرف سچا دھرم ہے، سچ میں ہر انسان کی آتما (روح) میں ایک کشش اور کھنچاؤ مالک نے رکھا ہے، ہم نے پہنچایا نہیں، سچی بات یہ ہے کہ ان کے دھارمک گرو جب سچی آتما سے سچے مارگ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ صرف اور صرف قرآن مجید تک ہی پہنچتے ہیں، ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارے پاس باپ داداؤں سے یہ سچا راستہ ہے، ہمیں پورے اعتماد کے ساتھ اسے دوسروں کو پہنچانا چاہئے خصوصاً تیرتھ استھانوں پر رشی کیش ہریدوار کاشی پریاگ وغیرہ میں تو بہت ہی زوروں سے اسے پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے، کہ دنیا کے جھمیلوں سے عاجز آکر لوگ وہاں سچ کی تلاش کرنے کے لئے آتے ہیں۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عمیس احمد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

س: عمیس صاحب، آپ کا نام عمیس کس نے رکھا، ایسا نام تو بہت کم ہوتا ہے؟

ج: اصل میں میرا نام امیش کمار تھا، شارجہ کے امام جو کرکٹ والے ہیں، عبدالرحمن بخاطر

کے بیٹے شیخ صلاح الدین بخاطر کے شاگرد ہیں، اور بالکل مکہ کے امام صاحب کی طرح قرآن پڑھتے ہیں، انھوں نے ہی مجھے ممبئی میں کلمہ پڑھوایا تھا، انھوں نے مجھ سے پوچھا تمھارا پرانا نام کیا ہے؟ میں نے کہا امیش کمار، تو انھوں نے کہا تم اپنا نام عمیس احمد رکھ لو۔

س: اچھا ماشاء اللہ آپ کو انھوں نے کلمہ پڑھوایا، آپ کی ان سے کیسے ملاقات ہوئی؟

ج: میں ممبئی گیا ہوا تھا ایک جگہ ہون تھا، میرے گرو دھرم چند شاستری جی کا رشی کیش سے فون آیا کہ میں ہون میں جا کر شریک ہوں وہ لوگ ان کے تعلق کے تھے، مجھے معلوم ہوا کہ شارجہ سے ایک عربی امام آرہے ہیں رمضان کا مہینہ تھا، ایک پروگرام میں وہ اور مصر سے کچھ قاری آئے ہوئے تھے، معلوم ہوا کہ وہ باری باری قرآن پڑھیں گے، مجھے قرآن مجید سننے کا شوق تھا، میں نے سوچا شام کو ہون سے فارغ ہو کر میں ضرور اس پروگرام میں شریک ہوں گا۔

س: آپ کو قرآن مجید سننے کا شوق کیسے ہوا؟ آپ تو شاید رشی کیش میں رہتے تھے؟

ج: اس کے لئے آپ کو میری لمبی کہانی سننی پڑے گی۔

س: ہاں سنایئے، ضرور سنایئے؟

ج: میں راجستھان میں گنگا پورسٹی کے ایک برہمن خاندان میں پیدا ہوا، مگر ہمارے بڑوں نے دان پن کا کام چھوڑ کر کاروباری لائن پکڑ لی تھی، میرے چاچا جی کی پیتل تانبہ کی برتنوں کی دوکان تھی، میرے ایک بڑے بھائی تھے، جو بارہویں کلاس کر کے چاچا جی کے ساتھ کاروبار میں لگ گئے تھے، میں نے بی کام اور ایم بی اے کیا، کئی

کمپنیوں میں نوکری کی مگر قسمت کی بات ہے کہ ہمیشہ میری مالک سے بات بگڑ جاتی تھی، اصل میں اندر سے کسی بے ایمانی کی طرف طبیعت نہیں چلتی تھی، کوئی غلط کام دیکھ کر ٹوک دیتا تھا، نوکر تو نوکر ہوتا ہے، بس بات بگڑ جاتی، میرے والد صاحب کا کام اچھا تھا، وہ میری پریشانی کی وجہ سے چاہتے تھے کہ میں بھی ان کے ساتھ دوکان پر لگ جاؤں، مگر میرے بڑے بھائی نہیں چاہتے تھے کہ میں ان کے ساتھ شریک ہوں، ان کی مرضی کے بغیر میں دوکان پر کام کرنے لگا، اس دوران میری شادی ہوگئی، جس لڑکی سے میری شادی ہوئی تھی وہ کوٹا میں ایک اسکول کے پرنسپل کی بیٹی تھی، اس کے کسی ٹیچر سے تعلقات تھے، وہ برہمن نہیں تھا، اس وجہ سے لڑکی کے پتاجی اس کی شادی کے لئے تیار نہیں تھے، اور میرے ساتھ شادی کردی، وہ ایک دن بھی میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی، ہر بار جب وہ گھر جاتی تو اس کو لانا مشکل ہوتا، ایک مرتبہ وہ دو مہینہ تک نہیں آئی میرے پتاجی اس کو لینے گئے، تو اس کے پتاجی نے اس کے نہ چاہتے ہوئے اس کو ہمارے گھر بھیج دیا، میرے گھر آکر تین روز بعد اس نے کمرہ بند کرکے آگ لگالی، آگ ہوشیاری سے لگائی کہ وہ تھوڑی سی جلی، مگر اس نے تھانہ میں جاکر میرے خلاف مقدمہ کردیا، مجھے جیل جانا پڑا، میرے پتاجی اور میرے سسر جی نے مل کر میری ضمانت کرائی، اور اس پر زور دے کر صلح کرائی، میرے بھائی بھی میرے ساتھ رہنے سے خوش نہیں تھے، ادھر بیوی کی طرف سے اس حرکت اور بار بار نوکری چھوٹنے سے میرا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا، اور میں نے سنیاس لینے کی سوچی، اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہریدوار چلا گیا، وہاں ایک کے بعد ایک آشرم بدلتا رہا، مگر من کو شانتی نہیں ملی، ہریدوار سے ہٹ کر پہاڑوں پر ایک آشرم ہے، مجھے ایک سنت نے وہاں جانے کا مشورہ دیا، بڑی مشکل

سے وہاں آشرم پر پہنچا، اس کا نام درونا چاریہ آشرم تھا، نوے سال کے ایک بابا اس کے ذمہ دار تھے جو اب بالکل ہوش وحواس میں نہیں تھے، ان کے ایک چیلے دھرم چند شاستری آشرم کو سنبھالتے تھے، انھوں نے مجھے ایک کے بعد یگ کروایا، تین مہینہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر رسی کے سہارے میں نے شرم کیا، تقریباً ڈھائی سال تک وہ مجھ سے تپسیا کراتے رہے، میرا وزن ستر کلو سے ۴۹ کلو رہ گیا، مگر آتما کی شانتی نہیں ملتی تھی، اور اندر سے آواز آتی تھی، جب راستہ ہی صحیح نہیں تو منزل کیسے مل سکتی ہے، ایک روز میں دھرم چند شاستری (گروجی) کے پاؤں دبا رہا تھا، گروجی اچھے موڈ میں تھے میں نے اپنے حال کی شکایت کی، اور پوچھا کہ جب سارے دھرم گرو یہ کہتے ہیں کہ اصل گرنتھ تو وید ہیں، تو ویدوں سے مارگ درشن کیوں نہیں کراتے، آپ مجھے وید پڑھا دیں، انھوں نے کہا بیٹا ویدوں کو آج کی دنیا میں پڑھنا اور پڑھانا آسان نہیں ہے، میں نے کہا آپ وید کا پاٹھ کرتے ہیں، انھوں نے کہا کچھ کچھ بس، میں نے کہا مجھے ویدوں کے پڑھانے والے کا پتہ بتادیں، میں تو بس ویدوں کا انوسرن (اتباع) کرنا چاہتا ہوں، گروجی بولے، ویدوں پر پنڈت راجندر پرشاد شرما بھارت میں اتھارٹی ہیں، میں نے کہا وہ جیوت (زندہ) ہیں وہ بولے ہاں، وہ میرے گروجی ہیں مجھے ان سے زیادہ پڑھنے کا موقع نہیں مل سکا مجھے واپس آنا پڑا، میں نے ان کا پتہ پوچھا: وہ بولے پہلے وہ اُدے پور یونیورسٹی کے سنسکرت کے ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ تھے، اب انٹرنیشنل یونیورسٹی آف سنسکرت جے پور کے وی سی ہیں، میں نے کہا آپ ان کے نام ایک پتر (خط) لکھ دیں، شروع میں تو انھوں نے مجھے آشرم میں ہی رہنے کو کہا، مگر جب میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں وید پڑھ کر درونا چاریہ آشرم میں ہی لوٹوں گا تو انھوں نے اجازت دے دی اور ایک پتر بھی لکھ کر دیا۔

میں جے پور پہنچا ویدوں کو پڑھنے کی میری اچھا (خواہش) سن کر پنڈت جی بہت خوش ہوئے، وہ بڑے سادہ مزاج کے آدمی تھے، بہت کم کھاتے بہت کم سوتے، مسلسل منتھن (مراقبہ) گھنٹوں گھنٹوں کرتے اور دھیان میں وقت گذارتے یا پڑھتے رہتے، میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ہر وقت ایک مخمل کا تھیلا تھا جس میں ایک کتاب لپٹی رہتی تھی، وہ اس کتاب کو بہت آدر سے رکھتے تھے، ہمیشہ اونچی سے اونچی جگہ اسے رکھتے، اس کو پڑھتے تو پڑھنے سے پہلے اسے چومتے اور سر جھکاتے، میں نے ایک دن موقع پا کر ان سے معلوم کیا پنڈت جی یہ کون سا گرنتھ ہے جس کا آپ ویدوں سے بھی زیادہ آدر کرتے ہیں، اور اتنے ادب سے اس کو پڑھتے ہیں انھوں نے بتایا کہ یہ قرآن شریف ہے، میں نے کہا آپ بھارت کے اتنے مہان ہندو دھارمک گرو ہو کر قرآن شریف کیوں پڑھتے رہتے ہیں، انھوں نے کہا بیٹا تم ستیہ کے سچے راہی ہو اس لئے تم سے بالکل سچ کہتا ہوں، ویدوں نے بہت جگہ کہا ہے کہ قرآن شریف آجانے کے بعد اس انتم گرنتھ کو پڑھیں، یہ سناتن دھرم کا انتم اور پورنتم (آخری اور مکمل) گرنتھ ہے۔ یہ کہہ کر بہت ہی آستھا سے انھوں نے قرآن شریف سر پر رکھ لیا۔

میں نے کہا: گرو جی ہمارے دھرم گرو ہندوؤں کو کیوں نہیں بتاتے، پھر تو سارا ہندو مسلم جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا، بولے میرے پیارے بیٹے اب دھرم کہاں رہا، دھرم کے چولے میں اور لوگ کاروبار کر رہے ہیں، یہ ختم ہو جائے گا مگر صحیح وہی ہے جو میں نے تمھیں بتایا، میں نے چاہا تھا کہ اس پر ایک کتاب لکھ دوں اور دیش میں ایک آواز لگاؤں مگر مجھے بہت سے لوگوں کی طرف سے جو بڑے بڑے مٹھوں کی گدیوں پر براجمان ہیں دھمکیاں ملنے لگیں، بس میں نے بھی ہمت ہار دی۔

میں نے پوچھا گروجی آپ قرآن شریف تک کس طرح پہنچے، انھوں نے بتایا کہ میں ادے پور یونیورسٹی میں کلاس لے کر کچھ اسٹوڈنٹس کے ساتھ گھر آرہا تھا، راستہ میں ایک مسلمان کے گھر سے قرآن شریف کی آواز آرہی تھی میرا دل اور میری اتمت آتما (روح) اس آواز کی طرف بہت کھنچی، میں نے اپنے ایک اسٹوڈنٹ سے کہا کہ دیکھو گھر کے دروازہ پر جا کر گھر والوں سے پوچھو کہ کون سا گائن گایا جارہا ہے، اس نے جا کر گھنٹی بجائی، گھر سے ایک ۱۲ رسال کا بچہ نکلا اس سے معلوم کیا کہ تمھارے گھر میں کون سا گائن گایا جارہا ہے، اس نے غصہ میں کہا گانا کیوں گایا جاتا؟ گانا بجانا تو ہمارے یہاں اسلام میں بڑا گناہ ہے، یہ تو قرآن شریف ٹیپ رکارڈ میں ہے اور یہ حرم مکہ کے امام صاحب کی آواز میں ہے، اس نے آکر مجھے بتایا تو میں نے کہا کہ اگر یہ قرآن شریف ہے تو سچی ایشوریہ واڑی (یعنی آسمانی وحی) ہے، وہ بولے یہ آپ کیسے کہہ رہے ہیں، میں نے کہا کہ ویدوں کو سن کر اور پاٹھ کر کے جیسے دل سے گندگی اور پاپ کے بادل سے چھٹتے ہیں، اس سے سو گنا زیادہ صرف اس کی آواز سے دل صاف ہوا جارہا ہے، اس کے بعد میں نے قرآن شریف تلاوت کرنا شروع کیا اور بہت سے مسلمانوں سے قرآن شریف مانگا، ایک سال کے بعد جے پور جا کر مجھے قرآن شریف کا ہندی انوواد (ترجمہ) مل سکا۔

س: اس کے بعد کیا ہوا، آپ نے وید پڑھے؟

ج: وید پڑھنا شروع کیے مگر مجھے خود لگتا تھا کہ جب قرآن اصل ہے تو پھر قرآن مجید پڑھنا چاہیے، وید پڑھتا تو مجھے اندر سے آواز آتی کوئی کہہ رہا ہے کہ جب راستہ ہی غلط ہے تو منزل کیسے مل سکتی ہے؟ قسمت کی بات دیکھئے کہ میرے پیٹ میں شدید درد ہوا،

پنڈت جی نے مجھے جے پور اسپتال میں داخل کرایا، چیک اپ وغیرہ کرائے تو معلوم ہوا کہ پتے میں پتھری ہے، پنڈت جی نے مجھ سے ہری دوار واپس جا کر علاج کرانے اور ٹھیک ہونے کے بعد آنے کا مشورہ دیا، میں واپس ہریدوار گیا تو آشرم میں جا کر پھر درد اور الٹیاں شروع ہو گئیں، ہریدوار ہمس میں ہمارے گرو جی کے جاننے والے دو ڈاکٹر تھے، ان کو فون کر کے وہاں بھیجا، معلوم ہوا کہ پتھریاں، الٹی ہونے سے پتے سے جگر کی طرف چلی جانے سے اس میں پھنس گئی ہیں، پہلے اسے نکالنا پڑے گا، اس دوران مجھے پیلیا ہو گیا، ایک کے بعد ایک دو آپریشن ہوئے، میرا پتہ نکالا گیا تو اب جگر میں انفکشن ہو گیا اور وہ پھول گیا، پھر آپریشن ہوا اور ڈیڑھ کلو پس نکالا گیا، مجھے اب موت سامنے دکھائی دے رہی تھی، میں بہت ہی مایوس تھا دل دل میں اپنے مالک سے فریاد کرتا مالک میں آپ کو تلاش کرنے اور سچا راستہ پانے کے لئے گھر پریوار سب کو چھوڑ کر آیا ہوں اور میں نے کیسی کٹھن تپسیا (مشکل مجاہدے) کیے ہیں، میرے مالک مجھ پر دیا کرو اور اسی جنم میں مکتی کا مارگ دکھا دو۔

خدا خدا کر کے صحت بحال ہونا شروع ہوئی، کچھ ذرا ٹھیک ہوا تو گرو دھرم چند شاستری جی نے ایک منگل کو ہنومان چالیسا کا پاٹھ کیا اور میرے سر پر پگڑی باندھی اور کہا بہت مبارک ہو، تمھیں سدھی مل گئی، اب تم واپس گنگا پور جاؤ اور متروں کا مارگ درشن کرو، گنگا پور جا کر ایک درونا آچاریہ آشرم کا کیندر بناؤ، اور ہم بھی وہاں آیا کریں گے، اور تمھاری سدھی کا پریچے (تعارف) کرادیں گے میں نے گھر واپسی سے منع کیا کہ میں نشچے کر کے آیا ہوں کہ میں کاروبار پریوار میں واپس نہیں آؤں گا، وہ بولے بیٹا اب تم وہ امیش نہیں ہو، اب تم امیش کمار شاستری ہو، وہ امیش واپس نہیں جا رہا ہے

بلکہ اب گرو مارگ درشن اور دھرم یاترا پر گنگا پور جا رہا ہے میں گھر چلا گیا، مجھے خیال ہوا کہ جے پور جا کر کچھ پنڈت راجندر جی کی سنگت اختیار کروں میں نے کئی بار فون کیا مگر وہ کہتے رہے، ذرا رکو، چھ مہینہ میں بہت کٹھن کے ساتھ گنگا پور میں رہا، اور کوشش کر کے ایک آشرم کی جگہ بھی تلاش کر لی مگر اندر سے وہ آواز مجھے جھنجھوڑتی جب راستہ ہی ٹھیک نہیں تو منزل کیسے مل سکتی ہے، ایک روز گرو دھرم چندر جی کا فون آیا، مہاراشٹر کا ایک سفر مجھے کرنا تھا، اورنگ آباد، ناگ پور وہاں سے ناندیڑ، ناندیڑ میں سکھوں کے یہاں ایک سرو دھرم سمیلن ہو رہا ہے، اس میں شریک ہونا ہے، اور پھر ممبئی میں آٹھ دن کا پروگرام ہے، میں اورنگ آباد ناگپور، ناندیڑ ہوتا ہوا ممبئی پہنچا، اندر آتما سے وہ آواز بہت دکھی کرتی اور جھنجھوڑتی رہی، اس سفر میں مجھے بڑی دکشنا ملی، یعنی تقریباً ڈھائی لاکھ روپے مل چکے تھے، مگر دل میرا ایک پھوڑے اور زخم کی طرح دکھی تھا، ایک روز میں سو رہا تھا، میں نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا بولی بیٹا جب تجھے سچ پر ہی چلنا ہے تو قرآن پڑھنا! میں نے کہا ماں تو ہندو ہو کر مجھے قرآن پڑھنے کو کہتی ہے، میرے ہریدوار جانے کے دو مہینے بعد میری ماں کا دیہانت ہو گیا تھا، ماں نے کہا نو مہینے تک پیٹ میں رکھنے اور چھاتیوں کا دودھ پلا کر پالنے والی ماں سے بڑا کوئی گرو نہیں ہوتا اور نہ اولاد کا کوئی بھلا چاہ سکتا ہے، میرے بیٹے تو کب تک دھکے کھائے گا، قرآن پڑھ۔ اگلے روز معلوم ہوا کہ شارجہ سے اور مصر سے قاری آ رہے ہیں وہ رات کو قرآن شریف پڑھیں گے، بس میرے دل میں قرآن جاننے اور پڑھنے کا شوق بلکہ آگ بھڑکی ہوئی تھی۔

س: اچھا اچھا تو اس طرح آپ کو قرآن کے ساتھ شوق پیدا ہوا، آگے کیا ہوا؟

ج: میں رات کو مجلس قرأت میں گیا، بہت ہی خوب صورت اور سندر پروگرام تھا،

اسٹیج بھی اتنا صاف اور خوب صورت پھولوں سے سجایا گیا تھا اور پنڈال بھی بہت ہی جگمگ، قاری آئے، شروع میں دو قاریوں نے ایک ایک گھنٹہ قرآن پڑھا، حالانکہ ان کے ڈاڑھی نہیں تھی، مجھے عجیب سا لگا، کہ یہ قاری دھرم گرو ہوں گے، مگر واڑھی نہیں، بعد میں معلوم ہوا کہ وہاں کی حکومت کے ڈر سے یہ لوگ واڑھی نہیں رکھتے، مجھے خیال ہوا کہ ہمارے دیش میں اتنا نرسنہار ہونے کے باوجود ابھی تک جو چاہے ڈاڑھی رکھ سکتا ہے، وہ کیسا اسلامی دیش ہے جہاں واڑھی رکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے، مگر قرآن انھوں نے ایسا غضب کا پڑھا کہ جیسے سن کر دل پھٹ جائے گا، اندر سے بار بار آواز آرہی تھی، امیش بیٹا ستیہ کہاں ہے؟ بعد میں شارجہ کے قاری صاحب نے قرآن شریف پڑھا، لوگ کہہ رہے تھے کہ مکہ کے امام صاحب جن کا نام شیخ سدیس ہے، جیسے وہ پڑھ رہے ہیں، بلکہ آواز میں ان سے زیادہ رس ہے۔

س: اس محفل میں غیر مسلم بھی تھے؟

ج: کچھ تھے، دعوت ہر کسی کو تھی، بغیر کسی فرق کے۔

س: جی تو آگے بتائیے؟

ج: میری برابر والی کرسی پر ایک مولانا صاحب بیٹھے تھے میں نے ان سے کہا مولانا صاحب، اگر کوئی آدمی مسلمان ہونا چاہے تو اسے کیا کرنا چاہئے انھوں نے کہا بس کلمہ پڑھنا چاہئے، میں نے کہا میری اندر آتما کہہ رہی ہے کہ یہ قاری صاحب جو پڑھ رہے ہیں، بس سچ یہی ہے، تو میں کس طرح مسلمان ہو سکتا ہوں، انھوں نے جلسہ کے والنٹرس میں ایک مولانا صاحب کو جو ہاتھ میں گلاب کا فوارہ لے کر سب لوگوں پر گلاب جل چھڑک رہے تھے، ان کو بلایا اور قاری صاحب نے قرأت ختم کی تو مجھے قاری

صاحب کے پاس لے جانے کو کہا، میں نے جا کر شارجہ کے قاری صاحب سے جو اردو بول رہے تھے، ان کی ماں پاکستان کی تھی، اور وہ کراچی میں ایک زمانے میں بار بار جا کر رہے تھے، اپنے مسلمان ہونے کی اچھا اور خواہش کا اظہار کیا، انھوں نے کہا کہ آپ نے اسلام کو سمجھا بھی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے نہیں سمجھا مگر میری انتر آتما (روح) نے سمجھ لیا ہے، میں نے بتایا کہ سترہ سال سے گھر، کاروبار دنیا چھوڑ کر میں ہندو دھرم کے گروؤں اور آشرموں کے سایہ میں گھور تپسیا اور پرشرم (سخت مجاہدے اور کوشش) کرتا رہا، مگر آتما اندر سے چیختی رہی کہ جب راستہ ہی غلط ہے تو منزل کیسے مل سکتی ہے، رات میری ماں جو مر گئی ہیں، مجھے سچ کی تلاش میں قرآن پڑھنے کو کہا، آج جب پہلی بار میں نے قرآن مجید آپ لوگوں سے سنا تو انتر آتما سے آواز آرہی ہے امیش بس سچ یہی ہے جو یہ پڑھ رہے ہیں، انھوں نے کہا یوں بھی اتنا بڑا فیصلہ لینے کے لئے آپ کو اسلام کو پڑھنا چاہئے، میں نے کہا نہیں، مجھے سمجھنے کی ضرورت نہیں، میں صرف آتما کی اندر کی شانتی کے لئے دھرم سے جڑا ہوں، جب وہ خود کہہ رہی ہے کہ سچ یہی ہے تو مجھے باہر سے سمجھنے کی کیا ضرورت ہے، میں نے کہا سچی بات یہ ہے کہ میری آتما بھی مجھ سے کہہ رہی ہے یہ آواز تو پہلے سنی ہوئی ہے اور پاٹھ پہلے پڑھا ہوا ہے، قاری صاحب نے بتایا کہ قرآن نے خود یہ بات بتائی ہے کہ مالک نے ساری روحوں کو بنا کر سب کو ایک سبق خود پڑھایا، الست بربکم کیا میں تمھارا پالن ہار مالک نہیں ہوں سب نے کہا قالوا بلی، مالک آپ ہی اور صرف آپ ہی ہمارے رب اور پالن ہار ہیں، وہ سبق سب روحوں کو یاد ہے، اس لئے اندر سے آپ کو ایسا لگ رہا ہے کہ یہ سبق پڑھا ہوا ہے، آپ نے بہت مجاہدے کئے اس لئے آپ کی روح سے پردے صاف ہو گئے ہیں

س: پھر کیا ہوا، آگے بتائیے؟

ج: قاری صاحب نے مجھے کلمہ پڑھایا، پرانا نام معلوم کیا اور شمیس احمد نام رکھا، سب لوگ مجھ سے گلے ملے مبارک باد دی۔

س: اسلام قبول کرنے کے بعد، اسلام کو پڑھنے اور سیکھنے کے لئے آپ نے کیا کیا؟

ج: میں نے ممبئی سے قرآن شریف، اسلام کیا ہے؟ اسلام ایک پریچے کتابیں خریدیں، ان کو پڑھا، پھر مجھے خیال ہوا کہ مجھے اسلام کو اچھی طرح پڑھنا چاہئے، ایک مسلمان تاجر نے مجھے گجرات کے ایک مدرسہ میں بھیج دیا، وہاں کا پانی مجھے راس نہیں آیا ،اور پیٹ میں درد اور بار بار دست آنے لگے تو مجھے ایک مدرسہ میں راجستھان بھیج دیا گیا، وہاں پر میری تعلیم کا کچھ اچھا نظم نہ ہوسکا، مدرسہ میں کمیٹی والوں اور مدرسہ کے ذمہ داروں کی رسہ کشی کی وجہ سے روز کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا، میرا دل وہاں سے گھبرایا، مجھے کسی نے کہہ دیا کہ میں پھلت جاؤں، پھلت میں حضرت تو نہیں مل سکے مجھے وہاں سے دہلی جماعت کے لئے بھیج دیا اور مولوی عمر صاحب نے مجھے آپ کی امانت اور نسیم ہدایت کے جھونکے کتاب دی، ان کتابوں کو پڑھ کر میرے دل اور دماغ نے بھی اسلام کو سمجھا اور اب مجھے قرآن پڑھنے میں مزا آیا، جماعت میں ۴۰ دن لگائے تو امیر صاحب نے مجھے دو چلوں کی اور تشکیل کردی، اور چار مہینے پورے کئے، آخری چلہ میں میرے ساتھ ایک حاجی صاحب جوالا پور ہریدوار کے تھے، ہریدوار کی وجہ سے ان سے تعلق ہوگیا، جماعت کے بعد میں ان کے ساتھ ہریدوار چلا گیا، اور دل میں خیال آیا کہ اب دھرم کے لئے گھر بار چھوڑ دیا ہے تو دھرم تو اب ملا ہے، اب دنیا میں کیا واپس جانا، بس

ہریدوار، رشی کیش میں اپنے جیسے بھٹکتے مسافروں کو راہ بتانے میں زندگی گذاروں گا، وہاں سے پھلت آکر حضرت مولانا سے ملا، تو حضرت نے فرمایا کہ اسلام کا اصل پیغام یہ ہے کہ گھربار اور کاروبار کو چھوڑ کر آدمی دھارمک نہیں ہوتا بلکہ زندگی کو اللہ کے حکم اور اس کی رضا کے لئے اس کے بتائے طریقہ پر گذارنے کا نام دین ہے، آپ اپنا گھر بسائیں اور شادی کریں، پھلت میں حاجی صاحب نے مجھے حضرت سے بیعت بھی کرادیا ہے، میں نے حاجی صاحب سے راستہ میں کہا کہ اب تو آپ حضرت کے ہاتھ پر بک گئے، بہرحال اب میں ہمت جٹانے کی کوشش کررہا ہوں۔

س: وہاں پر آپ نے کچھ دعوت کا کام شروع کیا؟

ج: اللہ کا شکر ہے تیرہ آدمی اب تک ہریدوار میں مسلمان ہوئے ہیں، حضرت نے کہا کہ دعوتی کیمپ میں شریک ہوکر دعوت کا طریقہ سیکھ لیں، انشاء اللہ جلد کوشش کروں گا۔

س: ارمغان ایک ماہانہ میگزین ہے جس میں آپ کا انٹرویو چھپے گا آپ اس کے پڑھنے والوں کے لئے کوئی پیغام دیں گے؟

ج: قرآنی دین اسلام صرف اور صرف سچا دھرم ہے، سچ میں ہر انسان کی آتما (روح) میں ایک کشش اور کھنچاؤ مالک نے رکھا ہے، ہم نے پہنچایا نہیں، سچی بات یہ ہے کہ ان کے دھارمک گرو جب سچی آتما سے ستیہ مارگ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ صرف اور صرف قرآن مجید تک ہی پہنچتے ہیں، ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارے پاس باپ داداؤں سے یہ سچا راستہ ہے، ہمیں پورے اعتماد کے ساتھ اسے دوسروں کو پہنچانا چاہئے، خصوصاً تیرتھ استھانوں پر رشی کیش ہریدوار کاشی پریاگ وغیرہ میں تو

بہت ہی زوروں سے اسے پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے، کہ دنیا کے جھمیلوں سے عاجز آ کر لوگ وہاں سچ کی تلاش کرنے کے لئے آتے ہیں، میرا خیال ہے کہ آدھے سے زیادہ لوگ ان میں بہت مخلص ہوتے ہیں، ان تک اسلام نہ پہنچانا بہت بڑا ظلم ہے۔

س: جی بے شک، بہت بہت شکریہ، السلام علیکم ؟

ج: وعلیکم السلام۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ ڈسمبر ۲۰۱۵ء

۱۵۴

طبیب کی ذمہ داری احتجاج نہیں بلکہ علاج ہے

جناب عبدالرحمٰن سے ایک ملاقات

اقتباس

کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں اللہ کے نبی اور مسلمانوں کے دشمن دو طرح کے تھے ایک تو وہ لوگ تھے جو نہ جاننے کی وجہ سے اسلام کے دشمن تھے، ان کو جب اسلام اور اللہ کے رسول ﷺ کا صحیح تعارف (پریچے) کرا کے اسلام کی دعوت دی گئی تو آخری درجہ کے جانی دشمن مسلمان ہو کر جانثار بن گئے، جیسے حضرت عمرؓ، حضرت ابوسفیانؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت وحشیؓ، حضرت ہندہؓ، حضرت عکرمہؓ وغیرہ، اور دوسری طرح کے وہ اسلام دشمن تھے جو اسلام کو حق جان کر اور سمجھ کر اور اللہ کے رسول ﷺ کو سچا رسول سمجھنے کے باوجود حسد کی وجہ سے برادری کی شرم کی وجہ سے اسلام کے دشمن یا دور تھے، ان لوگوں کو دعوت دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے، نبی ﷺ کے سامنے ان کو ذلیل کر کے ہٹا دیا، چاہے وہ ابولہب ہوں یا ابوجہل ہوں۔

احمد اواہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عبدالرحمن : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

س: بھائی عبدالرحمن صاحب آپ کل ہی جماعت میں سے آئے ہیں، کتنے روز کی جماعت میں گئے تھے؟

ج: میں ابھی صرف سہ روزہ جماعت سے آیا ہوں۔

س: آپ کی جماعت کہاں گئی تھی؟

ج: ہماری جماعت سیانہ قصبہ میں کام کر کے آئی ہے۔

س: آپ تو ماشاء اللہ چلہ بھی لگا چکے ہیں؟

ج: الحمد للہ مجھے اسلام قبول کئے تیسرا سال ہونے والا ہے، میرا تین بار چالیس چالیس روز اور ایک بار چار مہینے یعنی تین چلے جماعت میں وقت لگ چکا ہے، اور کوئی مہینہ علاوہ ان چلوں اور چار مہینوں کے سہ روزہ ناغہ نہیں ہوا ہے۔

س: آپ نے کہاں کہاں وقت لگایا؟

ج: میرا پہلا چلہ پالن پور گجرات کے علاقہ میں لگا، وہیں سے چار مہینے کا ارادہ ہوا اور تین مہینے کے بعد چار مہینے کی جماعت میں چلا گیا، یہ پورا وقت گورکھپور، بستی اور گونڈہ کے علاقہ میں لگا، اس کے بعد میرے چالیس روز بھوپال کے علاقہ میں لگے اور دو مہینے پہلے میرا چلہ لدھیانہ، مالیر کوٹلہ پنجاب کے علاقہ میں لگا۔

س: ماشاء اللہ آپ کو تو جماعت کا چسکہ لگ گیا ہے، واقعی آپ بڑے خوش قسمت ہیں، بزرگوں نے خوب کہا ہے، دین پر استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے، مگر شاید آپ کو اپنے گھر والوں، رشتہ داروں یا دوسرے غیر مسلموں پر کام کا موقع نہیں ملا ہوگا؟

ج: میرے اللہ کا کرم ہے کہ میں یوپی کے جس علاقہ میں رہ رہا ہوں، ہمارے سارے جماعت کے ساتھی مجھے ذمہ دار ساتھیوں میں شمار کرتے ہیں اور میرے حضرت

کے حکم کی وجہ سے میں نے زیادہ لوگوں کو بتایا بھی نہیں تھا، کہ میں چند مہینے پہلے ہی مسلمان ہوا ہوں بس لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں کسی ایسے دیہات میں رہتا تھا جہاں دین سکھانے والا کوئی نہیں تھا، اور میں جماعت میں جب جاتا ہوں تو میرے اللہ کچھ نہ کچھ غیر مسلموں کی ہدایت کی ذریعہ ضرور بناتے ہیں، شاید ہمارے جتنے بھی سہ روزہ لگے ہیں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک دو لوگ اس میں مشرف باسلام نہ ہوئے ہوں، اور چلّوں میں الحمدللہ اور تین چلوں میں سیکڑوں کی ہدایت کا اللہ نے مجھے ذریعہ بنایا ہے۔

س: آپ کو جماعت کے امیر صاحب یا ساتھیوں کی طرف سے احتیاط کرنے کو نہیں کہا گیا؟

ج: ایک بار تو میں خود امیر تھا، سہ روزہ میں بھی دسیوں بار مجھے ہی ذمہ دار بنایا گیا، مگر میرے اللہ کا کرم ہے، کسی ذمہ دار ساتھی نے اس کام پر اعتراض نہیں کیا، شروع شروع میں تو میں کہیں سامان وغیرہ لینے جاتا تھا تو کسی نہ کسی ساتھی سے مل لیتا تھا اور اس کو دعوت دے کر مسجد میں لے آتا تھا، بعد میں خود میرے اللہ نے راہیں کھول دیں۔

س: آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیں؟

ج: یہ اللہ کا ایک گنہگار بندہ ۱۳؍ جنوری ۱۹۷۲ء کو مغربی یوپی کے ایک دھارمک (مذہبی) ہندو پریوار (خاندان) میں پیدا ہوا، پرائمری تعلیم آریہ سماج کے ایک اسکول میں ہوئی، ذرا بڑا ہوا تو ۸۴ء سے لے کر ۸۷ء تک میرٹھ میں لگاتار فسادات اور کرفیو کے حالات رہے، اس کا اثر مسلم اور اسلام سے آخری درجہ میں نفرت کے طور پر ایک نو عمر ہندو گھرانہ کے لڑکے پر پڑتا رہا، اور کچھ حالات، اور جن بڑوں کے بیچ میں میری زندگی گذری ان کی شکشا (تعلیم) کی وجہ سے یہ دشمنی بڑھتی رہی، ۱۹۹۱ء میں نے

بارہویں کلاس پاس کی، اس کے بعد ۱۹۹۵ء میں میں نے سنسکرت سے ایم اے کیا، اس زمانہ میں ۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۰ء کے فسادات اور ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کے فسادات نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اور میں نے بجرنگ دل کی کمان سنبھالی، بولنے کا طریقہ مجھے میرے مالک نے دیا تھا، اس کی وجہ سے میں جلد ہی ۲۰۰۳ء میں ویش کے ایک بڑے صوبہ کا بجرنگ دل کا جنرل سکریٹری بن گیا، اس پوسٹ کے ساتھ مجھے آر ایس ایس کا سنچالک بھی بنالیا گیا، اور بعد میں صوبہ کے بجرنگ دل کی جنرل سکریٹری کی پوسٹ چھوڑ کر میں نے اس صوبہ کے مکھیہ سنچالک کا پد (عہدہ) سنبھالا، یہ آر ایس ایس میں ایک بہت بڑا عہدہ مانا جاتا ہے، میں اس عہدہ پر پانچ سال رہا، اور ۹ر جنوری ۲۰۱۲ء کو مجھے مالک نے نرک (جہنم) کے راستہ سے بچا کر سچے راستہ کے لئے قبول کرلیا۔

س: اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتائیں؟

ج: میرے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ایسا ہے کہ اس میں کوئی تفصیل ہے ہی نہیں، بس شارٹ کٹ اسٹوری اگر لکھی جائے تو یہ ہے کہ ابھیشیک ظالم بلکہ غافل پر اس کے مالک کو رحم آیا اور اس کا دامن اسلام سے بھر دیا، بس اتنا واقعہ ہے۔

س: پھر بھی بتائیے کہ بظاہر کیا ذریعہ بنا؟

ج: شاید جب سے دنیا قائم ہوئی ہے آج تک سب سے زیادہ اسلام، مسلمانوں، ان کی مسجدوں، ان کی صورتوں، داڑھیوں ٹوپیوں، یہاں تک کہ پیارے رسول ﷺ اور اس سے آگے اپنے اللہ کے نام سے سب سے زیادہ نفرت، کراہیت اور دشمنی کرنے والے ٹاپ سو بلکہ صرف دس کی کوئی سوچی (فہرست) بنائی جائے تو اس میں اس ذلیل ابھیشیک کا نام ضرور لکھنا پڑے گا، میں رات کو کئی بار اس طرح کی سوچی (فہرست) کے

بارے میں سوچتا ہوں، تو ابولہب اور ابوجہل کے ساتھ مجھے اپنا نام شامل کرنا پڑتا ہے، یا کم از کم وحشی اور ہندہ کے ساتھ تو ضرور، ایسے اسلام دشمن کا بس اللہ نے اپنی رحمت سے اس کا اسلام سے دامن بھر دیا۔ اصل میں ہوا یہ کہ ۶ دسمبر کو بجرنگ دل والے بابری مسجد کی شہادت کے دن وجے دوس (یوم فتح) مناتے ہیں، ۶/دسمبر ۲۰۱۱ء کو ایک وجے دوس، جو نویڈا میں منایا گیا تھا مجھے مکھیہ اتتھی (مہمان خصوصی) کے طور پر بلایا گیا، بڑی سبھا تھی، میں نے بڑی جوشیلی تقریر کی، اور کہا ہمیں ابھی جب تک وجے دوس منانے کا ادھیکار نہیں ہے جب تک رام مندر بنانے کا خواب پورا نہ ہو، اور میں نے بڑے جوش کے ساتھ سنکلپ لیا، خون کا آخری قطرہ جب تک ہمارے اندر ہے ہم دم نہیں لیں گے، جب تک رام مندر نہ بن جائے، میں اسٹیج پر تھا تو ایک بجرنگ دل کے پر بھاری رام چند نے مجھے دو پستکیں دیں، ایک آپ کی امانت آپ کی سیوا میں، اور دوسری ہمیں ہدایت کیسے ملی، انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ رام مندر بنانے کا سنکلپ اور عہد لے رہے ہیں، اور بابری مسجد توڑنے میں پہلی کدال چلانے والے مسلمان بن کر مسجدیں بنا رہے ہیں، آپ ان کتابوں کو غور سے پڑھئے اور پھر اس پر غور کرنے کے لئے ایک بڑی سبھا آر ایس ایس اور بجرنگ دل وغیرہ کے لوگوں کی ہونی چاہیے، میں نے کتاب لی، مجھے دہلی جانا تھا، راستہ میں میں نے پڑھنا شروع کی، ہمیں ہدایت کیسے ملی؟ سب سے پہلا انٹرویو ماسٹر عامر کا تھا، جو بلبیر سنگھ تھے اور شیوسینا کے ممبر تھے، جنھوں نے سب سے پہلے بابری مسجد پر چڑھ کر کدال چلایا، وہ اور اس کے ساتھی یوگیندر کیسے مسلمان ہوئے، اس کے بعد عبداللہ نام کے دوسرے صاحب تھے، ان کے اسلام لانے کی کہانی تھی، جو میرے ایک طرح سے دھرم گرو تھے، اور انھوں نے ہی مجھے

بجرنگ دل سے جوڑا تھا، انھوں نے اسلام قبول کرنے کے جرم میں اپنی ۱۵ ر سال کی بچی حرا کو زندہ جلایا تھا، وہ اسلام لائے، ایک ڈی ایس پی، جن کا نام اب حذیفہ ہے، وہ بھی میرے بہت جاننے والوں میں تھے، ان کی کہانی بھی اس میں تھی، میں دہلی جا کر رات دیر تک ان چھ کی چھ کہانیوں کو پڑھتا رہا، اور پوری کتاب پڑھ کر آپ کی امانت کھولی، اور اس کتاب کے ختم تک میں خود اس کے ہتھیاروں کا شکار ہو کر اپنی موت مر چکا تھا، میں نے ان تینوں لوگوں کے بارے میں معلومات کرنے کی کوشش کی اور ان سے ملنا چاہا، ان میں سے کسی ایک سے بھی میرا رابطہ نہیں ہو سکا، مگر یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ اب اپنا دھرم چھوڑ چکے ہیں۔

س: اس کے بعد کیا ہوا؟

ج: میں دہلی اردو بازار گیا، اسلام کیا ہے؟ اور مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ میں نے خریدیں، ان کو پڑھا، مگر جس اسلام اور مسلمانوں کی نفرت کے سماج کے تانے بانے میں میں بندھا تھا، اس میں مجھے اسلام قبول کرنا بالکل آگ میں کودنے جیسا لگ رہا تھا، میں بہت بے چین تھا، مرنے کے بعد کیا ہوگا، پڑھ کر ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے دوزخ کی آگ اور سزا تھی، اور ہر سانس آخری سانس لگ رہا تھا، جو مجھے اچھالتا تھا کہ ایک سیکنڈ سے پہلے مجھے مسلمان ہو جانا چاہئے، مگر سماج سے، اور ایسے سماج سے ٹکر لینے کے لئے ہمت ساتھ نہیں دے رہی تھی، آخر دوزخ کا ڈر غالب آ ہی گیا اور میں نے کسی طرح حضرت (مولانا کلیم صدیقی) کا ٹیلی فون نمبر، آپ کی امانت کتاب پر لکھے ہوئے فون نمبر پر فون کر کے حاصل کیا، دو روز تک میں کوشش کرتا رہا، کہ فون مل جائے

س: ابی کا فون اکثر بند رہتا ہے، اس پر ایس ایم ایس کر دیتے، تو ابی شاید خود فون

کر لیتے؟

ج: جی! پھر میں نے دن چھپنے کے بعد حضرت کو ایس ایم ایس کیا، میں ایکس جنرل سکریٹری بجرنگ دل، اور ورتمان (موجودہ) ملکھیہ سنچالک (فلاں پردیش) آپ سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں، آپ جب فری ہوں مس کال کر لیں، پانچ منٹ کے بعد حضرت صاحب کا فون آگیا، بولے میں کلیم صدیقی بول رہا ہوں، میں نے معلوم کیا: مولانا کلیم صدیقی صاحب، بولے جی ہاں، میں نے کہا آپ کاٹئے میں بات کرتا ہوں، حضرت نے کہا میرا فون اپوتر (ناپاک) نہیں ہے، آپ اسی پر بات کریں، میں نے کہا میرا اپنا مطلب ہے، میں ہی فون کروں گا، میں نے فون کاٹ کر فون کیا۔

میں نے بتایا مولانا آپ نے میرا ایس ایم ایس پڑھا ہوگا، تو میرے پریچے (تعارف) اور عہدہ سے میرے حال کا اندازہ ہو گیا ہوگا، میرا اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی، نفرت، (گھرنا) کا یہ حال تھا کہ مسلمان ایمبولینس میں بھی اچھا نہیں لگتا تھا، کہ ابھی مرا کیوں نہیں، اور اس کی سانسیں کیوں چل رہی ہیں۔

س: واقعی آپ نے یہی بات کہی تھی؟ آپ نے کہا تھا، یا آپ کو مسلمانوں سے ایسی ہی نفرت تھی، یہ نفرت کی انتہا ہو سکتی ہے، ایمبولینس میں تو بالکل موت سے جوجھتے ہوئے انسان کو ہی لے جایا جاتا ہے؟

ج: اصل میں مجھے اپنے اندر کا حال بتانا تھا، میرے مالک نے خود مجھ سے کہلوایا، ورنہ یہ سنٹنس (جملہ) کسی شبد کوش (لغت) میں بھی نہیں پڑھا تھا۔

س: جی تو پھر کیا ہوا؟

ج: میں نے کہا: آپ کی امانت اور ہمیں ہدایت کیسے ملی؟ پڑھ کر میرا حال بالکل

بدل گیا ہے، مرنے کے بعد کیا ہوگا، کے بعد تو ایک ایک سانس آخری لگ رہی ہے، مگر جس نفرت بھرے سماج کے بندھن اور جال میں بندھا اور گھرا ہوا تھا اس میں مسلمان ہونا تو پہاڑ سے ٹکر مارنے کے سمان ہے، اس کے لئے مشورہ کرنے کے لئے آپ سے بہت جلد ملنا چاہتا ہوں، جہاں کا آپ کا جلدی سے حکم ملے میں آنے کو تیار ہوں، حضرت نے کہا، جس مالک پر ایمان لاکر اس کے فرمانبردار بنیں گے وہ زمین و آسمان کا مالک اور سارے بادشاہوں کا بادشاہ ہے، اس پر ایمان نہ لانا پہاڑوں سے ٹکر مارنا ہے، البتہ یہ بات ہے کہ میں تو ابھی بھی سفر میں ہوں اور مجھ سے رابطہ بھی جلدی مشکل ہے، علی گڑھ آپ سے قریب ہے، ابھی تو کہرہ بہت ہو رہا ہے، ایک دو روز میں موسم ٹھیک ہو جائے تو آپ وہاں ہمارے ساتھی قاضی ضیاء الاسلام صاحب جو فردوس نگر میں ہمارے ذمہ دار ساتھی ہیں، ان سے جا کر مل لیں، وہ آپ کی پوری مدد کریں گے، اور آپ کو اچھا مشورہ بھی دیں گے، میں نے کہا بہت اچھا آپ ان کا فون نمبر ایس ایم ایس کر دیجئے، حضرت نے فوراً قاضی صاحب کا نمبر ایس ایم ایس کر دیا، میں نے قاضی صاحب کو فون ملایا اور معلوم کیا کہ میں ابھی آنا چاہتا ہوں، قاضی صاحب نے کہا آپ کا گھر ہے، آدھی رات کو بھی دروازہ کھلا ملے گا، میں نے فوراً علی گڑھ کی بس پکڑی اور علی گڑھ پہنچا، رات نو بجے کے بعد علی گڑھ پہنچا، قاضی صاحب سے کچھ دیر بات ہوئی ، انھوں نے سمجھایا اسلام کا اعلان کرنا ضروری نہیں، آپ کی سمجھ میں جب آ گیا ہے تو فوراً کلمہ پڑھ لیں، اور بعد میں مشورہ کرتے رہیں گے، میرا بھی دل اندر سے جلدی سے کلمہ پڑھنے کو چاہ رہا تھا، قاضی صاحب نے کلمہ پڑھوایا اور میرا نام عبدالرحمٰن رکھا، فوراً قاضی صاحب نے حضرت کو فون ملایا، اور کہا ابھیشیک صاحب آ گئے ہیں، میں نے ان کو کلمہ

پڑھوا دیا ہے عبدالرحمٰن نام بھی رکھ دیا ہے، میری بھی خواہش ہے اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ آپ ایک بار ان کو کلمہ پڑھوا دیں، حضرت نے کلمہ پڑھوایا، اور مجھ سے کہا اتنے کہرہ میں آپ نے خطرہ مول لے کر سفر کیا، میں نے کہا حضرت صاحب میں نے سوچا کہر سے میں راستہ میں ایکسیڈنٹ ہو کر موت آئی تو ایمان کے راستہ میں موت آئے گی، اور اگر گھر پر رات کو مر گیا تو ایمان کے بغیر مر کر دوزخ میں جاؤں گا اس لئے مجھ سے نہیں رہا گیا۔

س: اس کے بعد کیا ہوا؟

ج: رات کو قاضی صاحب کے یہاں رہا، صبح کو قاضی صاحب سے مشورہ ہوا، ایفی ڈیوٹ بنوایا اور کسی سفر کے بہانے جماعت میں جانے کا مشورہ دیا، اور پھر حضرت سے ملنے کا مشورہ دیا، دہلی جا کر جماعت میں گیا، چالیس روز لگا کر حضرت سے ملا، حضرت نے ہجرت کا مشورہ دیا، دوسرے صوبہ میں میرے اللہ نے انتظام کرا دیا۔

س: اسلام میں آ کر آپ کو کیسا لگا؟

ج: اسلام میں آنے کی، اور اس قدر کم ظرف نفرت بھرے آدمی کے ایمان ملنے کی جیسی مجھے خوشی ہے، ویسی شاید دنیا میں کسی کی نہیں ہوگی۔

س: آپ نے اسلام کا مطالعہ کیا؟

ج: اصل میں حضرت سے بیعت ہوا، تو حضرت نے مجھے خود اپنے پاس سے ڈاکٹر عبدالحی صاحب کی کتاب ہندی میں اسوہ نبی اکرم ﷺ دی، اور بتایا کہ اس میں ہمارے نبی ﷺ کی زندگی کا پورا طریقہ بہت اچھے ترک (دلائل) کے ساتھ لکھا ہے، آپ کو اسے پڑھنا ہے، اور جیون (زندگی) اسی طرح گذارنا ہے، اس کتاب نے مجھے

پیارے نبی ﷺ کی ذات سے، آپ کی ایک ایک ادا سے پاگل پن کی حد تک محبت پیدا کردی، اور میں ایک کے بعد ایک سیرت کی کتاب پڑھتا رہا، اب تو اردو بھی پڑھنے لگا ہوں، مگر پہلے ہندی میں کتابیں پڑھیں۔

مولانا احمد، میں اپنا حال شبدوں (لفظوں) میں بیان نہیں کرسکتا، میں بجرنگ دل اور آر ایس ایس کی سبھاؤں میں چونکہ بھاشن خوب کرتا تھا، توبہ توبہ، ایسے محسن نبی اور انسانیت کے اتنے بڑے محسن اور جگت نائک اور رہبر کے لئے ایسی گری ہوئی گھناؤنی باتیں، اور قرآن مجید کے بارے میں ایسے ذلیل الفاظ بولنا کبھی یاد آتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ پتھر پر ابھیشیک کا سر رکھ کر اس کمینہ کے گندے اور بدتمیز سر پر دوسرا پتھر مار کر بھیجا نکال دوں، میرے حال کا اندازہ کرنے کے لئے آپ کو ایک بات بتاتا ہوں، ابھی کچھ روز پہلے بجرنگ دل اور آر ایس ایس کی سبھاؤں میں میں جہاں مجھے مکھیہ اتتھی (مہمان خصوصی) یا ادھیکش (صدر) بنایا جاتا تھا، کے کچھ فوٹو کی البم اور پرانے اخبار میری ایک الماری میں ملے، جن میں میں نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں بہت گھناؤنے جملے بولے تھے، ان کو دیکھ کر میں بے قابو ہوگیا اور پاگلوں کی طرح البم پر، اور اخبار پر اپنے منھ پر جوتا نکال کر انتہائی نفرت کے ساتھ برسانا شروع کیا اور گالیاں بے اختیار دیتا جاتا تھا، کمینے ابھیشیک تو انسانیت کے اتنے بڑے محسن کے لئے ایسی کمینی حرکتیں کرتا ہے، اور بعد میں میں نے وہ ساری البمیں اور اخبار ایک الاؤ بنا کر جلادیے، مولانا احمد صاحب میں جس قدر سیرت پاک کو پڑھ رہا ہوں، میرا دل اور دماغ یہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی کم ظرف سے کم ظرف انسان آخری درجہ میں اسلام کے بارے میں نفرت اور گھر نار رکھنے والا اگر نبیوں کے سردار انسانیت کی کشتی کے کھیون

بار، میرے پیارے اور محبوب آقا رسول اللہ ﷺ کے جیون اور آپ کے کیریکٹر کو پڑھ لے اور جان لے، تو چاہے وہ مسلمان ہو نہ ہو، یہ بات بالکل امپاسبل، ناممکن ناممکن ہے۔ سو بار کہتا ہوں، امپاسبل۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ پیارے نبی ﷺ کے صاف شفاف اور پاکیزہ کردار کے خلاف ایک لفظ بول سکے، ساری دنیا میں اسلام دشمنوں کے سرداروں میں بالکل ٹاپ پر رہنے والے جب مجھ جیسے کمینہ کا یہ حال ہو گیا، کہ مجھے پیارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے شاید ساری دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ، یہاں تک کہ خود اپنے اس صورت کے فوٹوؤں کو مجنوؤں پاگلوں کی طرح جوتے مار کر جلانے سے تسلی ہوئی تو پھر دوسرے لوگوں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے، میرا دل کہتا ہے آج کل کی سرخیوں میں رہنے والا کملیش تیواری جیسے بدترین کم ظرف کے بارے میں مجھے لگتا ہے کہ اگر وہ ایک بار پیارے نبی کی پیاری زندگی کو جان لے تو اس کا حال بھی میرے جیسا ہی ہو جائے گا۔

پھر کبھی خیال ہوتا ہے کہ ٹھیک نہیں بلکہ موجودہ عبدالرحمن زیادہ مجرم ہے، اور وہ مسلمان جنھوں نے ایسے پیارے نبی ﷺ، ایسے محسن انسانیت نبی کی باتیں، آپ کا دین اور آپ کی شکشاؤں کو لوگوں تک نہیں پہنچایا، پھر ان بدتمیز غیر مسلموں، شاکسی مہاراج، تیواری اور اس طرح کے دوسرے بدتمیز جاہل، اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے بجائے اپنے پر اور مسلمانوں پر غصہ آنے لگتا ہے، جب مجھ جیسے بدتمیز اور اسلام دشمن کی آنکھوں سے ذرا سا پردہ ہٹ جانے سے پیارے نبی ﷺ کے کردار کا صاف شفاف کیریکٹر مجھ کمینہ کو آپ کا دیوانہ بنا سکتا ہے تو نفرت کرنے والے ان ذہنی بیماروں کی کیا خطا ہے، خطا تو ان مسلمانوں کی ہے جنھیں اللہ نے ڈاکٹر بنایا ہے۔

س: اب آپ کی تنظیموں کے لوگ آپ سے نہیں ملتے؟

ج: وہ مجھے تلاش کر رہے ہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مجھے مسلمانوں نے مار دیا ہے، کہیں کے لوگوں کو شک ہے کہ میں شہر چھوڑ گیا ہوں، خاندان والے ابھی تک مجھے لاپتہ سمجھ رہے ہیں، میری بیوی اور بچے میرے ساتھ ہیں، ایک ماما اور ایک چاچا کا بیٹا بھی میرے ساتھ ہے، ایک مہینہ بعد مسلمان ہو کر بجرنگ دل کو چھوڑ دیا تھا۔

س: ارمغان کے پڑھنے والوں کو آپ کچھ پیغام (میسج) دیں گے؟

ج: میں بس اپنا حال، حضرت کی بات میں کہنا چاہتا ہوں، کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں اللہ کے نبی اور مسلمانوں کے دشمن دو طرح کے تھے ایک تو وہ لوگ تھے جو نہ جاننے کی وجہ سے اسلام کے دشمن تھے، ان کو جب اسلام اور اللہ کے رسول ﷺ کا صحیح تعارف (پریچے) کرا کے اسلام کی دعوت دی گئی تو آخری درجہ کے جانی دشمن مسلمان ہو کر جانثار بن گئے، جیسے حضرت عمر، حضرت ابوسفیان، حضرت خالد بن ولید، حضرت وحشی، حضرت ہندہ، حضرت عکرمہ وغیرہ، اور دوسری طرح کے وہ اسلام دشمن تھے جو اسلام کو حق جان کر اور سمجھ کر اور اللہ کے رسول ﷺ کو سچا رسول سمجھنے کے باوجود حسد کی وجہ سے برادری کی شرم کی وجہ سے اسلام کے دشمن یا دور تھے، ان لوگوں کو دعوت دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے، نبی ﷺ کے سامنے ان کو ذلیل کر کے ہٹا دیا، چاہے وہ ابولہب ہوں یا ابوجہل۔

بجرنگ دل کا ایک بڑے صوبہ کا جنرل سکریٹری اور آر ایس ایس کا مکھیہ سنچالک ہونے کی حیثیت سے یہ بات میں بالکل یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ شاید اپنے ایسے محسن رسول ﷺ، مسلمانوں، اسلامی نام، اسلامی حلیہ، اسلام کے پیغمبر، اللہ اور اس کی پاک

کتاب قرآن کا مجھ سے زیادہ بدترین اور سخت ترین مخالف اور برے برے جملے کھلی سبھا میں کہنے والا اور ایسی گھناؤنی باتیں کرنے والا کم ازکم پورے بھارت ورش میں کوئی نہیں ہو سکتا، میری یہ دشمنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ، آپ کے کیریکٹر، اسلام دین اور قرآن کی بالکل الٹی جانکاری کی وجہ سے تھی، پھر یہ نفرت بھرے جملوں اور نبی کی شان میں گستاخی کے ذمہ دار وہ لوگ زیادہ ہیں یا ہم؟ یہ سوچنے کی بات ہے، میرے روئیں روئیں اور خون کے قطرہ میں میرے اللہ نے میرے محسن نبی کے لئے آخری درجہ میں محبت اور آدر بھر دیا ہے، کہ ہر چیز مجھے برداشت ہو جاتی ہے مگر نبی کی شان میں گستاخی کی خبر چھاپنے والے اخبار والے کو بھی قتل کرنے کو دل چاہتا ہے، مگر یہ بات بھی مجھے اپنے حضرت کی دل کو لگتی ہے کہ بہر حال ہم طبیب ہیں اور وہ مریض، طبیب کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوچے کہ مریض چیخ کیوں رہا ہے، طبیب کی ذمہ داری احتجاج بالکل نہیں ہے، اس کا علاج ہے، میرے حال پر غور کریں گے تو یہ سب بے چارے لگتے ہیں، جو ہمارے نہ بتانے، نہ سمجھانے کی وجہ سے حرکتیں کررہے ہیں، اس لئے ہمیں اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہئے۔

س: واقعی یہ بات سچ ہے، بہت بہت شکریہ، جزاکم اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ؟

ج: وعلیکم السلام۔ شکریہ تو آپ کا کہ آپ نے اتنا وقت دیا۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ جنوری ۲۰۱۶ء

۱۵۵ اللہ کی رضا ہر انسان کی منزل مراد ہونی چاہیے

بھائی عبداللہ آدم شیخ سے ایک ملاقات

اقتباس

ایک بار مسلمان ایک مقام پر مسجد بنانا چاہتے تھے، لیکن انتظامیہ رکاوٹ بن گئی، مسلمان چاہتے تھے کہ مسجد بن جائے، یوں شدید تناؤ کی کیفیت نے جنم لیا، مجھے ڈسٹرکٹ کلکٹر رتندر نے بلالیا، میں وہاں پہنچا تو اس نے کہا، مسجد گرانے کا آرڈر ہے، میں نے کہا آپ مندر جاتے ہیں اگر مسلمان مسجد جائے تو کیا گناہ ہے، وہ بگڑ گیا، کہنے لگا تم کون ہوتے ہو؟ یہ کہہ کر اس نے اپنا عملہ بلوالیا۔

سلیم عبد اللہ: والدین کے حوالے سے کچھ بتائیے؟

جناب عبداللہ آدم شیخ: میرے والد معروف آئی سرجن تھے ان کا نام پرم سنگھ تھا، ہم تین بھائی ہیں، ورندر سنگھ، تجندر سنگھ، اور میرا اصل نام جتیندرا پرم سنگھ ہے، مہاراشٹر میں ہماری چار دکانیں تھیں، جہاں ہم آپٹیکل کا کاروبار کرتے تھے۔

س: آپ ہندو نہیں سکھ تھے، پھر بھی بابری مسجد کی شہادت کے ناپاک فعل میں کیوں شامل ہوئے؟

ج: دراصل میرے والد آر ایس ایس کے لیڈر تھے، اس انتہا پسند ہندو جماعت کے کئی رہنما میرے والد کے دوست تھے، آر ایس ایس کے رہنما کٹر اور متشدد ہندو ہیں،

بابری مسجد منہدم کرنے کے لئے ممبئی میں ایک اجلاس ہوا، جہاں منصوبہ ترتیب دیا گیا، پھر ہم سارے لوگ ریل سے ایودھیا پہنچے، اور اس ناپاک فعل کو مکمل کیا۔

س: شہادت کے دوران آپ کو خیال نہیں آیا کہ آپ بہت بڑا گناہ کر رہے ہیں؟

ج: جی ہاں، اس وقت میرے دل میں یہ کھٹکا سا تھا کہ کسی بھی مذہب کے لوگوں کی پوجا پاٹ کے علاقہ کو نقصان پہنچانا ٹھیک نہیں، لیکن پھر سب کا ساتھ دینا پڑا۔

س: بابری مسجد شہید کرنے کے بعد آپ کیا محسوس کر رہے تھے؟

ج: جب میں واپس گھر پہنچا تو مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی تھی ڈراونے خواب آتے، میں بہت بے چین سا ہو گیا، بعض مسلمان بھی میرے دوست تھے، میں اپنے مسلمان دوست مولانا واصف کے پاس گیا، انھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ سماجی بھلائی کے کام کرو، مثلاً مساجد کی صفائی، اور اللہ کی مخلوق کی خدمت، پھر میں سکھ ہونے کے باوجود سر پر عمامہ باندھ کر مسجدوں کی صفائی کرنے لگا، اس سے مجھے بہت سکون ملا، میرے بھائیوں کو جب پتہ چلا تو انھوں نے مجھے مارا، مگر میں باز نہ آیا، مولانا واصف نے مجھے بتایا تھا کہ خدمتِ انسان سے خدا اور عبادت سے جنت ملتی ہے، بابری مسجد کی شہادت کے بعد میں پاگل سا ہو گیا تھا، دوکانداری سے دل اچاٹ ہو گیا اور آوارہ گردی کرتا رہا، لیکن مسجدوں کی صفائی اور دیگر رفاہی کاموں سے سکون ملتا۔

س: اسلام قبول کرنے کا خیال کیسے آیا؟

ج: الطاف میرا گہرا مسلمان دوست تھا، اس کا بھائی مبین بحری جہاز پر کام کرتا تھا، اس کا ایک ہی گردہ تھا جس نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا، ڈاکٹر سید جہانگیر سرجن تھے انھوں نے کہا مبین کو فوری طور پر گردہ درکار ہے، مبین بھی میرا اچھا دوست تھا، میں نے کہا میں

اسے گردہ دوں گا سارے ٹیسٹ وغیرہ ہوگئے جمعہ کو آپریشن تھا، میں جمعرات کی رات مقامی مسجد میں گیا، لیکن اس کے دروازہ پر تالہ لگا ہوا تھا، میں نے دروازہ پر ہی بیٹھ کر دعا مانگی کہ اے اللہ میرے دوست کو تندرست کر دے، مقررہ وقت پر ڈاکٹر نے میرے دوست کا آپریشن شروع کیا، اسی دوران بجلی چلی گئی، جب پاور سپلائی بحال ہوئی تو ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ گردہ تو ٹھیک ہے، ایک شریان میں تھوڑی سی خرابی تھی جو درست کر دی گئی ہے، اللہ اکبر! یوں میرے اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔ تب میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا، لیکن الطاف کی ماں نے مشورہ دیا کہ آپ یہاں اسلام قبول نہ کریں، کسی مسلمان ملک میں جا کر مسلمان ہو جایئے۔

س: آپ نے اسلام کیسے قبول کیا؟

ج: جلد ہی مجھے دبئ میں سکھوں کی ایک کمپنی میں ملازمت مل گئی، میرا اصل ارادہ دبئ میں جا کر مسلمان ہونا تھا، میں جس سکھ یا ہندو ساتھی سے پوچھتا کہ اسلام کیسے قبول کیا جاتا ہے تو وہ مجھ سے جھگڑ پڑتا، بہر حال میں نے پگڑی اتار دی، بال کاٹ دیئے اور بالکل گنجا ہو گیا، کچھ عرصہ بعد مسلمان دوستوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ شارجہ مرکز میں پاکستان سے ایک تبلیغی جماعت آئی ہوئی ہے، اس میں ایک سو سالہ بزرگ بھی ہیں، شارجہ مرکز کے مسلمانوں نے میرے ساتھ تعاون کیا، انھوں نے مجھے غسل کرایا، نیا جوڑا لے کر دیا، اور پھر کلمہ پڑھوایا، کلمہ پڑھنے کے بعد تین دن تک میں شارجہ مرکز میں سکون کی نیند سوتا رہا، اس کے بعد واپس کمپنی آگیا، اور ڈیرہ دبئ میں البراء اسپتال سے ختنہ کرائی۔

س: اسلام قبول کرنے کے بعد کیا مسائل سامنے آئے؟

ج: میری کمپنی میں صرف سکھ ہی کام کرتے تھے، جب میں نے انھیں بتایا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو وہ مجھے تنگ کرنے لگے، رات کو دو بجے اٹھا دیتے اور فیصلہ بدلنے پر مجبور کرتے، دھمکیاں اور گالیاں دیتے، کبھی کبھی پیٹ بھی ڈالتے، خدا کا کرنا یہ ہوا کہ دبئی پولیس میں ملازم عبدالمجید صاحب میرے واقف کار بن گئے، انھوں نے مجھے اپنا موبائیل نمبر دیا اور کہا جب بھی کوئی مسئلہ بنے، مجھے فون لگانا، میں آجاؤں گا، میرا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ نام تبدیل کرانے کے لئے کمپنی نے پاسپورٹ دینے سے انکار کر دیا تھا، ایک مسلم دوست نے کہا بھارت چلے جاؤ، وہاں سے کاغذ تبدیل کرالو، میں بہت پریشان ہوا، ایک رات ایک اجنبی فون آیا، انھوں نے پوچھا جدید مسلم؟ میں نے ہاں میں جواب دیا، وہ راشدیہ سے ایک عرب عبدالباری صاحب تھے، انھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ لیبر کورٹ چلے جاؤ، عبدالباری صاحب نے ہی مجھے شارجہ میں مقیم نوبہار علی ایڈوکیٹ کے سپرد کیا، ہم دونوں لیبر وزارت پہنچے تو جج نے کہا انشاء اللہ آپ کو پاسپورٹ لے کر دوں گا، یہ بھارت نہیں خلیج ہے، اگر ایک اسلام قبول کرنے والے کو اتنی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں تو کون مسلمان ہوگا؟ جج نے کمپنی میں فون کیا کہ دس منٹ میں لیبر منسٹری پہنچ جائیں، کمپنی کا افسر تعلقات عامہ بھاگتا بھاگتا آپہنچا، جج نے کہا مجھے تم سے نہیں مالک سے بات کرنی ہے، اگر وہ نہ آیا تو میں کمپنی کا لائسنس کینسل کر دوں گا، دس منٹ بعد مالک بھاگا بھاگا آیا، کہنے لگا یہ ہمارا بھائی ہے، ہم اس کو پاسپورٹ دے گا، وہ پھر مجھے کمپنی لے گیا، وہاں وہ پھر اسلام قبول کرنے کا فیصلہ بدلنے پر مجبور کرنے لگا، دھمکیوں کے بعد تشدد کے ڈر سے میں غسل خانہ چلا گیا اور وہاں عبدالمجید بھائی (دبئی شرطہ) کو فون لگایا، وہ فوراً آگئے، اب ان کی مدد سے آخر مجھے پاسپورٹ مل گیا۔ میں پھر

شارجہ مرکز چلا گیا، جہاں چار ماہ تک تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ رہا، پھر میں بھارت آ گیا۔

س: گھر والوں کو جب آپ کے مسلمان ہونے کا پتہ چلا تو انھوں نے کس قسم کے رویہ کا مظاہرہ کیا؟

ج: گھر والوں نے پٹائی کر کے مجھے گھر سے نکال دیا، میرے حصہ کی جائیداد مجھے ملنی تھی، لیکن مسلمان ہونے کے بعد ساری جائیداد سے مجھے محروم کر دیا گیا۔

س: گھر سے نکل آنے کے بعد زندگی کیسے بسر ہوئی؟

ج: جب مجھے گھر سے نکال دیا گیا، میں مولانا واصف کے پاس چلا گیا، انھوں نے مجھے مسلمان نام عبد اللہ آدم دیا، میرا راشن کارڈ بنوایا، اور مجھے بیٹا بنا لیا۔

س: آپ نے نماز روزہ و دیگر فرائض سے کیسے آگاہی پائی؟

ج: میں ۲۰۰۵ء میں مسلمان ہوا، نماز وغیرہ تبلیغی جماعت میں وقت لگانے سے سیکھے، یہ حقیقت ہے کہ میں نے سارا دین تبلیغی جماعت ہی سے سیکھا، مولانا طارق جمیل میرے آئیڈیل ہیں، میری خواہش ہے کہ پاکستان جا کر ان سے ملاقات کروں۔

س: مسلمان ہونے کے بعد نکاح بھی کیا؟

ج: مولانا واصف ہی نے مجھ سے ایک دن کہا آپ نکاح کر لیجیے، میں نے حامی بھر لی، انھوں نے پوچھا لڑکی کیسی ہونی چاہیے؟ میں نے جواب دیا، دین دار اور دین سکھانے والی ہو، اگلے دن مولانا واصف کا فون آیا کہ پرسوں دس بجے لڑکی کے گھر جانا ہے، میں نے کہا ٹھیک ہے، مولانا نے کہا نکاح سے قبل لڑکی دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے جواب دیا نہیں! وہ بس نیک سیرت ہو اور مجھے دین سکھا سکے، اس کے علاوہ کچھ نہیں

چاہئے، وہ کہنے لگے لڑکی نیک سیرت ہے لیکن معذور ہے، میں یہ سن کر بہت خوش ہوا، دین کے ساتھ عالمہ کی خدمت کا ثواب الگ، اور ایک معذور کی خدمت کا ثواب الگ مل رہا تھا، الحمدللہ ۲۵ر نومبر ۲۰۰۷ء کو میں نے استخارہ کے بعد ہاں کر دی، ۲ر دسمبر ۲۰۰۷ء کو نکاح ہوا، اور ایک سالی کی کفالت بھی میرے ذمہ ہے الحمدللہ۔ اب میں محنت مزدوری کر کے بیوی بچوں کے ساتھ اس کی کفالت بھی کر رہا ہوں۔

س: اسلام قبول کرنے کے بعد والدہ سے ملاقات ہوئی؟

ج: جب بھائیوں نے مجھے مار کر بھگا دیا تو ماں نے پیغام بھیجا گھر نہ آنا، مجھے جب ملنا ہوگا باہر مل لوں گی، بھائی میری جان کے درپے تھے، لیکن ایک بار میں نہ رہ سکا، رات کو ماں سے ملنے چلا گیا، انھیں اپنے ساتھ ممبئی لے گیا اور ان کی خوب خدمت کی، جب ماں واپس پہنچی تو بھائیوں نے سب رشتہ داروں کو بلا لیا، انھیں بتایا کہ جتیندر نے اسلام قبول کر لیا ہے، اور ماں اس سے ملنے گئی تھی، اس پر ماں کو کافی تنگ کیا گیا۔

س: اسلام قبول کرنے سے قبل آپ کے مسلمانوں سے کیسے تعلقات تھے؟

ج: میں سماجی کارکن تھا، اس حیثیت سے اپنے علاقہ میں نمایاں مقام رکھتا تھا لوگ میری بات سنتے تھے، ایک بار مسلمان ایک مقام پر مسجد بنانا چاہتے تھے، لیکن انتظامیہ رکاوٹ بن گئی، مسلمان چاہتے تھے کہ مسجد بن جائے، یوں شدید تناؤ کی کیفیت نے جنم لیا، مجھے ڈسٹرکٹ کلکٹر رتندر نے بلالیا، میں وہاں پہنچا تو اس نے کہا، مسجد گرانے کا آرڈر ہے، میں نے کہا آپ مندر جاتے ہیں اگر مسلمان مسجد جائے تو کیا گناہ ہے، وہ بگڑ گیا، کہنے لگا تم کون ہوتے ہو؟ یہ کہہ کر اس نے اپنا عملہ بلوالیا، اور زیر تعمیر مسجد گرا دی،

اگلے چار دن چھٹیاں تھیں، میں نے اسی شام مسلمانوں کو بلایا، اور ان سے دریافت کیا کہ اب کیا قدم اٹھانا چاہئے، انھوں نے کہا ہم فوری طور پر مسجد تعمیر کرنا چاہتے تھے، میں نے کہا آپ مسجد تعمیر کر لیجئے میں اپنی برادری کو دیکھ لوں گا، مسلمانوں نے بھاگ دوڑ کر کے سیمنٹ، اینٹ، سریا وغیرہ جمع کیا اور تین دن میں پکی مسجد تعمیر کر دی، اب حکومت یا سکھوں کے لئے اسے گرانا قانونی مسئلہ بن گیا لہٰذا وہ ہاتھ ملتے رہ گئے اور کچھ نہ کر سکے۔

س: سکھ ہونے کے باوجود ایک طرف آپ نے مسجد تعمیر کرادی، دوسری طرف بابری مسجد کی شہادت میں بھی حصہ لیا، بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی؟

ج: دراصل میرے والد نے حکم دیا تھا، کہ آر ایس ایس کے ساتھ ایودھیا جاؤ، چنانچہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس گناہ میں شریک ہونا پڑا جس کا مجھے آج بھی افسوس ہے۔

س: آپ بتا سکتے ہیں کہ بابری مسجد کی شہادت میں حصہ لینے والے آپ کے واقف کاروں پر کیا بیتی؟

ج: استغفر اللہ، اللہ معاف فرمائے، میں خود تقریباً نیم پاگل ہو گیا، نہ سونے کی فکر نہ کھانے کی پرواہ، دوکان داری سے دل اچاٹ ہو گیا، لیکن اللہ نے مجھے بچا لیا، مسجد شہید کرنے والوں میں ہمارے علاقہ کا ڈاکٹر مہاجن بھی شامل تھا، اس نے ایک بار گٹر کا پانی پی لیا، اسی کے زہر سے چل بسا، ایک اور نوجوان اندرا پاگل ہو کر مرا، بقیہ لوگوں کی بھی ایسی ہی عبرت ناک داستانیں ہیں، مجھے اللہ تعالیٰ نے ڈراونے خواب دکھائے، تو ایسے لگا جیسے وہ کہہ رہے ہوں کہ سدھر جاؤ، یوں میں سیدھی راہ پر آ گیا۔

س: اسلام قبول کر لینے کے بعد بطور مسلمان آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمانوں

میں کیا خامی ہے؟

ج: خامیاں ہر مذہبی قوم کے افراد میں ہوتی ہیں، مسلمانوں میں بھی ہیں، لیکن ان پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

س: مسلمانوں کے لئے پیغام؟

ج: ایسے کام کیجیے جن سے اللہ راضی ہو جائے، یہ ہر انسان کی منزل مراد ہونی چاہیئے۔

[بشکریہ: الحیات سری نگر، اکتوبر ۲۰۱۵ء]

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ فروری ۲۰۱۶ء

۱۵۶ میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے

جناب سلمان بھائی سے ایک ملاقات

اقتباس

پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ باپ داداؤں سے چلے غلط رسم و رواج اور باپ داداؤں سے چلی آرہی غلط دھارمک پرتھائیں (مذہبی رسوم) ہی قوموں اور لوگوں کے لئے حق اور اسلام کی قبولیت میں بڑی رکاوٹ رہتی ہیں، نئی سائنسی ایجادات اور کمپیوٹر انٹرنیٹ کی فراوانی نے انسانیت کے دل و دماغ کے بند دریچوں کو کھول کر حق کو حق کہنے اور سمجھنے کا رجحان پیدا کر دیا ہے، بس ضرورت اس کی ہے کہ اس نئی نسل کو سچ کیا ہے، حق کیا ہے، اس تک معلومات پہنچ جائیں۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلمان بھائی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں، اور آپ کی رہائش کہاں ہے؟

ج: مولانا احمد! میں ابھی اپنے آفس نوئیڈا سے آرہا ہوں، اور میری رہائش بھی نوئیڈا ہی میں ہے، میرے آفس سے واکنگ ڈسٹینس پر میری رہائش ہے، شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ میں پیشہ سے آئی ٹی انجینئر ہوں، بلکہ یہ کہنا بھی غلط ہے، پچھلے اتوار کو حضرت، جی پی سی

میں ایک لیکچر میں کہہ رہے تھے کہ ایک مسلمان کا پیشہ، اس کا کاروبار اور دھندا قرآن مجید نے دعوت طے کیا ہے، میں روزگار میں آئی ٹی انجینئر کے طور پر نوئیڈا میں ایک امریکن کمپنی میں ملازمت کرتا ہوں، قریب ہی ایک سوسائٹی میں میں نے تین سال پہلے ایک چھوٹا سا فلیٹ بھی خرید لیا ہے وہیں میں رہتا ہوں، ویسے میں اصل میں ہماچل پردیش کے منڈی ضلع سے تعلق رکھتا ہوں۔

س: آپ ذرا اپنا خاندانی تعارف کرائیے؟

ج: میں نے بتایا کہ میرا تعلق منڈی ہماچل کے ایک کائستھ سکسینا خاندان سے ہے، میرے تیسرے دادا علاقہ کے بڑے زمین دار تھے، میرے فادر (والد صاحب) تین بھائیوں میں سب سے چھوٹے اور سرکاری ملازم تحصیل دار تھے، ابھی ۲۰۱۲ء میں ریٹائر ہوئے ہیں، میری بڑی بہن اور ایک چھوٹا بھائی ہے، بڑی بہن ایک سرکاری کالج میں لیکچرر ہے، چھوٹا بھائی ڈاکٹر ہے، اور میں نے شملہ آئی آئی ٹی سے بی ٹیک کیا ہے۔

س: اپنے قبول اسلام کے بارے میں ذرا تفصیل بتائیے؟

ج: آپ کو حیرت ہوگی کہ ہماچل کے جس گاؤں میں ہم رہتے ہیں صرف اسی گاؤں میں ہی نہیں بلکہ آس پاس کے گاؤں میں بھی کوئی مسلمان نہیں رہتا، میرے اسلام لانے میں کسی مسلمان کی دعوت کا کوئی رول ہی نہیں، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میرے اسلام میں آنے تک مجھے کسی مسلمان کی، اور کم سے کم کسی مسلمان کی طرف سے دعوت کی ہوا بھی نہیں لگی۔

س: پھر بھی بتائیے کہ کوئی بات تو ذریعہ بنی ہوگی؟

ج: میرا گھرانہ بہت ہی دھارمک (مذہبی) ہندو گھرانہ تھا، اور آپ جانتے ہیں کہ ہندو مذہب میں ۳۶۵ دن میں ۲۰۰ دن دھارمک تہوار ہوتے ہیں، آج اس دیوتا کی

پوجا، آج اُس دیوتا کی پوجا، آج کل سائنس کی ترقی اور ٹی وی انٹرنیٹ نے جہاں انسانیت کو نئی نئی برائیوں میں مبتلا کر دیا ہے جو جانوروں کو بھی شرما دینے والی ہیں، کہ ہر گھر اور گھر کا پروگرام گندگی کا اڈہ بن گیا ہے، وہیں آدمی کی سوچ کو کھول بھی دیا ہے، اور انسان باپ داداؤں سے ملی اندھ وشواش کی باتوں کو گونگا بہرا بن کر ماننے کے بجائے ایک بچہ بھی کچھ نہ کچھ غلط صحیح جاننے کی کوشش کرنے لگا ہے، آج کل بچے بے دھڑک اپنے باپ دادا کی غلط بات کو غلط بتا کر ٹوکنے لگے ہیں۔ میں بھی اپنی دادی، کبھی موسی کبھی بوا اور کبھی ماتا کے ساتھ مندر میں پوجا کے لئے جاتا تھا، تو ایک تو روز روز کی پوجا ارچنا اور تہواروں سے دل تنگ سا آنے لگا تھا، مگر اس سے زیادہ میں اس پورے سسٹم کو کھلی آنکھوں ہی نہیں کھلے مائنڈ سے دیکھتا تھا، ہمارے اسکول کے ایک سائنس کے ٹیچر تھے جو خود جوشی برہمن تھے، مگر روزانہ کلاس میں آکر کوئی نہ کوئی چٹکلا اور جوک سناتے تھے، ان کا خیال تھا کہ اس طرح ساری کلاس تازہ دم ہو کر ان کی کلاس سننے کے لئے تیار ہو جاتی ہے، ان کے اس جوک کی وجہ سے سارے اسٹوڈنٹ ان کی کلاس میں ضرور حاضر رہتے تھے، وہ ان جوکس میں دھارمک لوگوں کے جوکس اور چٹکلے زیادہ سناتے تھے، ان کا ایسا ماننا تھا کہ دھرم کے ادھرموں نے ہمارے دیش کے لوگوں کو سائنس کی ترقی میں پیچھے کیا ہے، ورنہ بھارت کے لوگ دنیا کے سب دیشوں سے زیادہ جینیس ہوتے ہیں، ایک روز وہ کلاس میں آئے، اور بچوں سے پوچھنا شروع کیا: بتاؤ نیوٹن کہاں پیدا ہوا؟ نپولین کہاں پیدا ہوا؟ آرم اسٹرانگ کہاں پیدا ہوا؟ بہت سے سائنٹسٹ کا نام لیا، پھر بولے رام چندر جی کہاں پیدا ہوئے؟ کرشن جی کہاں پیدا ہوئے؟ شیو جی کہاں پیدا ہوئے؟ ہنومان جی کہاں پیدا ہوئے؟ گنیش جی کہاں پیدا ہوئے؟ گیارہویں کلاس کے اسٹوڈنٹ جواب دیتے رہے، پھر بولے: کوئی بچہ بتائے کہ بھارت کے علاوہ کسی دیش میں کوئی بھگوان پیدا ہوا اس کا نام بتاؤ؟ کوئی جواب نہیں دے سکا، وہ بولے کہ ہمارے

یہاں بھگوان ہی بھگوان پیدا ہوتے ہیں، جہاں بھگوان ہی بھگوان اور سارے بھگوان پیدا ہوئے وہ دیش تو ساری دنیا سے پچھڑا رہا، اور جہاں ایک بھی بھگوان پیدا نہیں ہوا، جاپان، انگلینڈ، امریکہ وہ ورلڈ پر راج کر رہے ہیں، ارے بھگوان پیدا ہوتا ہے، یا جو پیدا کرتا ہے اس کو بھگوان کہتے ہیں، اس طرح وہ بچوں میں سائنٹفک حس پیدا کرتے، یہ باتیں لکی تھیں کہ دھرم سے سب بچوں کا ذرا وشواش اٹھ جاتا تھا، یوں بھی میں دیکھتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے بلکہ سماج میں بالکل غریبی اور مزدوری کر رہے ہیں بیک ورڈ لوگ مورتیوں کو لاکر گھر اور مندر میں بڑی آستھا اور محبت سے سجا کر اس کی پوجا کرتے ہیں زیادہ تر مورتی بنانے والے لوگ بے چارے جھونپڑی اور سڑک کے کنارے جھگیوں میں رہتے ہیں، میں نے دیکھا کہ کئی مسلمان بھی یہ کام کرتے ہیں، اور اس کی مٹی کو پاؤں سے مسل کر تیار کرتے ہیں، پھر اس مورتی کی صفائی بھی پوجا کرنے والوں کو کرنی پڑتی ہے، وہ بیچارے اپنا منھ بھی نہیں دھو پاتے، پھر اس کی کتا بلی سے حفاظت بھی پوجا کرنے والوں کو کرنی پڑتی ہے، ذرا پرانی ہو جائے تو خاص خاص تہواروں کے موقع پر جیسا آج کل بسنت پنچمی ہے، تو سرسوتی دیوی کی مورتیوں کا وسرجن ہوتا ہے، سب ناچتے گاتے جاتے ہیں، سمندر ملے تو سمندر میں، اگر ندی ملے تو ندی میں، کسی نالے یا شہر کے گندے پانی میں جہاں پر سارے شہر کی گندگی آتی ہے، اسے ڈالا جاتا ہے، میں نے کئی بار دیکھا کہ پرشاد میں نے چڑھایا اور ہم چلے آئے تو کتا آیا اور وہ پرشاد کھا کر چاٹ کر ٹانگ اٹھا کر وہاں پر موت وان بھی کر دیا، اس سے میرا دھرم سے نہ صرف وشواش اٹھ گیا بلکہ ایک چڑھ سی ہو گئی، میں سائنس کا اسٹوڈنٹ تھا مجھے بایولوجی سے دلچسپی تھی، اس لئے کلاس کے علاوہ انٹرنیٹ پر، اس سبجیکٹ کی جو کتابیں ملتیں انھیں میں پڑھتا تھا، بایولوجی، سائنس اور فزکس، کیمسٹری پڑھتا، آدمی کی اپنی باڈی یعنی جسم، اس کی بناوٹ اور اس کے بالکل چونکا دینے والے سارے سسٹم نروسسٹم، بلڈ سرکلیشن سسٹم، دماغ، دل، نبض

ناڑی، آنتوں، ریڑھ اور بون بروک سسٹم، پودوں کے پورے پریواروں اور ان کے سسٹم، پھر سورج چاند ستاروں، سولر سسٹم، گلیکسیز اور کلسٹر وں، اور گلوریس نظام کو پڑھتا اور سمجھتا تو اندر سے دل بلکہ آتما یہ کہتی تھی کہ اس بے نہایت کائنات کا بنانے والا کوئی تو ہے، مگر وہ سچ میں کون ہے اور کیسا ہے؟ اس کو تلاش کرنے کی پیاس مجھے ہوئی، اس کے سلسلہ میں مجھے پھر دھرم کی طرف آنا پڑا، میں نے ہندو دھرم کی پھر گہرائی کے ساتھ اسٹڈی کی، میں اس میں اس قدر مگن رہتا تھا کہ کئی بار ایسا ہوا کہ مجھے پتہ نہیں لگا کہ رات کب گذر گئی، میں نے آریہ سماج کی اسٹڈی کی، تو مجھے لگا کہ وویکا نند جی اور سرسوتی دیانند جی بھی میری طرح سچ کی تلاش میں ہیں اور سچ کے ایک مسافر ہیں، جو بے چارے کوشش تو کرتے رہے، مگر شاید ان کو منزل نہیں مل سکی اور دل کو بہلانے کے لئے اس راستہ کی کسی منزل کو انھوں نے اپنی آخری منزل کہہ کر اپنی آتما کو سٹیسفائیڈ مطمئن کرنے کی کوشش کی، مگر وہ اندر سے خود مطمئن نہیں ہو سکے، یہ بات اگر کوئی نیوٹرل ہو کر ستیارتھ پرکاش کو پڑھے گا تو ہر انصاف پسند آدمی کو محسوس ہوگی۔ میں نے دو سال ستیارتھ پرکاش کا ادھین کیا، اس کے لئے میں دو بار شملہ سے چھٹیوں میں شانتی کنج ہریدوار بھی گیا، بھارت میں جنم پائے سارے سنت بھگتوں کا لٹریچر پڑھا، ست سنگھ کی کتابیں پڑھیں، خاص کر رادھا سوامی ست سنگ کی کتابوں کو پڑھا، جے گرو دیو کو جاننے کے لئے متھرا بھی گیا، گرو جی سے ملاقات بھی کی، جین دھرم کو پڑھا، بودھ دھرم کی بھی بہت گہرائی کے ساتھ اسٹڈی کی، اس کے علاوہ یہودیت (جیوازم) اور عیسائیت (کرشچیانٹی) کی بھی اسٹڈی کی، شملہ میں وہاں چرچوں میں جاتا، اتوار کو سبھاؤں میں جاتا کتنے بشپ اور کتنے فادر سے ملا، سکھ مت کو پڑھا اور کئی بار سورن مندر بھی گیا۔

س: آپ نے اسلام کو نہیں پڑھا؟

ج: اصل میں روز روز میڈیا میں آنے والی آتنک واد کی خبروں سے مجھے اسلام سے

بہت ہی دوری سی تھی، اور شاید میرے مالک کا کرم اور اس کا غیبی نظام اس طرح تھا کہ سارے دروں سے بھٹک کر اور سارے اندھیروں سے گذر کر مجھے اجالا ملنا تھا، تا کہ ذرہ برابر شک نہ رہے۔

س: سارے دھرموں کو پڑھنے کے بعد آپ کو کیسا لگا؟

ج: مجھے ایسا لگا کہ سب دھرموں، پنتھ اور متوں میں کچھ نہ کچھ سچ تو سب میں ہے، مگر ہر جگہ کچھ دھرم کو پروفیشن بنانے والے اور اس کا کاروبار چلانے والے لوگوں نے اس میں کچھ ملا دیا ہے، کچھ ایسے بھی لگے جو سچ کو تلاش کر رہے ہیں مگر انھیں راستہ نہیں ملا، کہیں کہیں ایسا بھی لگا کہ ان پر مالک کی پھٹکار ہے، ان تمام پنتھ اور متوں میں مجھے سورہ فاتحہ میں غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ان دونوں میں سے ایک طبقہ کا حال ملا۔

س: پھر اسلام کی طرف آپ کا کیسے ذہن گیا؟

ج: ایک رات میں سویا تو میں نے خواب دیکھا کہ میں نے انٹرنیٹ کھولا اور دنیا میں جاری ریلیجنس کی فہرست سرچ کی، میں نے اسے ایک نوٹ بک پر لکھا، پھر میں نے جن دھرم اور گرنتھوں کی اسٹڈی کر لی تھی اس پر ٹک لگانا شروع کیا، میں نے دیکھا کہ ایک بھارت میں چلنے والے پارسی دھرم کی میں نے اسٹڈی نہیں کی، اور ایک اسلام بچ گیا ہے، آنکھ کھل گئی تو میں نے پارسی دھرم کی اسٹڈی کرنا شروع کی، تین دن کے بعد میں نے سپنا دیکھا کہ میرے پاس ایک کتاب ہے، جس پر بڑے بڑے شبدوں میں لکھا ہے: اونلی اسلام (Only Islam) میری آنکھ کھل گئی۔

س: آپ اس دوران کیا پڑھ رہے تھے جب آپ نے یہ خواب دیکھا؟

ج: میں شملہ آئی آئی ٹی میں بی ٹیک کے فائنل ائر میں تھا۔

س: یہ باتیں تو آپ اس طرح بتا رہے ہیں جیسے آپ صرف دھرم کو ہی پڑھتے رہے

ہیں، آپ تو انجینئرنگ کر رہے تھے آپ کو اتنا وقت کیسے ملا؟

ج : اصل میں، میں اپنی کلاس کے سٹوڈنٹس بہت ہی پوزیشن ہولڈر اسٹوڈنٹس میں، پہلی کلاس سے ہی بی ٹیک تک رہا ہوں، مجھے کلاس کی پڑھائی میں زیادہ محنت کی ضرورت نہیں تھی، میں سائنس کو بھی گیارہویں کلاس کے بعد سے، دھرم کے لئے اور سچ کو اور اس برہمانڈ کا بنانے والا کون ہے اور کیسا ہے اس کے لئے پڑھتا رہا، آپ کو حیرت ہوگی کہ دو بار دو دو مہینے کے لئے میں بنارس یونیورسٹی بھی رہا اور وہاں بڑے بڑے اسکالرس سے ویدوں اور دوسرے گرنتھوں کو جاننے کی کوشش کی، میں بار بار ہریدوار، رشی کیش، پشکر، راجستھان، پریاگ اور ایک بار اجین بھی گیا، چاروں شنکر آچاریوں سے بھینٹ کی۔

س : اچھا تو اسلام کے بارے میں بتایئے؟

ج : جس روز یہ کتاب میں نے خواب میں دیکھی، اس کے ٹائٹل پر "اونلی اسلام" لکھا تھا، جب رات کو میری آنکھ کھلی، میں نے انٹرنیٹ کھولا اور اسلام کی کتابوں کو سرچ کرنا شروع کیا، ایک ویب سائٹ اس نام سے مجھے ملی، پھر میں نے اسلام کی اسٹڈی کی، حضرت محمد ﷺ کی لائف بایوگرافی پڑھنا شروع کی، حضرت مولانا یوسف صاحب کی تصنیف ،لائف آف صحابہ (حیاۃ الصحابہ) پڑھی، قرآن مجید پڑھا، اور جیسے جیسے میں اسلام پڑھتا رہا تو مجھے ایسا لگا جیسے منزل کی تلاش میں بھٹکتے مسافر کو ویران گلیوں اور مقامی نالوں سے نکل کر ہائی وے بلکہ اکسپریس ہائی وے مل جائے، میری روح کی گھٹن کو اسلام کے مطالعے سے کھلی سانسیں ملنی شروع ہوئیں

س : اسلام کی اسٹڈی میں جو بات آپ کے دل کو سب سے زیادہ لگی وہ کیا تھی؟

ج : سارے دھرموں کو پڑھنے کے بعد اسلام کو پڑھ کر یہ محسوس ہوا کہ میرے پیدا

کرنے والے رب نے اپنے بندوں پر رحمت کرکے، ان کی خیرخواہی، انسان کی دنیا و آخرت بنانے، اس کی پرسنل لائف، اور اس کی سوشل لائف، اس کی دنیا، اس کی آخرت بنانے، اور اس کے مزاج، اور اس کی فطرت کے لحاظ سے، موزوں ترین وے آف لائف اسلام کی شکل میں اپنے نبیوں کے واسطہ سے پہلے دن سے حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے دنیا میں بھیجنے سے طے کردیا، جس کو کچھ لالچی انسانوں کے ذریعہ اپنی ناسمجھی، نفس وشیطان کے بہکاوے، اور اپنے جھوٹے لالچ میں کاروبار بنا کر بگاڑا جاتا رہا، اور اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے ذریعہ ان کی اصلاح کرتے رہے، اسلام کے پہلے کے سارے دھرم اسلام کی مسخ شدہ شکلیں ہیں جن میں کچھ نہ کچھ، سچ، حق اور اسلام ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول کو بھیج کر اس دین کا لاسٹ، کمپلیٹ اور فائنل ایڈیشن قرآن کی شکل میں قیامت تک کے انسانوں کے لئے اتارا، اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی، جس کی وجہ سے چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود اس میں ایک لفظ کا فرق نہیں آیا۔

س: تو پھر اسلام آپ نے کیسے قبول کیا؟

ج: اصل میں یہ مثال مشہور ہے کہ، دودھ کا جلا چھاچھ میں بھی پھونک مارتا ہے، میں نے نو سال تک بہت محنت کی، اسٹڈی سے یہ بات صاف ہوئی کہ سارے دھرم اسلام کی بگڑی ہوئی اور تقریباً کاروباری شکلیں ہیں، اس لئے میں اصل اسلام کو سمجھ کر سیدھے اسے قبول کرنا چاہتا تھا، اس لئے میں نے کسی مسلمان سے اسلام کو لینے کے بجائے سیدھے خود اسلام کو قبول کرنا چاہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ سے نکل کر میں پھنس جاؤں، میں نے قرآن مجید اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی لائف اور حدیث پاک آخری ڈیڑھ سال میں پڑھی، اس دوران میں اسلام کے تعارف پر انٹرنیٹ سے جڑا رہا، اس دوران میں نے بہت سی کتابیں بھی اسلام پر خریدیں، نوئیڈا میں سروس کے دوران میں نظام الدین اور جامع مسجد جا کر

اسلام کا لٹریچر خریدتا رہا اور مکتبہ اسلامی جماعت اسلامی کا لٹریچر بھی پڑھا، اسی دوران مجھے حضرت کی کتاب ''آپ کی امانت'' بھی ملی، اس کی زبان اور محبت بھرا انداز میرے دل کو بہت بھایا، اس میں آخر میں یہ بات دیکھ کر کہ ''سانس کا کوئی پتہ نہیں کہ کون سا سانس آخری ہو، بس اب سچی آستھا کے ساتھ اپنے مالک کے لئے آپ یہ کلمہ پڑھ لیجئے'' میرے دل میں آیا کہ میں کلمہ پڑھوں، مگر نہ جانے کیا چیز تھی جس کی وجہ سے پھر رک گیا، اگلے روز میرے آفس میں میرے برابر میں سیٹ پر بیٹھنے والا میرا ہر وقت کا ساتھی آفس سے گیا تو اس کا فرید آباد میں ایکسیڈنٹ ہو گیا اور رات ہی میں اس کا انتقال ہو گیا، میں اس کے کریا کرم میں گیا، تو میرا رواں رواں کھڑا ہو گیا کہ یہ ایکسیڈنٹ میرا بھی ہو سکتا ہے، میں نے وہیں چتا کے پاس ہی دل دل میں اپنے رب سے عہد کیا کہ میرے مالک میں بس تجھ پر اور تیرے سچے نبی پر دل سے ایمان لاتا ہوں، میں سچا مسلمان بنتا ہوں، پھر فون پر ہی نیٹ کھولا اور آپ کی امانت سرچ کر کے اس پر کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے آپ میں نے اپنا نام سلمان رکھ لیا۔

س: آپ نے سلمان نام سلمان خان فلمی ہیرو کی وجہ سے رکھا؟

ج: توبہ توبہ! فلم سے مجھے اسٹوڈنٹ لائف میں بھی دلچسپی نہیں تھی، میں تو بہت دھارمک پرورتی (مذہبی ذہن) کا لڑکا تھا، گھریلو تربیت ایسی ہی ہوئی تھی، اصل میں میں نے حیاۃ الصحابہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کا حال پڑھا تھا، وہ خود حق کو تلاش کر کے مسلمان ہوئے تھے، ہمارے نبی ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر اسلام ثریا پر ہوتا تو سلمان اس کو پالیتے، حضرت سلمان فارسی کے نام پر میں نے ان کا نام سلمان رکھا۔

س: پھر آپ نے نماز وغیرہ کیسے سیکھی؟ کیا آپ نے جماعت میں وقت لگایا؟

ج: میں نے نیٹ پر نماز سیکھی، قرآن مجید پڑھا، تجوید پڑھی، ''انڈر اسٹینڈ

قرآن" سے قرآن کا ترجمہ پڑھا، میں نے آن لائن 'گیٹ اسلام' کے کورس میں داخلہ بھی لیا ہوا ہے، جماعت میں ابھی نہیں گیا ہوں، حضرت سے ملنے کے بعد نظام الدین جمعرات کو گیا، ایک دو اجتماع میں شریک ہوا، اب انشاء اللہ جماعت میں جانے کا ارادہ ہے، میں اصل میں ڈرتا تھا کہ میں کسی اسلام کی بگڑی ہوئی جماعت میں نہ چلا جاؤں۔

س: آپ کی شادی ہوگئی تھی؟

ج: الحمد للہ میری شادی ہوگئی تھی، میرے دو بچے ہیں، یہ تینوں مسلمان ہیں، میرے پتاجی، میری ماتاجی، میرے چھوٹے بھائی، میری بہن، میری پھوپھی کل ملا کر میرے خاندان کے سترہ لوگ مسلمان ہوئے، اور ان سب کے اسلام کا میرے اللہ نے مجھے ذریعہ بنایا ہے، اپنے پتاجی کو جب میں دعوت دے رہا تھا، وہ تیار نہیں ہو رہے تھے، مجھے ہماچل میں بھی اور نوئیڈا میں بھی مولانا کلیم کا نام لوگوں نے بتایا تو میں دوبار اپنے پتاجی کو لے کر شاہین باغ، اور ایک بار پھلت گیا بھی، مگر ان سے ملاقات نہیں ہوئی، شاید میرے اللہ ہمارے خاندان کو کسی مسلمان کی مدد کے بغیر سیدھے اسلام دینا چاہتے تھے۔

س: ابی سے آپ کی ملاقات کب ہوئی؟

ج: نوئیڈا میں سات آٹھ مہینے پہلے حضرت ایک مسجد میں آئے تھے، جن صاحب کے یہاں کھانا تھا، ان کے بھائی میرے ساتھ کمپنی میں کام کرتے ہیں، انھوں نے بتایا کہ مولانا کلیم صاحب صدیقی جن کا آپ ذکر کرتے ہیں، وہ آج رات کھانے پر ہوں گے، مغرب کی نماز میں ہماری مسجد میں ان کا جلسہ ہے، میں نے مغرب کی نماز وہیں پڑھی، ملاقات ہوئی، اس کے بعد جلدی جلدی ملاقاتیں ہوتی رہیں، حضرت نے "نسیم ہدایت کے جھونکے" پڑھنے کا مشورہ دیا، اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا اور دعوت کی راہ میں بہت رہنمائی ملی۔

س: ماشاء اللہ سلمان صاحب، واقعی آپ کا حال بھی اسی طرح ہے کہ اگر ثریا پر اسلام ہوتا تو ضرور ضرور اللہ تعالیٰ آپ کو وہاں تک پہنچا دیتے۔ بہت بہت مبارک ہو یہ تحقیق اسلام۔

ج: نہیں مولانا احمد! میں کیا میری تحقیق کیا؟ حضرت اس روز نو یڈا میں بیان میں کہہ رہے تھے، وہ رب ایسے رحمت بھرے ہیں کہ کاسہ اور جھولی بھی خود دیتے ہیں اور بھیک بھی دیتے ہیں، اور جب وہ کسی کو کاسہ یا جھولی دیتے ہیں تو بھیک دینے کے لئے دیتے ہیں، اور کاسہ ہے طلب اور جستجو، ایک دن شعر سنا رہے تھے، میں نے لکھ لیا تھا پرس سے نکال کر آپ کو سناتا ہوں:

مری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے ۔۔۔ قدم یہ خود نہیں اٹھتے اٹھائے جاتے ہیں

پہلے میرے مالک نے مجھے غلط کو پرکھنے اور غلط سمجھنے کی توفیق دی، یہ خود بڑا کرم ہے مجھ پر، ورنہ باپ داداؤں سے چلی بات ہے، کتنی بھی عقل پر ضمیر پر بار ہو گراں ہو مگر آدمی اس کے حق ہونے کے لئے دلیلیں تلاش کر لیتا ہے، پھر اس کے علاوہ کیا سچ ہے، اس کی تلاش کی پیاس میرے اندر پیدا ہوئی، پھر یہ سب کچھ جاننے کے بعد حق تک پہنچایا، تو اسلام میرا تحقیقی کہاں ہوا۔ اس میں مالک کی بھیک ہے، کہ جھولی خود دے کر اسے بھر دیا ہے میرے رب نے: **الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ** میں اس دعا کو جب پڑھتا ہوں جس کو حقیقی جنت میں جا کر پڑھیں گے تو مجھے بالکل اندر سے لگتا ہے کہ میرے رب نے واقعی بلاشبہ مجھے نرک اور جہنم سے اپنی رحمت سے بچا کر جنت میں پہنچا دیا ہے اور مجھے اندر سے جنت میں داخلہ کا مزا آتا ہے۔

س: ماشاء اللہ یہ احساس اور بھی مبارک ہے، آپ ارمغان کے قارئین کے لئے کوئی میسج (پیغام) دیجئے؟

ج: پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ باپ داداؤں سے چلے غلط رسم و رواج اور باپ داداؤں سے چلی آرہی غلط دھارمک پرتھائیں (مذہبی رسوم) ہی قوموں اور لوگوں کے لئے حق اور اسلام کی قبولیت میں بڑی رکاوٹ رہتی ہیں، نئی سائنسی ایجادات اور کمپیوٹر انٹرنیٹ کی فراوانی نے انسانیت کے دل و دماغ کے بند دریچوں کو کھول کر حق کو حق کہنے اور سمجھنے کا رجحان پیدا کر دیا ہے، بس ضرورت اس کی ہے کہ اس نئی نسل کو سچ کیا ہے، حق کیا ہے، اس تک معلومات پہنچ جائیں، اسلام کو حق اور سچ، بلکہ صرف اسلام کو سچ اور حق، انسانیت اور پوری دنیا کے درد کا مداوا سمجھنے کے بجائے، اسلام اور صرف اسلام کو انسانیت اور پوری دنیا کے لئے خطرہ سمجھنے کی غلط فہمی میں گرفتار، سائنسی ترقی کی ایجادات، کمپیوٹر انٹرنیٹ اور میڈیا پر قابض ناسمجھ لوگوں، اور اس سے زیادہ حقیقی اسلام سے دور محض رواجی اسلام پر چلنے والے مسلمانوں کے کردار و عمل نے حقیقی اسلام، اور اسلام کی حقانیت پر موٹے پردے ڈال رکھے ہیں، عقل و علم اور سائنسی نگاہ رکھنے والی نئی نسل کو اسلام کا اگر حقیقی چہرہ یعنی صرف قرآن وسنت کا اسلام دکھا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ نئی نسل کا انسان اس پر فریفتہ اور دیوانہ نہ ہو، ضرورت اسلام کے دفاع کی نہیں بلکہ اسلام کے حقیقی تعارف کی ہے، اگر ہم اپنے کردار و عمل سے دعوت نہ بھی دیں تو بھی صرف قرآن وسنت کا حقیقی تعارف، دنیا اور آخرت میں انسانیت کی نجات کے لئے کافی ہے، اور یہ ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔

س: جزاک اللہ خیراً، آپ نے بڑی حکیمانہ باتیں کیں، بہت بہت شکریہ۔

السلام علیکم

ج: وعلیکم السلام آپ کا شکریہ، آپ نے موقع دیا۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ مارچ ۲۰۱۶ء

۱۵۷ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

جناب محمد عاشق راٹھور سے ایک ملاقات

اقتباس

میں جیسے جیسے اسلام کو پڑھ رہا ہوں، اچنبھے میں ہوں کہ اسلام کو جیسا سمجھا جاتا ہے، میڈیا اور دوسرے لوگوں نے جو اسلام کو دکھایا ہے وہ اصل اسلام سے بالکل بھن (مختلف) ہے، اسلام تو انسان کی پرکرتی (فطرت انسانی) کو ایسا پربھاوت کرنے والا دھرم ہے، کہ آدمی اس کا ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا، بس ضرورت یہ ہے کہ ہم قرآن کا اسلام اور پیارے نبی ﷺ کا لایا ہوا اسلام مانو جگت (انسانی دنیا) تک پہنچائیں، اگر یہ کام کریں تو سارا سنسار اسلام کے سائے میں آسکتا ہے۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد عاشق راٹھور: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: آپ اس وقت راجستھان سے ہی آرہے ہیں، یا دہلی سے آئے ہوئے ہیں؟

ج: میں پرسوں دہلی سے آیا ہوں، اصل میں مجھے اپنے کاغذات اور نام بدلنے کی کاروائی کے لئے قانونی معلومات کرنی تھیں، اس لئے حضرت نے ایک وکیل صاحب کے پاس بھیجا تھا، میں پرسوں حضرت جی کے خدمت میں آیا تھا، کبھی چیزوں کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لئے، تو حضرت نے ایک دو دن رک کر وکیل صاحب سے مشورہ کرنے

کی رائے دی، کل حضرت فیروز آباد اور علی گڑھ چلے گئے تھے، سوچا میری بھی کچھ باتیں رہ گئی تھیں، کل وکیل صاحب نے کہا تھا کہ وہ حضرت سے بتادوں، اس لئے آج اور رک گیا ہوں، آپ کو معلوم ہے کہ میں پولس میں ہوں، اور پولس کی نوکری میں وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے، اتنے دنوں سے پروگرام بناتے بناتے تو اب آنا ہو سکا ہے، حضرت کا اجمیر کا سفر ہونے والا تھا وہ ملتوی ہو گیا، پولس کی نوکری ۲۴ رگھنٹے کی ہوتی ہے، دو نمبر کی کمائی کی لالچ میں لوگ کرتے ہیں، مگر ہے بہت بری نوکری، ایک تو افسر کے سامنے بالکل غلام کی طرح رہنا پڑتا ہے، پھر ہر وقت جان کو خطرہ اور ۲۴ رگھنٹے کی حاضری، ایمان لانے کے بعد دل تو بہت ہی اکتا رہا ہے، پولس کی نوکری سے، حضرت جی سے تو میں اجازت چاہ رہا تھا کہ چھوڑ کر اپنا کوئی دھندہ کروں مگر حضرت جی نے منع کر دیا کہ آپ اس پوسٹ پر رہ کر کتنے کمزوروں اور بے قصور لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں، بس اب نوکری کمائی کے لئے لوگوں کی سیوا کرنے کے لئے کرنی ہے، حضرت جی کہہ رہے تھے کہ جگہ جگہ لکھا رہتا ہے کہ فلاں (تھانہ) کی پولس آپ کی سیوا میں ہے، مگر آپ کو معلوم ہے کیا سیوا ہوتی ہے، ڈنڈوں کی بے قصوروں کو اور شریفوں کو گالیاں کی اور غریبوں کو جیب کاٹنے کی، مجھے تو اب سیوا ہی میں رہ کر نوکری کرنی ہے۔

س: ابھی آپ کا پرموشن ہوا ہے، تو ٹرانسفر بھی ہو گا نا؟ اب کہاں پوسٹنگ ہے؟

ج: پولس کی نوکری میں آدمی کتنا بڑا افسر ہو، اس کا سامان ہر وقت بندھا رہتا ہے، سپاہیوں اور کانسٹبل کا تو کچھ دن کہیں رہنا بھی ہو جاتا ہے، مگر اس سے اوپر ایس آئی اور اس اوپر والوں کا تو ایک دن کا بھی ٹھکانہ نہیں بس گیند کی طرح افسر کی فٹ بال بن کر پھرتا پھرتا ہے، میرے کو حضرت کی دعا لگ گئی کہ میرا پرموشن بھی ہوا اور میرا ٹرانسفر بھی جودھ پور ضلع میں میرے گھر کے بالکل قریب کے تھانہ میں ہو گیا۔

س: آپ بڑا اچھا محسوس کر رہے ہوں گے؟

ج: سارے گھر والے موج میں ہیں، سسرال بھی بالکل پاس کے گاؤں میں ہے۔

س: آپ اپنا خاندانی تعارف (پریچے) کرائیے؟

ج: میں جودھ پور ضلع کے راجپوت خاندان میں ۲۷/ جنوری ۱۹۷۱ء میں پیدا ہوا، پتا جی ایک کسان تھے، میرے بڑے بھائی بھی پولس میں دیوان ہیں، ایک چھوٹا بھائی اسکول میں ٹیچر ہے، ایک بہن ہے، جس کی علاقہ کے ایک کسان زمین دار گھر میں شادی ہوئی ہے، ۱۹۹۰ء میں نے بارہوں کلاس پاس کی، شروع میں ایک پرائمری اسکول میں پڑھایا، ۱۹۹۳ء میں پولس میں بھرتی ہوگیا اور سپاہی کی پوسٹ پر میری پوسٹنگ ہوئی، پتاجی نے میرا نام اشوک راٹھور رکھا تھا، راٹھور ہماری گوت ہے، ۲۰۱۴ء میں پرموشن ہوکر ہیڈ کانسٹبل اور کشن گڑھ تھانہ میں پوسٹنگ ہوئی، اب جودھ پور ٹرانسفر تک بیچ میں چار مہینے اجمیر گیا تھا، پھر دوبارہ کشن گڑھ ہی رہا، اور پرموشن ہوکر ایس، ایچ، او، یعنی تھانہ انچارج بن کر جودھ پور کے ایک تھانہ میں کام کر رہا ہوں۔

س: آپ اپنے اسلام قبول کرنے کی کارگزاری سنائیے؟

ج: بس مولوی احمد صاحب! آپ میرے مسلمان ہونے کی کتھا کیا سنیں گے، اصل یہ ہے اس پورے سنسار اور پورے برہمانڈ (کائنات) کو چلانے والے مالک کی شان بھی نرالی ہے، اس نے تو ایسا لگتا ہے کہ جو کچھ اس سنسار میں ہو رہا ہے، وہ پہلے سے طے کر رکھا ہے، اور وہ سب چیزوں کو کٹھ پتلی کی طرح اپنے ارادے سے نچاتا ہے، ہم سوچتے ہے کہ یہ کام اچانک ہوگیا، اس نے ایسا کر دیا، سچی بات یہ ہے کہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا، جو خود اس نے طے کر رکھا ہے وہی کرتا ہے۔

س: یہ تو بالکل سچ ہے، تقدیر اسی کو کہتے ہیں، اس پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ

نے اپنے علم اور ارادہ میں ایک بات طے کر رکھی ہے، اسی کے مطابق سب کچھ ہوتا ہے جیہ تو بتائیے آپ کیا کہہ رہے تھے؟

ج: میں بتا رہا ہوں کہ میرے مالک نے مجھے ہندو راجپوت گھرانہ میں پیدا ضرور کیا تھا، مگر اسے مجھے کفر اور شرک سے اور دوزخ کی ذلت سے اور اندھکار سے نکالنا طے کر رکھا تھا، بس بہانے ہمارے حضرت جی کو بنا دیا۔

س: وہی تو معلوم کرنا ہے کہ بہانا کس طرح بنا دیا؟

ج: ایک بات جو میں کہہ رہا ہوں کہ اس مالک کے یہاں میرا مسلمان ہونا طے تھا، یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں، ہمارے گاؤں میں ہمارے پڑوس میں ایک رشید خان صاحب رہتے تھے، ان کی پتنی (بیوی) ہمارے ننہال کی گاؤں کی تھیں، ان کا نام بھی رشیدہ تھا، ہمارے پتا جی اور رشید خان بالکل سگے ساڑھوؤں کی طرح رہتے تھے اور ہم ان کی پتنی کو موسی جی (خالہ) بھی کہتے تھے، وہ مجھے سگے بھانجے کی طرح پیار کرتی تھیں، کبھی کبھی میں عید پر یا جمعہ کے دن ان کے دونوں بچوں سعید اور فرید کے ساتھ ٹوپی اوڑھ کر نماز کو چلا جاتا، تو موسی جی یو کہتیں، میرے ننھے اشوک تو تو غلطی سے ریتکا کے گھر پیدا ہو گیا، میرے ماں جی کا نام ریتکا ہے، تو تو میرا بیٹا ہے، بالکل مسلمان لگتا ہے، تجھ میں تو ہندوؤں والی کوئی بات بھی نہیں، وہ جب مجھے دیکھتیں یہی کہتیں اور مولانا احمد مجھے جب وہ کہتیں کہ تو بالکل مسلمان ہے، ہندوؤں والی تجھ میں کوئی بات نہیں تو اندازہ سے ایسا لگتا تھا کہ ان کی سامنے والی آنکھوں کے بجائے اندر کوئی اور آنکھیں ہیں جن سے دیکھ کر وہ یہ بات کہہ رہی ہیں اور اندر سے میرا دل کہتا تھا کہ مجھے کبھی نہ کبھی ضرور مسلمان ہونا پڑے گا، حالانکہ مسلمانوں سے ہم لوگ بالکل مل کر رہتے تھے، مگر ہمارا پریوار بہت ہی مذہبی ہندو گھرانہ تھا، اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ سنسار کو چلانے والا مالک سب کچھ پہلے سے طے کر کے رکھتا ہے، اور جب وہ

ہوتا ہے جو اس نے طے کر کے رکھا ہے تو ہمیں عجیب سا لگتا ہے، کچھ ایسا ہی میرے ساتھ ہوا۔

س: جی وہی تو سننا ہے، جو آپ کے ساتھ ہوا؟

ج: ایسا ہوا کہ میں کشن گڑھ سے آگے جو ٹول ناکہ ہے اس پر اپنے ایس، پی، راکیش شرما جی کے ساتھ ڈیوٹی پر تھا، حضرت کی ڈسٹر گاڑی سلیم بھائی جو حضرت کے ڈرائیور ہیں، لے کر ٹول ادا کرنے لگے، اس وقت انہوں نے بیلٹ نہیں لگائی تھی، ہمارے ایک ساتھی سپاہی نے ان کو ہاتھ دے کر روکا، اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بیلٹ لگائے بغیر گاڑی چلانا اپرادھ (جرم) ہے، سلیم بھائی نے ان سے کہا کہ یاد نہیں رہا، اس نے کہا کہ لائسنس لے کر باہر آؤ، سلیم بھائی گاڑی کو ایک طرف لگا کر باہر آئے، اور اکھیلیش سپاہی کو سمجھانے لگے تو اس نے گاڑی میں بیٹھے ایس، پی، راکیش جی کی طرف اشارہ کر دیا، کہ سر سے بات کر لو، سلیم بھائی سر کے پاس گئے اور بولے، سر یہ پیر صاحب کی گاڑی ہے، ایسے بڑے اور بزرگوں سے آشیرواد لینا چاہئے، ان کی گاڑی کا چالان کوئی کرتا ہے، سر نے کہا آپ جائیے اور چالان چھوڑ دیا، میرے ساتھ دو مہینے سے ایک کے بعد ایک مصیبت آرہی تھی، میری پتنی (بیوی) دو بار سخت بیمار ہوئی، ایک بچہ چھت سے گر گیا، ہم راجستھان کے لوگ اجمیر والے بڑے پیر صاحب سے بڑی آستھا رکھتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ پیر صاحب کی گاڑی ہے یا پیر صاحب گاڑی میں بیٹھے ہیں؟ میں نے کہا کہ مجھے ملوا دو، سلیم گاڑی میں آئے اور میں حضرت جی کی کھڑکی کی طرف کھڑے ہو کر شیشہ کھولنے کا آگرہ (درخواست) کرتا رہا، میں نے حضرت جی کے پاؤں چھوئے، حضرت نے بہت منع کیا مگر میں اپنا سر کھڑکی کے اندر سے حضرت جی کی گود میں رکھ دیا، پیر صاحب میں بپتا (مصیبت) میں ہوں، بھگوان کے لئے آشیرواد دے دو، حضرت جی نے کہا ہم بھی

آپ کی طرح مٹی کے انسان اور اس مالک کے بندے ہیں، اس مالک کے حضور آپ کے لئے دعا کرتے ہیں، مالک آپ کے جیون میں شانتی دے، اور دونوں جہاں میں آپ کو امید سے زیادہ ترقی دے، اور اپنے بندوں کی آپ سے خوب سیوا لے، چونکہ میرے دل میں پیر صاحب کی زبان سے نکلی باتیں تھیں، بس جیسے مالک نے کہلوائی ہوں، عجیب شانتی مجھے ہوئی، مجھے اپنے گھر چار دن کی چھٹی پر جانا تھا، میں گھر گیا تو میرے تھانہ انچارج کا فون آیا، وہ مجھ سے بولے، راٹھور جی مٹھائی کھلاؤ؟ میں نے کہا سیوا بتایئے؟ انھوں نے کہا کہ تمہارا ڈبل پرموشن ہو گیا ہے، اور تمہارے گھر کے پاس فلاں تھانہ کا ایس، ایچ، او بنا دیا گیا ہے، میں نے کہا سر میں نے تو بڑا بول کبھی نہیں بولا، پھر بھی اگر کوئی بات آپ کو ایسی لگی تو شما (معافی) چاہتا ہوں، میں تو آپ کا سیوک (خادم) ہوں، سیوک ہی رہوں گا، وہ بولے میں مذاق نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ڈی، جی پلس منٹ کی طرف سے تمہارے پرموشن کے آڈر آئے ہیں، مجھے چین نہیں آیا، اگلے دن کشن گڑھ ڈیوٹی پر جانا تھا، میں تھانہ پہنچا، پورے تھانے والے مجھے بدھائی دینے لگے اور ایس، ایچ او، نے پھول مالائیں بدائی (رخصتی) کے لئے منگائی تھیں، مجھے اب بھی وشواس نہیں آ رہا تھا، تھانہ انچارج نے آڈر مجھے بتایا کہ اجمیر میں کسی گینگ سے منسٹر کے بچے کو چھڑانے کی بہادری کے انعام میں تمہارا ڈبل پرموشن ہوا ہے، میں نے ایک ہفتہ بعد جا کر تھانہ کا انچارج لے لیا، کشن گنج فیملی کے ساتھ رہ رہا تھا، سامان شفٹ کرنے میں میں نے جلدی نہیں کی، مجھے خیال تھا کہ اوپر آفس میں کوئی غلطی ہوئی ہے، میں نے ایسا کوئی بہادری کا کام نہیں کیا تھا، مگر حضرت جی کے یہ الفاظ مجھے بہت یاد آتے تھے کہ مالک آپ کو امید سے زیادہ ترقی دے اور اپنے بندوں کی زیادہ سے زیادہ سیوا لے، مجھے لگا کہ اپنے مالک کے لئے اپنے کو پورن روپ (پوری طرح) سے ارپت کرنے والوں کی شبد (سپرد کرنے والوں

کے الفاظ) مالک کے یہاں ضرور سنے جاتے ہیں، ڈیڑھ مہینہ بعد جب کوئی دوسرا آڈر نہیں آیا تو میں نے سوچا کہ اب گھر کا سامان مجھے کشن گڑھ لے آنا چاہئے، اس کے لئے میں نے تھانہ کی گاڑی سے سامان لانے کے لئے سفر کیا، میں جودھ پور سے نکلا تو مجھے خیال آرہا تھا کہ پیر صاحب جن کے آشرواد سے مالک نے اتنا بڑا کام کیا ہے، اور گھر میں شانتی (امن وعافیت) دیدی ہے ان کا کوئی اتہ پتہ بھی نہیں لیا، دل میں بہت خواہش ہوئی کہ کاش ان کا پتہ مل جاتا، تو جا کر ان کا دھنیہ واد (شکریہ) اور کی سیوا (خدمت) میں کچھ مٹھائی تو پہنچاتے۔

کس طرح ان کا پتہ معلوم ہو؟ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ مالک جو اچانک آشرواد اور دعا کے لئے مجھے ان سے ملا سکتے ہیں، تو پھر خوش خبری دینے کے لئے بھی وہی ملا دیں گے، اور پھر دیر تک میں آتما کو پرماتما سے جوڑے رہا اور بار بار آنکھوں سے آنسو آتے رہے، مالک آپ بہت مہان ہیں، آپ کی کرپا مجھے پر ہوئی کہ آپ نے انھیں مجھ سے ملایا تو آپ یہ خوش خبری دینے کے لئے بھی ایک بار ملا دو، اس خیال میں دیر تک میں گم سا رہا، نیند آگئی میری آنکھ کھولی تو ہم اجمیر سے نکل گئے تھے، بائے پاس سے آگے نکلے تو میں نے دیکھا کہ ایک ڈسٹر گاڑی سامنے جا رہی ہے، غور سے دیکھا تو دہلی کا نمبر ہے، میں نے دل میں پراتھنا کی، مالک کاش یہ گاڑی پیر صاحب کی ہو! میں نے اپنے ڈرائیور سے گاڑی بڑھانے کو کہا، دیکھا کہ ٹوپی والے لوگ بیٹھے ہیں، میں نے ڈرائیور سے گاڑی اوورٹیک کر کے آگے روکنے کے لئے کہا، ڈرائیور نے پولس کے انداز میں ڈپر دیا پیچھے سے، اور دو تین بار ہرن دیئے، مجھے اس طرح گاڑی کو روکنا اچھا نہیں لگا،، میں کہا بس تم اسپیڈ بڑھاؤ، پیچھے سے پولس گاڑی کو پیچھا کرتے دیکھ کر سلیم بھائی نے گاڑی اور دوڑا دی، ہم نے تقریباً چالیس کلومیٹر گاڑی دوڑائی اور ہم اس گاڑی کو پکڑ نہیں سکے، حضرت نے سلیم کو بار بار کہا کہ

پولس کی گاڑی ہے، ایک طرف روک دو، کوئی ہم چور تو نہیں، سلیم بھائی نے حضرت سے کہا کہ حضرت آج کل حالات خراب ہیں، پولس والوں کا کچھ پتہ نہیں کیا بات لگا دیں، حضرت جی نے کہا وہ تو نمبر دیکھ کر بھی چیک پوسٹ پر اطلاع کر سکتے ہیں، حضرت کے بار بار کہنے سے سلیم بھائی نے گاڑی ہلکی کی اور ایک طرف لگا کر روک دی۔

س: کیا آپ کو پتہ لگ گیا تھا کہ گاڑی میں ابی ہیں؟

ج: نہیں! بلکہ اندر سے مجھے لگ رہا تھا کہ مالک نے میری دل کی دعا سن لی ہے، ہوسکتا ہے پیر صاحب ہی ہوں بس اس امید پر گاڑی پیچھے لگائی۔

س: جی تو پھر کیا ہوا؟

ج: میری خوشی کی حد نہیں رہی، مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے ٹریل پرموشن سے زیادہ خوشی حضرت کو گاڑی کی آگے کی سیٹ پر پا کر ہوئی، حضرت نے شیشہ کھولا، سلیم بھائی کی پہچان کی حد ہے، انھوں نے کہا، داروغہ جی آپ ہیں؟ حضرت تو نہیں پہچان سکے، میں نے حضرت کی گود میں سر رکھ دیا، پیر صاحب آپ کے آشیرواد سے مالک نے میرا ٹریل پرموشن کر دیا، مجھے ایس، آئی بننا تھا، مگر ایس، ایچ، او، بنا دیا گیا، حضرت جی گاڑی سے اترے اور مجھے گلے لگایا اور کہا آپ نے مجھے آستھا اور محبت سے دعا کو کہا مالک نے آپ کے گمان کی لاج رکھ لی، اب آپ مجھ پر ایسا وشواس رکھتے ہیں اور مجھے اپنا بھلا چاہنے والا کہتے ہیں تو آپ آئے میری گاڑی میں بیٹھئے، کشن گڑھ تک آپ سے اس پرموشن کے علاوہ کچھ بات اور کرتے ہیں، میں حضرت کی گاڑی میں بیٹھ گیا، کشن گڑھ تک حضرت نے مجھے اسلام کی باتیں بتائیں، اور یہ بتایا کہ یہ جیون اور یہاں کا پرموشن اور ڈموشن تو خواب کے پرموشن ڈیموشن ہیں، مرنے کے بعد ایک ہمیشہ ہمیش (سدیوکا) جیون اور زندگی آنے والی ہے، اصل مسئلہ وہاں کے پرموشن اور ڈیموشن کا ہے، وہاں کی موکش، مکتی اور نرک کی

جیل سے بچنے کا صرف ذریعہ یہ ہے کہ مالک کے سامنے اپنے کو سرینڈر (سپرد) کر کے آدمی اسلام قبول کرے اور ایمان لے آئے، میرے لئے اپنے ایسے خیر خواہ کی، جس کے شبدوں کا چمتکار (الفاظ کی تاثیر) میں دیکھ چکا تھا، ماننے میں رتی برابر بھی سنکوچ (رکاوٹ) نہیں آئی، اور میں نے کلمہ پڑھ لیا اور حضرت نے میرا نام محمد عاشق رکھا اور جودھ پور میں عثمان صاحب کا پتہ بتایا، جو پنجاب کے راجپوت گھرانہ کے بڑے پڑھے لکھے انجینئر تھے، اور جلد ہی اسلام لائے تھے، حضرت نے اپنی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' بھی دی، اور ''یا ہادی یا رحیم'' کا روزانہ جاپ کرنے کو بھی بتایا، میں نے کہا پیر صاحب آپ پانچ منٹ رکیں، میں آپ کی سیوا میں کچھ بھینٹ (ہدیہ) پیش کرنا چاہتا ہوں، پیر صاحب نے بتایا کہ آپ خود ہمارے لئے ایک بھینٹ اور گفٹ ہیں، ملتے رہیں گے، مالک نے جیوت رکھا تو آئندہ بھی بھینٹ (تحفہ) لیتے اور دیتے رہیں گے۔

س: آپ کا ٹرپل پرموشن تو ابی کی دعا سے ہوا، مگر ایسا کوئی قانون ہے کہ اگلی پوسٹ کی بجائے تیسری پوسٹ مل جائے؟

ج: پولس میں بہت اچھوتی بہادری کے لئے ایسا ہو جاتا ہے، مگر بہت ہی کم ہوتا ہے، میں نے دفتر میں معلوم کیا، اصل میں اجمیر میں میرے ساتھ ایک ہیڈ کانسٹبل اشوک ٹھاکر بھی تھے، وہ واقعی بہت بہادر تھے، ہمارے یہاں ایک ایس پی کے اکلوتے بچہ کو ایک یوپی کے گینگ والے کڈنیپ کر کے راجستھان لے گئے تھے اور ایک پہاڑ کی گپھا (غار) میں رکھا تھا، ان کی پچاس کروڑ کی مانگ تھی، اشوک ٹھاکر نے ہم کو لے کر اس گینگ سے بچہ کو آزاد کرایا تھا اور گینگ کے دو لوگوں کو مار گرایا تھا، اس کے انعام میں ان کا پرموشن ہونا تھا، ڈی، جی پلیس منٹ سے غلطی ہوئی اسی تھانہ میں میرا بھی پوسٹنگ تھا تو وہاں سے غلطی سے اشوک ٹھاکر کی جگہ اشوک راٹھور کے نام پرموشن آرڈر آ گئے، پرموشن ہو گیا اور میں تین

مہینہ پوسٹ پر رہا تو غلطی پکڑی گئی، مگر قانون یہ بھی ہے کہ سرکاری کسی پوسٹ پر تین مہینہ کام کرالے تو اسے اس کا ڈیموشن بغیر کسی غلطی اور جرم کے نہیں ہو سکتا، اس طرح بعد میں اشوک ٹھاکر کا بھی پرموشن ہوا اور میرا پرموشن جاری رہا۔

س: ماشاء اللہ، اللہ کا کرم ہوا کہ تین مہینہ میں غلطی پتہ لگی؟

ج: جی میں کہہ نہیں رہا تھا کہ مالک کے یہاں جو بات طے ہو جاتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے، سارے قانون دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

س: اس کے بعد آپ نے دعوت اور دین کا کام سیکھنے کے لئے کچھ کیا؟

ج: عثمان صاحب نے مجھے بہت وقت دیا، حضرت نے ان کو فون کر دیا تھا، مالک کا شکر ہے کہ میں نے نماز پوری سیکھ لی ہے، اب میں بالکل پوری طرح کھل کر مسلمان ہونا چاہتا ہوں، ویسے میرے تھانے میں تو سب کو پتہ ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے، میرا ماننا ہے کہ آدمی کو جدھر بھی ہو، پوری طرح ہونا چاہیے، آدھا اِدھر آدھا اُدھر مجھے نہیں چلتا، اس لئے میں دہلی آیا ہوں کہ کچھ بھی ہو مجھے اعلان کرنا ہے نوکری جائے یا رہے۔

س: گھر والوں کو بھی آپ نے بتا دیا؟

ج: اس طرح میرا پرموشن ہو جانے سے میرے پورے پریوار والے حضرت کے درشن کو بے چین ہیں، میں نے اپنی پتنی سے حضرت کی فون پر بات کرائی اور انھوں نے فون پر ہی کلمہ پڑھ لیا، دونوں بچوں کو ہم دونوں نے کلمہ پڑھا دیا، اب ماتا پتا اور بھائی بہن کو کلمہ پڑھوانا ہے، حضرت جا کر ان سے کہیں گے تو وہ ضرور مان لیں گے۔

س: آپ ارمغان ماسک پتریکا کے پاٹھکوں کو کوئی سندیش (پیغام) دیں گے؟

ج: میں جیسے جیسے اسلام کو پڑھ رہا ہوں، اچنبھے میں ہوں کہ اسلام کو جیسا سمجھا جاتا ہے، میڈیا اور دوسرے لوگوں نے جو اسلام کو دکھایا ہے وہ اصل اسلام سے بالکل

بھن (مختلف) ہے، اسلام تو انسان کی پرکرتی (فطرت انسانی) کو ایسا پربھاوت کرنے والا دھرم ہے، کہ آدمی اس کا ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا، بس ضرورت یہ ہے کہ ہم قرآن کا اسلام اور پیارے نبی ﷺ کا لایا ہوا اسلام مانو جگت (انسانی دنیا) تک پہنچائیں، اگر یہ کام کریں تو سارا سنسار اسلام کے سائے میں آسکتا ہے۔

س: واقعی یہ بالکل سچی ہے، غلطی ہماری ہے کہ ہم نے پہنچایا نہیں، بہت بہت شکریہ، السلام علیکم

ج: وعلیکم السلام، مولانا صاحب۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ اپریل ۲۰۱۶ء

۱۵۸

ہندوستانی قانون اور عوام کے محبتی مزاج سے دعوتی فائدہ اٹھائیے

جناب چودھری عبداللہ سے ایک ملاقات

اقتباس

ہمارے حضرت کہتے ہیں کہ ساری دنیا میں ہمارے ملک جیسا کوئی دیش نہیں، ایسے محبت بھرے لوگ ہیں اور نہ قانون میں اتنی آزادی کہیں ہے، قانون ہی کی تو بات تھی کہ سپریم کورٹ جانے کی بات کہی اور سب مل گئے، اور ہر شرط پر فیصلے کے لئے تیار ہوگئے، ہمیں ایسے پیارے دیش اور اس کے قانون سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور بے دھڑک اللہ کے بندوں تک اسلام کی دعوت دے کر ان کو نرک سے بچانے کی فکر کرنی چاہئے، اس سے ہم اپنے دیش واسیوں کا حق ادا کرسکیں گے اور اس دیش میں رہنے کا بھی اور آخرت کی رسوائی سے بچ کر اپنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے منہ دکھانے کے لائق ہوسکیں گے۔

احمد اوّاہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چودھری عبداللہ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: عبداللہ بھائی آپ خیریت سے ہیں؟ آپ کے گاؤں کے لوگ آپ کے ساتھ کس طرح رہ رہے ہیں؟

س: میرے مالک کا کرم ہے میں خوب اچھی طرح رہ رہا ہوں تھوڑی بہت اونچ نیچ تو ہوتی ہی رہتی ہے، آپ کو تو پتہ ہوگا میرے گاؤں میں صرف ہمارا گھر مسلمان ہے، مگر اللہ کا شکر ہے کہ ہم بالکل اسلامی شکل وصورت میں رہ رہے ہیں، ہماری مسجد میں مائک میں اذان ہو رہی ہے، حضرت نے امام کا انتظام کر دیا ہے، ہم لوگ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں، کبھی کبھی ہمارے گھر کی عورتیں بھی جماعت میں شامل ہوتی ہیں۔

س: آپ کے یہاں عورتیں بھی جماعت میں شامل ہوتی ہیں؟ مسجد میں الگ سے ان کے لئے انتظام اور نمازی اعتراض نہیں کرتے؟

ج: ہمارے یہاں ہماری مسجد میں صرف ہمارے گھر والے ہوتے ہیں، ہمارے گاؤں میں ابھی کوئی مسلمان نہیں ہے، انشاء اللہ امید ہے کہ ایک اور گھرانہ اسلام میں آجائے گا، تو پھر ہماری مسجد بھر جایا کرے گی، وہ بڑا پریوار ہے، بس امام صاحب کی وجہ سے پردہ ڈالا ہوا ہے، اس کے پیچھے عورتیں کھڑی ہو جاتی ہیں، حضرت نے ہمیں اجازت دی تھی کہ عورتوں کو نماز وغیرہ سکھانے کے لئے ان کو مسجد میں نماز پڑھایئے۔

س: آپ یہ کہہ رہے ہے کہ ایک پریوار انشاء اللہ اسلام میں آنے والا ہے، کیا آپ ان پر دعوتی کام کر رہے ہیں؟

ج: کوشش چل رہی ہے، اور کوشش تو کیا شاید اوپر والے مالک کی طرف سے ان کے لئے ہدایت کا نظم ہو رہا ہے۔

س: کوئی خاص بات ہو تو بتائے؟

ج: اصل میں شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے گھر والوں کے اسلام میں آنے سے پورا گاؤں ہمارا دشمن اور مخالف ہو گیا تھا، اس میں ایک پریوار، جو گاؤں کے سرپنچ تھے ان کا پریوار تھا، وہ مخالفت میں سب سے آگے تھا، اللہ نے کرم کیا کہ ان سب لوگوں کو جھکنا

پڑا، ہمارے یہاں اللہ نے ان ہی لوگوں سے مسجد بنوائی، تو جو لوگ جماعت کے بعد جھاڑ لگوانے مسجد آتے، ان میں سرپنچ کے گھر والے بھی آتے، اللہ کا کرنا ہوا کہ سرپنچ کا ایک چھ سال کا بیٹا جو بیمار تھا، وہ ہم لوگوں اور امام صاحب کے جھاڑنے سے ٹھیک ہو گیا میں نے ایک روز سرپنچ کو مسجد میں بلا کر بات کی، کہ ہمارے مسلمان ہونے پر آپ ہی نے سب سے زیادہ ظلم کیا، تو آپ کے گھر والے روزانہ امام صاحب سے جھاڑ لگوانے (دم کروانے) کیوں آتے ہیں، وہ بولا بھائی اپنی پیڑ باولی ہے، یعنی مطلب کے لئے آدمی کو پاگل بھی بننا پڑتا ہے، میرا سب سے ہوشیار اور سوہنا ونو بالکل مرنے کے قریب ہو گیا تھا، جے پور میں سارے بڑے ڈاکٹروں کا علاج کرایا، مگر ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا، مسجد میں میاں جی اور تم لوگوں کے جھاڑ لگانے سے دوسرا جیون (زندگی) اس کو مل گئی، میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کو دعوت دی، اور حضرت کی کتاب ''آپ کی امانت'' دی ہمارے یہاں ایک ماسٹر جی ہیں، بڑی محبت اور پیار والے آدمی ہیں، وہ ہر جگہ جا کر کھل کر دعوت دیتے ہیں، میں نے ان سے ملوایا، سرپنچ صاحب کے پریوار والے سب اکٹھا ہوئے اور ماسٹر جی نے سب کو کلمہ پڑھوایا۔

س: سب کو کلمہ پڑھوایا اور آپ کہہ رہے ہیں کہ ان کا پورا خاندان آنے والا ہے؟

ج: اصل میں کلمہ تو انہوں نے پڑھ لیا ہے، مگر ابھی ڈر رہے ہیں اور لوگوں کو ظاہر نہیں کر رہے ہیں، ابھی شاید کچھ کچاوٹ بھی ہے، انشاء اللہ یہ گھرانہ مسجد میں آئے گا، یہ ستر لوگوں کا پریوار ہے، تو پھر مسجد بھر جائے گی۔

س: اچھا آپ اپنا تعارف کرائیے؟

ج: مولوی احمد ہمارا گاؤں پورے ہندو راجپوتوں کا گاؤں ہے، ایک بھی مسلم گھرانہ نہیں ہے، کچھ پاس میں میواتیوں کے گاؤں میں مسلمان رہتے ہیں، جب میں نے گیارہویں

کلاس میں الور میں داخلہ لیا تو میری ایک میواتی مسلم لڑکے نور محمد سے دوستی ہوگئی، وہ جماعت سے جڑا ہوا تھا وہ مجھے ایک حضرت جی کا جلسہ فیروز پور جھرکا میں ہوا تھا، اس میں لے گیا، میں نے مولانا محمد عمر پالنپوریؒ کی تقریر سنی، پورے تین گھنٹے کی تقریر تھی، مگر ایسے عام جیون (زندگی) کے اداہرن (مثالوں) سے وہ بات سمجھا رہے تھے کہ بدھو سے بدھو آدمی کی بدھی (عقل) میں وہ بات بیٹھ جائے، اس تقریر کی وجہ سے مجھے اسلام کی بات سننے کا چسکا لگ گیا، میں نے سب کے ساتھ اس جلسہ میں عشاء کی نماز بھی پڑھی، اس کے بعد جب بھی موقع لگا میں اجتماع میں جاتا، پھر میں بڑے بھائی اشوک کمار اور بھتیجے شیو کمار کو بھی لے جانا شروع کردیا، ان کو بھی اجتماع کا چسکا سا لگ گیا، بیکری میں حضرت جی کا بڑا جلسہ تھا، اس میں میں اپنے پتاجی کو بھی لے گیا، اور پورے پریوار نے دعا تک جلسہ دیکھا اور سنا، ماسٹر سہراب صاحب سے اس جلسہ میں ملاقات ہوئی، ماسٹر سہراب سے ہم نے مسلمان ہونے کی اچھا (تمنا) جتائی، انہوں نے ہمیں کلمہ پڑھوادیا، میرا نام عبداللہ، میرے پتاجی کا نام عبدالرحیم، میرے بڑے بھائی کا عبدالرحمٰن، بھتیجہ کا عبدالغفور، اور چھوٹے بھتیجے کا محمد داؤد رکھا، ماسٹر صاحب پھر ہمارے گاؤں آنے جانے لگے اور اپنے گھر کی عورتوں کو وہاں لاتے رہے، شروع شروع میں ہماری عورتیں ان کے آنے سے چڑتی تھی، مگر کچھ ایسی محبت سے بات کرتی تھیں کہ ایک مہینہ میں ہمارے گھر میری ماں، بھابھی، بڑی بہن اور دونوں بھتیجی اور میری چھوٹی بہن مسلمان ہوگئیں، میرے بھتیجہ کی بیوی کس طرح تیار نہیں ہوئی، میرے بھائی، بڑے بھتیجہ اور میں تینوں جلسہ سے جماعت میں چلے گئے میرے بڑے بھتیجہ کی بیوی نے پورے گاؤں میں شور مچادیا، گاؤں کے سرپنچ نے پنچایت کی اور ہمیں واپس لانے کے لئے روز روز پنچایتیں ہوتی تھیں، دو لاکھ روپے پورے گاؤں والوں نے مل کر چندا جمع کیا اور پھر تھانہ جاکر ایف، آئی، آر کرائی، اور تھانہ

والوں کو بڑی رشوت دے کر علاقہ کے جماعت کے چار ساتھیوں اور ہم تینوں کو جماعت سے اٹھا کر ان کی خوب مار پیٹ کر کے اب پر دھارائیں (دفعات) لگا کر جیل بھیجنے کے لئے بات طے کر لی، پولس ہمیں متھرا کی مسجد سے اٹھالائی، ہمارے میواتی ساتھی تو نیتاؤں کی سفارشیں لگا کر چھوٹ گئے، پولس ہمیں تھانہ میں لے گئی، اور ایک ایک کر کے مارنا شروع کیا، ہماری داڑھیاں اکھاڑ دیں اور باری باری مارتے رہے، ہم تینوں کو پورا بدن زخمی ہو گیا، مگر مالک کا کرم کہ ہماری نیت نہ ٹوٹی، ہم تینوں نے کہہ دیا کہ تم ہمیں جان سے مار سکتے ہو مگر ہمارے ایمان کو ڈگمگا نہیں سکتے، تین دن تک ہمیں تھانہ میں رکھا اور بار بار ہمیں مارتے رہے، اللہ کی رحمت کو جوش آیا، تھانہ انچارج نے ڈنڈا لیکر خوب مارنا شروع کیا تھا کہ خود ان کا ڈنڈا اس کی پنڈلی پر لگا اور ہڈی دو جگہ سے ٹوٹ گئی، اسپتال گیا تو معلوم ہوا کہ آپریشن ہوگا، جو انسپکٹر تھا وہ ڈر گیا، اس نے ہم تینوں کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ ایک ہفتہ کا وقت ہے، اگر تم لوگ اپنے سچے دھرم پر واپس نہیں آئے تو تم پر آتنک وادی دھارائیں لگا کر اندر کر دوں گا، میں نے کہا ایک ہفتہ کا دو، یا سو ہفتہ کا ہم اپنے سچے دھرم پر ہیں، اور یہ اسلام ہی ہمارے باپ دادوں کا سچا دھرم ہے، ہم موت تک اس سے ڈگمگانے والے نہیں، انسپکٹر ذرا نرم ہو گیا، پھر بھی کہا وچار کرنے میں کیا آپتی (مشکل) ہے، کیا پتہ بھگوان کی کرپا ہی ہو جائے اور آپ کے سر سے اسلام کا بھوت اتر جائے، میں نے کہا مالک کی کرپا ہی کی وجہ سے ہمارے دل و دماغ پر سچے دھرم کی راہ کھلی ہے اور اوپر والے مالک کی کرپا سے ہی ہم کہہ رہے ہیں کہ اگر مالک ہمیں ہزاروں سال کا جیون دے اور جس طرح تین دن سے تم مار رہے ہو اور اس سے سو گنا اتیاچار کر رہے ہو، تم ہمارے شریر (جسم) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو گے تو بھی ہمارے مالک کی دیا اور کرم اگر ہم پر رہا تو ہمارے ایمان سے ڈگمگا نہیں سکتے، انسپکٹر ڈر کر چلا گیا، ایک سپاہی کو بھیجا کہ ان کو ان کے گھر بھیجو مگر ہم میں

کوئی جانے کے لائق نہیں تھا، انہوں نے ایک ٹیمپو والے کو بلایا اور اس میں ہمیں بٹھا کر ہمارے گھر بھیج دیا۔

س: اتنی مار کھا کر آپ نے ہمت نہیں ہاری؟

ج: جماعت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہؓ کے حالات کی تعلیم روزانہ سنتے تھے، ۲۵ روز تک ڈھائی گھنٹہ روزانہ تعلیم ہوتی تھی، چوٹ میں درد تو ہوتا تھا، مگر اندر سے دل اور آتما کہتی تھی کہ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حضرت بلالؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی طرح ایمان کے لئے تکلیف جھیلنے کا موقع مل رہا ہے، اور ایک عجیب انتر آتما میں آنند سا (مزا) آتا تھا۔

س: ماشاء اللہ! واقعی بہت بڑی بات ہے، عبد اللہ بھائی آپ کو اللہ نے صحابہ کی طرح ایمان عطا کیا؟

ج: صحابہ کی طرح کا خیر کیا، کم از کم مالک نے ان کی نقل ہی کرا لی تو ہمارے لئے یہ بڑی بات ہے۔

س: اس کے ایک ہفتہ بعد پولس نے آپ کو پھر بلایا؟

ج: نہیں بلکہ ہوا یہ کہ الور کے بڑے مولانا صاحب نے حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب سے فون پر بات کی اور ہماری پوری داستان بتائی، حضرت کا دل بہت دکھا اور حضرت بتا رہے تھے کہ میرے دل میں آ رہا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے اس ظلم کا مزا چکھانا ہے، ہمارے بڑوں نے جان دیکر دیش کو آزاد کرایا، اور ہمارے دیش کا سنودھان (آئین) پوری دنیا میں سب سے زیادہ سیکولر ہے، یہاں پر فنڈا منٹل رائٹس ہیں یہاں پر رہنے والے ہر شہری کو کوئی دھرم گرہن (قبول) کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے کا ادھیکار (حق) ہے، اس سے روکنا قانون کا الّنگھن (غیر قانونی) ہے، حضرت نے اپنے ایک ساتھی کو لگایا کہ ہم تینوں کی میڈیکل رپورٹ بنوائی جائے، وہ ہمیں لیکر سرکاری اسپتال گئے سی، ایم، او، ایک دلت تھے، انہوں نے بہت اچھی

رپورٹ بنادی، کہ ان کو جان لیوا ماردی گئی ہے، حضرت نے کہا کہ ہم اپنے ادھیکار کی رکھشا کے لئے سپریم کورٹ جائیں گے، ڈی، ایس، پی، کو پتہ چلا، انہوں نے ایس، ایس پی صاحب سے بات کی، ایس ایس پی صاحب نے کوتوال کو گاؤں بھیجا، انہوں نے گاؤں کے سرپنچ سے کہا کہ آپ لوگ ان سے سمجھوتہ کرلو جو بھی لے دے کر ہو یا وہ جو بھی شرط رکھیں، ورنہ سب کو جیل جانا پڑے گا، مانو ادھیکار (انسانی حقوق) کا معاملہ ہے، کوتوال، سرپنچ اور ہمارے باقی پریوار والے مولانا صاحب کے پاس آئے اور بولے ہم ان کا گھر اور پوری زمین دینے کو تیار ہیں، اور دو سو گز کا ایک گھر ہے اس کی مسجد بھی اپنے پیسوں سے بنا کر دیں گے، مگر آپ سپریم کورٹ نہ جائیں، مولانا صاحب نے حضرت سے بات کی حضرت نے کہا ہمیں ان میں بھی دعوت کا کام کرنا ہے، وہی کیا ہمارے دشمن ہیں؟ وہ بھی ہمارے خونی رشتہ کے بھائی ہیں، ان کو بھی نرک یعنی دوزخ سے بچانے کی فکر کرنی ہے، سمجھوتہ کر لیجئے، اس لئے سمجھوتہ ہو گیا۔

س: آپ کے گاؤں میں تو انہوں نے مسجد بھی خود ہی بنا کر دی ہے نا؟

ج: جی ہاں، ہماری زمینیں ہمیں بانٹ کر دیدیں، جو کھیت ہم نے لیا وہ بھی اور ہمارے گھر کا حصہ بھی ہمیں دیا، بہت دنوں سے ہمارے پریوار میں بانٹ پر سمجھوتہ نہیں ہو پا رہا تھا، وہ سب ہماری پسند کا دیا، اور دو سو گز کے ایک مکان میں مسجد کے طور پر ایک مائک، سمرسبل، پانی کی ٹنکی لگا کر دی، حضرت نے اللہ کا شکر ہے کہ ایک حافظ صاحب کو امامت کے لئے بھیج دیا، اب پانچوں وقت مائک میں اذان ہوتی ہے۔

س: آج کل کے ماحول میں پھر بھی لوگ چڑتے نہیں؟

ج: شروع میں تو چڑتے تھے، ایک دو بار گھر پر چڑھ کر بھی آئے، ہم نے پولس میں شکایت کی، پولس والوں نے دھمکایا، مگر جب سے نماز کے بعد وہ لوگ جھڑوانے لگے اور لوگ

ٹھیک ہونے لگے تو وہ لوگ خوش ہونے لگے ہیں کہ ہمیں جھاڑ لگوانے پانچ میل دور جانا پڑتا تھا، مالک نے گاؤں ہی میں انتظام کر دیا۔

س: آپ کے گھر والوں کی دینی تعلیم کا کیا ہو رہا ہے؟

ج: امام صاحب بہت اچھے آدمی ہیں، وہ پڑھاتے ہیں اور ہم لوگ جماعت میں بھی جاتے ہیں، ہمارے گھر کی عورتیں مستورات کی جماعت میں بھی جاتی ہیں،

س: ماشاء اللہ بہت خوب ارمغان میں ہر مہینے ایک اسلام میں آنے والے کا انٹرویو چھپتا ہے، آپ کا بھی چھپے گا آپ اسے پڑھنے والوں کے لئے کوئی بات کہیں گے؟

ج: جی ہمیں معلوم ہے ہمارے گھر میں بڑے چھوٹوں کو نسیم ہدایت کے جھونکے زبانی یاد ہیں۔

س: جب آپ جانتے ہیں تو کچھ پیغام دیں؟

ج: ہمارے حضرت کہتے ہیں کہ ساری دنیا میں ہمارے ملک جیسا کوئی دیش نہیں، ایسے محبت بھرے لوگ ہیں اور نہ قانون میں اتنی آزادی کہیں ہے، قانون ہی کی تو بات تھی کہ سپریم کورٹ جانے کی بات کہی اور سب ہل گئے، اور ہر شرط پر فیصلے کے لئے تیار ہو گئے ہمیں ایسے پیارے دیش اور اس کے قانون سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور بے دھڑک اللہ کے بندوں تک اسلام کی دعوت دے کر ان کو نرک سے بچانے کی فکر کرنی چاہئے، اس سے ہم اپنے دیش واسیوں کا حق ادا کر سکیں گے اور اس دیش میں رہنے کا بھی اور آخرت کی رسوائی سے بچ کر اپنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے منہ دکھانے کے لائق ہو سکیں گے۔

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ مئی ۲۰۱۶ء

۱۵۹ شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

عزیزہ بشریٰ سے ایک ملاقات

اقتباس

ہر آدمی میں میرے مالک نے صلاحیت رکھی ہے، کسی بڑے گھر اور پس ماندہ گھر میں پیدا ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، انسان کی ہمت اور فیصلہ سے ہوتا ہے، انسان کوئی بھی ہو اگر وہ فیصلہ کر لے تو تاریخ کا رخ موڑ سکتا ہے، دوسری ایک درخواست یہ ہے کہ آپ لوگ میرے لئے شہادت کی دعا کریں، میں سوچتی ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ اتنا زیادہ شہادت کی دعا مانگتے تھے، جب میں ذرا دل لگا کر شہادت کی دعا کرتی ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ جنت کا مزا آرہا ہے، شہادت ملے گی تو کیا مزا ہوگا، تبھی تو کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو کوئی تلوار لگتی، تیر لگتا تو شہید ہوتے ہوئے کہتے تھے کہ: فزت برب الکعبۃ (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا) میرے لئے بھی شہادت کی دعا کیجئے۔

سدرہ ذات الفیضین: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بشریٰ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

س: بشریٰ بہن! آپ نے بڑے تپاک سے مصافحہ ملایا، ہمارے یہاں انڈیا

میں کہیں اس طرح سے ملاقات کی جاتی ہے؟

ج: جی نہیں، بہن، ہم مسلمان ہیں اور اسلام یوپی، مہاراشٹر، ایشیا اور یورپ کا فرق نہیں سکھاتا، بلکہ ہمارے لئے اصل اللہ کا حکم اور ہمارے رسول ﷺ کا طریقہ سب کچھ ہے، کسی مسلمان سے مسکرا کر خندہ پیشانی سے ملنے کو حدیث میں صدقہ بتایا گیا ہے، مصافحہ اور معانقہ کے اعمال مرد تو کرتے ہیں، عورتیں معانقہ مصافحہ تو دور کی بات ہے، بہت سی عورتیں تو سلام کو بھی مردوں کے لئے ہی سمجھتی ہیں، اس لئے ہم لوگ کتنی نیکیوں سے اپنے کو محروم رکھتے ہیں صبح سے شام تک کتنے لوگوں سے ملنا ہی پڑتا ہے ذرا اس خیال سے کہ ہمارے نبی ﷺ نے خندہ پیشانی سے مسکرا کر ملنے کو صدقہ فرمایا ہے، تو تھوڑی سی توجہ کر کے ہم لوگ کتنی نیکیاں آسانی سے کما سکتے ہیں۔

س: ہاں بہن آپ نے سچ کہا۔ آپ دہلی کس کے ساتھ آئی ہیں، اور سفر کس طرح ہوا؟

ج: میرے شوہر ساتھ آئے ہیں، اور یہاں ایک دعوتی ضرورت کے لئے آنا ہوا ہے، میرے شوہر کے خالہ اور خالو دہلی میں دونوں سرکاری افسر ہیں، ان کے دو بچے ڈاکٹر ہیں، ان کے بڑے بیٹے میرے شوہر کے بھائی ہونے کے ساتھ بچپن کے دوست ہیں، میرے شوہر بے چین ہیں کہ ان کو دعوت دی جائے میں نے کہا صرف ان کو ہی کیوں، خالہ، خالو اور ان کے بھائی کو بھی دعوت دیتے ہیں، حضرت سے فون پر بات ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ دہلی میں عورتوں کے لئے ایک کیمپ ہو رہا ہے، میری بڑی خواہش تھی کہ میں کسی خواتین کے کیمپ میں شریک ہوں، اس لئے ہم نے یہاں کا پروگرام بنا لیا، ایک ہفتہ ہمارا قیام انشاء اللہ دہلی میں رہے گا۔

س: کیا خالہ کے خاندان سے بات ہوگئی؟

ج: ہم لوگ پرسوں دہلی پہنچے تھے، حضرت کے بارے میں معلوم ہوا کہ پنجاب کے سفر پر گئے ہیں، تو ہم لوگ خالہ کے گھر ہی چلے گئے، ان کے بھائی اسٹیشن لینے آگئے تھے، پہلے ہماری نیت تھی کہ حضرت سے ملیں گے اور ان کی دعا لے کر آگے دعوت کی مہم پر جائیں گے، پرسوں اتوار کا دن تھا، سب لوگ گھر پر تھے، رات بارہ بجے تک بات ہوتی رہی، اصل میں ہدایت کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے، دعوت کے میدان میں اس کا اصل تجربہ ہوتا ہے، داعی جس پر جی جان سے محنت کرتا ہے، اسے ہدایت نہیں ملتی، اور جس کو اللہ چاہے ہدایت ہو جاتی ہے، جن کے لئے پیارے نبی ﷺ کی انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کرائے گئے، ان مکہ کے سرداروں نے کہہ دیا کہ ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے، اور ہندوستان میں دھار کے راجا بھوج اور ان کے درباری پنڈت بابا رتن کو اس معجزہ کو دیکھ کر ہدایت ہوگئی۔ جب آخری درجہ میں تڑپ کر یہ خواہش ہوتی ہے کہ مدعو کلمہ پڑھ لے تو اس وقت نہیں پڑھتا، اور کبھی خیال بھی نہیں ہوتا اور خود مدعو کلمہ پڑھنے کو کہتا ہے، ہمارے ساتھ یہ ہوا کہ ہمارے شوہر کا سفر اصل میں اپنے اس بھائی کے لئے ہوا ہے جس کے لئے یہ بے حد دعائیں کرتے ہیں، اور ہر وقت یہ دھن ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں، مگر ان کو ہدایت نہیں ملی، ان کو چھوڑ کر پورے دن کی باتوں کے بعد رات کے بارہ بجے ان کی موسی، موسا (خالہ، خالو) اور چھوٹے بھائی ڈاکٹر آجے نے کلمہ پڑھ لیا اور ڈاکٹر سنجے نے کہا، ابھی مجھے سوچنے سمجھنے کا وقت دو، زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اتنی جلدی نہیں کیا جا سکتا۔

س: چلئے اللہ کا شکر ہے کہ آپ کا سفر تو وصول ہو گیا الحمد للہ؟

ج: سفر تو ہمارا شروع ہوتے ہی وصول ہو گیا تھا، وعوتی سفر کی توفیق خود اللہ کا بڑا انعام ہے، پھر ٹرین میں بھی دو لوگوں نے کلمہ پڑھا، ایک ہریانہ کے چودھری صاحب تھے، جو علاقہ کے پرکھ رہ چکے ہیں، اور ایک روہتک ضلع کے ایک اسکول کے پرنسپل صاحب تھے، ان سے پورے راستے باتیں ہوتی رہیں، الحمد للہ انھوں نے صبح کو آکر کلمہ پڑھ لیا۔

س: اچھا اب آپ اپنا خاندانی پریچے کرایئے؟

ج: میرا خاندانی تعارف ہندوستانی سماج میں کرانے کے لائق نہیں ہے۔

س: آپ نے تو خود کہا ہے کہ مسلمان کے لئے ہندوستان ترکستان کی کی کوئی تقسیم نہیں ہے، آپ ایک مسلمان ہیں، اس لحاظ سے آپ کو اللہ نے اشرف المخلوقات انسان کے خاندان سے بنایا ہے، اس پس منظر میں تعارف تو کرانا ہی ہوگا بہن؟

ج: جی بس میں ایک ایسے خاندان میں ۳ رجون ۱۹۹۳ء کو سرٹیفکیٹ کے حساب سے پیدا ہوئی، جس کو ہندوستانی سماج میں آج بھی اندر سے انسانوں کا خاندان ہی نہیں سمجھا جاتا، ایک پس ماندہ دلت (سماج) میں میرا جنم ہوا، پتاجی (والد صاحب) پیشہ کی طرف سے بھی ایک بالکل پس ماندہ جوتا گانٹھنے کا کام کرتے تھے۔

س: سرٹیفکیٹ کے لحاظ سے کیوں؟

ج: اصل میں ایسے پس ماندہ خاندان میں بچوں کی برتھ ڈے (تاریخ پیدائش) لکھنے کا کہاں شعور، بس اسکول میں مجبوراً اندازہ سے یہ تاریخ لکھوادی گئی تھی۔

س: جی تو آگے بتائیے؟

ج: کیا بتاؤں؟

س: باقی تعارف، اپنی تعلیم اور اپنے گھر والوں کے بارے میں بتائیے؟ اور اپنے قبول اسلام کے بارے میں بھی بتائیے؟

ج: میرے دو بھائی اور تین بہنیں ہیں، مجھ سے بڑی ایک بہن ہیں جو تیسری کلاس تک پڑھ سکیں، اور دو بھائی اور دو بہنیں چھوٹی ہیں، الحمد للہ سبھی پڑھ رہے ہیں۔ ہم لوگ مہاراشٹر میں ودربھ کہلائے جانے والے علاقہ میں بیڑ کے قریب ایک شہر میں رہتے ہیں، پتاجی نے مجھے ایک سرکاری اسکول میں داخلہ کرایا، پانچویں کلاس تک میں پورے اسکول میں اول آتی رہی، پانچویں کے بعد آگے پڑھانے کو پتاجی (والد صاحب) نے منع کر دیا، کہ ہمارا موقع بھی نہیں اور اسکولوں کا ماحول بہت خراب ہے، میں نے بہت ضد کی اور بھوک ہڑتال کر دی، میں نے کہا کہ میں خود اپنی پڑھائی کا خرچ برداشت کروں گی، میری ضد پر چھٹی کلاس میں داخلہ ہو گیا، ہمارے شہر میں بیڑی بنانے کا کافی کام ہوتا ہے میں نے اپنی پڑھائی کے خرچ کے لئے بیڑی بنانا شروع کی، دسویں کلاس میں بھی میں نے پورے اسکول کو ٹاپ کیا، اس کے بعد میں نے چھوٹے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کیا، نویں کلاس میں ایک مسلمان ڈاکٹر کی بچی سے جس کا نام نازیہ تھا، میری دوستی ہو گئی، وہ مجھے بہت ضد کر کے اپنے گھر لے آئی، ان کے والد حضرت مولانا کلیم صاحب سے بیعت ہیں، وہ ناندیڑ میں بیعت ہوئے تھے، اور اب دعوت کا کام کرتے ہیں، نازیہ نے مجھے حضرت کی کتاب "آپ کی امانت" اور "نسیم ہدایت کے جھونکے" ہندی میں دی، جس میں کچھ

دلتوں کے اسلام قبول کرنے اور حضرت کی ان سے محبت اور گلے لگانے اور ساتھ کھلانے کے قصے بھی تھے، میں دیکھتی تھی کہ نازیہ میرے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا کھالیتی تھی، جب کہ ہندوؤں نے مجھے اپنے ساتھ کبھی نہیں کھلایا، میرے دل میں آیا کہ مجھے اسلام قبول کرلینا چاہیے، میں نے نازیہ سے اپنی چاہت کا ذکر کیا، اس نے کہا آپاجی کے مشورہ سے میں روزانہ دو رکعت نماز پڑھ کر تمھارے لئے ہدایت اور مسلمان ہونے کی دعا کر رہی ہوں، تم مجھ سے اتنا محبت کرتی ہو، اللہ تعالی تمھیں کفر وشرک کی ذلت اور مرنے کے بعد دوزخ کی آگ سے بچالے۔ دو تین دن ہم مشورہ کرتے رہے، اور پھر ایک اتوار کو میں نازیہ کے گھر گئی تو میں نے کہا آج تم مجھے مسلمان کرلو، نازیہ نے مجھے کلمہ پڑھوایا اور اپنے ابو امی کو بھی بتایا، ان کی امی نے خوشی میں مٹھائی منگائی اور سب گھر والوں کو بانٹی اور میری دعوت بھی کی۔

س: ابی اپنی تقریر میں بتا رہے تھے کہ جس بلڈنگ میں آپ رہتی ہیں، تینوں منزلوں والے آپ کی کوشش سے مسلمان ہوگئے ہیں، اور اکثر تہجد گذار ہیں، آپ نے ان پر کیسے کام کیا، بتائیے؟

ج: اصل میں مجھے اپنے خاندان کی پس ماندگی کا بہت ہی صدمہ تھا، اس لئے میں نے ٹھان لیا کہ اس پس ماندگی اور سماج میں پسے ہوئے مقام سے مجھے کم از کم اپنے خاندان والوں کو نکالنا ہے، ہم لوگ جھگی جھونپڑی والی آبادی میں رہتے تھے، ۲۰ گز کی ایک جھگی ہوگی، جس میں ہم سب پریوار والے رہتے تھے، میں نے ٹیوشن پڑھانے میں بہت محنت کی، اور جن بچوں کو میں پڑھاتی وہ امتحان میں بہت اچھے نمبر لاتے، گریجویشن تک میری پڑھائی کا خوب شور ہوگیا، تو میں نے علاقہ میں کرایہ پر

ایک مکان لیا، میرے پتاجی نے منع کیا کہ کرایہ نہ دیا گیا تو کیا ہوگا، انھوں نے ضمانت دینے سے بھی منع کردیا، ان کی ضمانت تو کون مانتا، مگر وہ کسی جاننے والے بڑے آدمی سے کہلوا سکتے تھے، نازیہ کے والد نے نہ صرف ضمانت لی، بلکہ دو مہینہ کے ایڈوانس گیارہ ہزار روپے اپنے پاس سے جمع کئے، میں نے وہاں کوچنگ انسٹی ٹیوٹ کھولا اور چار لڑکیوں کو پڑھانے کے لئے رکھ لیا، یہ کوچنگ صرف لڑکیوں کے لئے تھا، انسٹی ٹیوٹ بہت اچھا چلا، میں نے ایک اچھی کالونی میں ایک فلیٹ بھی بک کر لیا، کام اتنا اچھا چلا کہ پانچ سال میں فلیٹ کی قیمت بھی میرے اللہ نے ادا کرا دی، اور انسٹی ٹیوٹ کے لئے ایک مکان بھی قسطوں پر خرید لیا، اس کی بھی آدھے سے زیادہ قیمت ادا ہوگئی ہے، جس بلڈنگ میں میں نے فلیٹ لیا میرا فلیٹ پہلی منزل پر تھا، اور ایک منزل اوپر تھی اور گراؤنڈ فلور تھی، کل تین منزلیں تھی، میں نے تینوں منزل والوں کو رات میں بچوں کو پڑھانے کا آفر رکھا، اور بھی کسی گھر میں کوئی ضرورت یا گھر کے کام کی ضرورت ہوتی تھی تو میں تینوں منزلوں کو لے کر پہنچوا دیتی تھی، تین منزل پر کل چھ فلیٹوں میں کچھ ایسا میل محبت کا ماحول بنا جیسے ایک خاندان ہو، شروع میں جن بچوں کو میں پڑھاتی تھی ان پر کام کیا، اللہ کا شکر ہے وہ مسلمان ہوئے، ہمارے گھر والوں کو کچھ سمجھانا ہی نہیں پڑا، میری محنت اور اس کے نتیجہ میں ایک جگہ عزت کی زندگی گذارنے کے نتیجہ میں میرے سب بھائی تھوڑی سی کوشش سے ایمان لے آئے، اس کے بعد ایک ایک کرکے لوگ آتے گئے، ایک انکل جو اوپر والے ایک فلیٹ میں رہتے تھے، اور دوسرے گراؤنڈ فلور میں رہنے والے شرما جی کی ماں جی چار سال کی کوشش کے بعد ایمان لائیں۔ اللہ کا شکر ہے ہماری بلڈنگ میں ۲۸/ لوگ ہیں، میرے گھر میں ۷/ اور

پانچ فلیٹوں میں ۲۱ر لوگ ہیں، یہ نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ روزانہ کی تعلیم میں بیٹھتے ہیں اور تہجد میں بھی اٹھتے ہیں، اور ایک دوسرے کو اٹھاتے ہیں۔

س: آپ نے خود بھی اسلام کی اسٹڈی کی؟

ج: ہمارے شہر میں لڑکیوں کا ایک مدرسہ ہے، میں چار سال تک دو گھنٹوں کے لئے وہاں جاتی رہی، اب میں نے آن لائن بلال فلپس کی یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہوا ہے، انشاء اللہ اسلامک اسٹڈیز میں، یعنی عالمیت کا کورس میرا اگلے سال مکمل ہو جائے گا۔

س: ابی سے آپ کی کہاں ملاقات ہوئی؟

ج: میں نے نیٹ سے ان کا فون نمبر تلاش کیا، بار بار کال کرتی مگر کال نہیں لگتی تھی، میں بار بار میسیج کرتی رہی، ایک روز حضرت نے فون کیا، میں نے پھلت آنے کی اجازت چاہی، تو حضرت نے بتایا کہ ان کا مہاراشٹر میں ودربھ کا سفر ہے اور وہیں ملنے کے لئے کہا، میں بیڑ میں ایک مدرسہ میں جہاں حضرت کا قیام تھا اپنے ساتھ کئی لوگوں کو لے کر گئی، میرے ساتھ میرے شوہر بھی تھے، جن سے ابھی رشتہ کی بات چل رہی تھی، میں ان کو آمادہ کر رہی تھی کہ اگر آپ ایمان لاتے ہیں تو آپ ہی سے شادی کر سکتی ہوں۔

س: آپ کے شوہر کیا کرتے ہیں؟

ج: میرے شوہر سول انجینئر ہیں اور ایک بڑی کنسٹرکشن کمپنی میں ملازمت کرتے ہیں، ہاں میں تو بھول ہی گئی کہ میں نیٹ پر نسیم ہدایت کے جھونکوں میں حضرت کو پڑھ کر، حضرت کی تقریریں سن کر بے حد بے چین تھی، کہ مجھے حضرت سے ملاقات

کرنی ہے، اس کے لئے دو سال تک تہجد میں دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگتی رہی کہ میرے اللہ مجھے حضرت سے ملا دو، میری حضرت سے ملاقات ہوئی، تو میں نے حضرت سے سب سے پہلے یہ بات بتائی کہ میں دو سال سے تہجد میں صلاۃ الحاجت پڑھ کر دعا مانگ رہی ہوں کہ اے اللہ مجھے حضرت سے ملا دو، یہ دعا آج پوری ہوئی ہے، حضرت نے معلوم کیا ایسی کیا پریشانی تھی کہ آپ مجھ سے ملنا چاہتی تھیں؟ میں نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، مجھے بس آپ سے ایک دعا کرانی ہے، حضرت نے پوچھا وہ کون سی ایسی اہم دعا ہے جس کی وجہ سے تم اس قدر بے چین تھیں، اللہ نے تمہیں سب کچھ تو دے دیا ہے؟ میں نے کہا میری بہت اہم خواہش ہے، حضرت نے معلوم کیا وہ کیا خواہش ہے؟ میں نے کہا آپ بس میرے اللہ سے دو رکعت پڑھ کر دعا کر دیجئے کہ اللہ مجھے شہادت کی موت عطا کر دے، اللہ مجھے شہادت نصیب فرمائے۔

س: ابی بتا رہے تھے کہ اس ملاقات میں شاید آٹھ نو بار آپ نے شہادت کی دعا کو کہا، تو ابی کہہ رہے تھے جب آپ نے انتہائی محبت اور جذبہ سے شہادت کی دعا کو کہا تو ابی کے پورے بدن کا رواں رواں کھڑا ہو گیا اور بجلی سی کوند گئی، چند دن کی ایک نئی مسلمان بچی کا یہ جذبہ ایمانی صحابہ کی یاد دلانے والا تھا؟

ج: نہیں بہن یہ تو ان کی بڑائی ہے کہ مجھ پر ترس کھا کر حضرت نے کہہ دیا، مجھے تو یہ خیال رہتا ہے کہ میرے اللہ نے مجھ گندی کو اتنا نوازا، میں کس طرح اس کا شکر ادا کروں، کم از کم اللہ کی دی ہوئی یہ گندی جان اس کے دین پر قربان ہو جائے، یہ بات سچی ہے کہ میری زندگی کی سب سے پہلی اور آخری خواہش یہ ہے کہ میرے اللہ میری

جان اپنے دین کے لئے قبول کرلیں، میں حرا کے واقعہ کو سو بار پڑھ چکی ہوں ہر بار اپنے اللہ سے کہتی ہوں حرا کی جگہ میں ہوتی (اور بہت روتے ہوئے) کیسی خوش قسمت نکلی حرا، واقعی حرا کی قسمت سبحان اللہ۔

س: آپ سنا رہی تھیں، آپ ابی سے ملیں تو اور کیا ہوا؟

ج: میں نے اپنے ہونے والے شوہر کا تعارف کرایا، الحمد للہ حضرت کے ذرا سے کہنے پر انھوں نے کلمہ پڑھ لیا اور ہم سبھی نے حضرت سے خواہش ظاہر کی کہ ہم سب ایک بار آپ سے کلمہ دوبارہ پڑھنا چاہتے ہیں، حضرت نے کہا آپ کا ایمان تازہ ہے، آپ مجھے کلمہ پڑھوایئے، تاکہ میرے ایمان میں بھی جان آجائے۔ اور یہ کہہ کر حضرت نے ہم سب کو کلمہ پڑھوایا۔

س: ابی بتا رہے تھے کہ کوئی ایس پی صاحب بھی آپ کی کوشش سے مسلمان ہوئے ہیں؟

ج: بس میری کوشش تو کیا، میرے اللہ نے مجھے ذریعہ بنایا

س: ذرا اس کی تفصیل بتایئے؟

ج: میرے چاچا کے لڑکے کی بیوی نے مٹی کا تیل اپنے اوپر چھڑک کر آگ لگالی، ان کے گھر والوں نے پورے گھر کے خلاف مقدمہ کر دیا، ان کے سب گھر والے جیل گئے، بعد میں ضمانت ہوئی، اور پھر پولیس اسٹیشن سے جو تفتیش ہوئی اس میں پولیس والے مطمئن ہو گئے کہ لڑکے والوں کی کوئی غلطی نہیں ہے، بلکہ لڑکی ہی بہت غصہ والی تھی، انھوں نے فائنل رپورٹ لگائی، لڑکی کے چاچا شیو سینا کے لیڈر تھے، انھوں نے اس کو سیاسی اشو بنا کر اوپر تک بات پہنچادی، ضلع کے ایس پی، ڈی آئی

جی صاحب کو خود انکوائری کے لئے آنا پڑا، خاندان میں سب سے پڑھی لکھی اور ذرا ہمت والی میں ہی تھی، خاندان والوں نے مجھ سے کہا تم ہی ایس پی صاحب سے بات کرو، میں نے ایس پی صاحب کو ناشتہ کرایا اور پورے معاملہ کی جانکاری دی، میرے بات کرنے سے وہ بہت متاثر ہوئے اور مجھے اپنا فون نمبر دینے کو کہا۔ میں نے اپنا نام نازیہ خاتون لکھ کر فون نمبر دیا، انھوں نے کہا یہ تو مسلمانوں جیسا نام ہے۔ میں نے کہا میں نے اسلام قبول کیا ہے۔ وہ بولے تم نے بیٹا اسلام کیوں قبول کیا ہے، تم اتنی جینئس اور ہوشیار ہو۔ میں نے کہا اسی لئے میں نے اسلام قبول کیا ہے، ہر ہوشیار آدمی اگر اسلام کو جان لے تو اسے اسلام ضرور قبول کرنا پڑے گا، اگر آپ بھی اسلام کو جانیں گے تو ضرور اسلام کو قبول کرلیں گے۔ جاتے جاتے وہ بیٹھ گئے اور میں نے ان کو اسلام کے بارے میں بتایا، اور ان کو مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اسلام کیا ہے؟ اور نسیم ہدایت کے جھونکے کتابیں گفٹ دیں، وہ بہت خوش ہوئے۔ میں نے ان سے کہا: سر وعدہ کیجئے کہ آپ ان کتابوں کو ضرور پڑھیں گے۔ انھوں نے میرے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں تمھارے سر کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ بیٹا میں آج سے ہی ان کتابوں کو پڑھنا شروع کروں گا اور جلدی پڑھ کر تمھیں فون کروں گا، اور میرا فون نمبر اپنے فون میں فیڈ کیا، کچھ دن تک رابطہ ہوتا رہا، میں بھی دوبار ان کے آفس گئی، انھوں نے حضرت سے ملنے کی اچھا (خواہش) ظاہر کی، میں نے حضرت سے بات کی، حضرت نے کہا، پہلے فون نمبر دو، یا پھر مجھے ان کا فون نمبر دو، یا ان کو میرا کوئی لٹریچر دے دو، پہلے فون پر بات ہو جائے گی، پھر کسی وقت ملاقات بھی ہو جائے گی۔ میں نے کہا وہ آپ سے ملنے دہلی آنے کو تیار ہیں۔ میں نے پہلے حضرت کا فون ان کو دیا اور پھر

حضرت کو ان کا نمبر دیا۔ حضرت فون ڈائل ہی کر رہے تھے کہ ایس پی صاحب کا فون آ گیا۔ حضرت نے ان کو بہت محبت سے سمجھا کر فون پر ہی کلمہ پڑھنے کو کہا اور کلمہ پڑھوا دیا اور محمد نعیم غازی نام رکھا، کلمہ پڑھ کر انھوں نے فوراً مجھے فون کیا، بہت بہت تھینکس یعنی شکریہ۔

س: ماشاء اللہ بہت بہت مبارک ہو۔ ارمغان کے قارئین کے لئے کوئی پیغام آپ دیں گی؟

ج: میں نے اپنی زندگی سے سبق لیا ہے کہ ہر آدمی میں میرے مالک نے صلاحیت رکھی ہے، کسی بڑے گھر اور پس ماندہ گھر میں پیدا ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، انسان کی ہمت اور فیصلہ سے ہوتا ہے، انسان کوئی بھی ہو اگر وہ فیصلہ کر لے تو تاریخ کا رخ موڑ سکتا ہے، دوسری ایک درخواست یہ ہے کہ آپ لوگ میرے لئے شہادت کی دعا کریں، میں سوچتی ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ اتنا زیادہ شہادت کی دعا مانگتے تھے، جب میں ذرا دل لگا کر شہادت کی دعا کرتی ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ جنت کا مزا آ رہا ہے، شہادت ملے گی تو کیا مزا ہوگا، تبھی تو کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو گولی تلوار لگتی، تیر لگتا تو شہید ہوتے ہوئے کہتے تھے کہ: فزت برب الكعبة (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) میرے لئے بھی شہادت کی دعا کیجئے۔

س: ماشاء اللہ، آپ کا جذبہ کتنا مبارک ہے، اور کتنا قابل رشک، اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو یہ جذبہ صادق عطا فرمائے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مستفاد از ماہنامہ ''ارمغان'' ماہ جون ۲۰۱۶ء

ماہنامہ ارمغان کا مختصر تعارف

ماہنامہ ''ارمغان'' جمعیت شاہ ولی اللہ پھلت ضلع مظفر نگر یوپی کا ترجمان ہے جو داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہم (جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے) کی زیر سرپرستی اور مولانا وصی سلیمان صاحب ندوی کی ادارت میں نکلتا ہے ماہنامہ ارمغان گزشتہ پچیس (۲۵) سالوں سے پابندی وقت کے ساتھ مسلسل شائع ہو رہا ہے اور اس کی تعداد اشاعت میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے، ماہنامہ ارمغان اپنے مضامین کی افادیت اور دعوتی فکر کی وجہ سے واقعی ساری انسانیت کے لئے ایک ارمغان (تحفہ) ہی ہے اس میں ہر ماہ ایک خوش قسمت مہاجر بھائی یا بہن کی سرگزشت انٹرویو کی شکل میں شائع ہوتی ہے جو بڑی چشم کشا، دلچسپ اور دعوت کے کام پر ابھارنے والی ہوتی ہے انٹرویوز ملک و بیرون ملک بہت پسند کئے جاتے ہے ان کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ہو رہے ہیں، رسالہ میں داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہم کے ارشادات، افادات، خطبات شامل اشاعت ہوتے ہیں خصوصاً رسالہ کا ''آخری صفحہ'' تو رسالہ کی جان ہوتا ہے، ماہنامہ ارمغان کا سالانہ زرتعاون ۲۰۰/روپئے ہے جو رسالہ کی اہمیت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اس کی توسیع اشاعت میں کوشش کرنا اس عظیم دعوتی مشن میں اپنا حصہ لگانا ہے اس لئے پرخلوص گزارش ہے کہ خود بھی اس کے ممبر بنئے اور دوسروں کو بھی بنائیے۔

الداعی الی الخیر

بندہ محمد روشن شاہ قاسمی

مہتمم دارالعلوم سونوری

۲۹/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۵/جون ۲۰۱۷ء بروز اتوار

ارمغان جاری کرنے کے لئے پتہ

دفتر ارمغان پھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Dist Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob: +91-9359350312
9368512753 , 9412411876
e-mail: arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
website: www.armughan.in
زر سالانہ: -/200 روپے